[redacted]

[redacted]

[redacted]

کچی پکی سڑکیں، کہاں کو لے چلتی ہیں مسافر کم ہی جانتے ہیں۔ زندگی بھی ایسی ہے کن کن راستوں سے ہو کر گزرتی ہے منزل آنے پہ ہی معلوم پڑتا ہے۔

گھپ اندھیرہ، آسمان میں کہیں ہلکی ہلکی بوچھاڑ ہونے کے اثرات تھے تاریکی اپنے پنکھ پھیلا چکی تھی تب ہی چھٹانک کی آواز سے تڑتڑاہٹ محسوس ہوئی اور بادلوں نے پانی بن کر زمین پہ اترنا شروع کیا۔

یہ کوئی تہہ خانہ معلوم ہوتا ہے جہاں سوائے روشندان کے کچھ نہیں، غار میں ایک چراغ جلنے کے برابر کی روشنی، وہیں کاٹھ کباڑ تھا جہاں دھول تھی، کرسیوں پہ دو وجود بندھے گئے تھے ان کے ماتھے خون رس رہے تھے، منہ پہ پٹیاں تھیں ماتھے سے گلے تک خون کی لکیر کھینچ گئی تھی وہ بے سدھ کرسیوں پہ لٹکے پڑے تھے۔ تہہ خانہ سائیں سائیں کر رہا تھا سوائے زخمی سانسوں کی تیز آواز کے،

بارش کی آواز بھی تہہ خانے تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔

اسی اثنا میں کسی کی آمد ہوئی، اونچی لمبی ہیل کی ٹک ٹک سنائی دی کوئی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ اس کا چہرہ دھندلا معلوم ہوتا تھا۔ وہ ہیولہ اب کرسیوں کی سمت بڑھ رہا تھا۔

اچانک ہیولے کے ساتھ دو نفوس اضافی آئے ایک نے بالٹی بھر کر پانی کرسیوں پہ بیٹھے وجود پہ الٹا وہ ہڑ بڑا کر چلانے لگے۔

کاسنی رنگ کے کپڑے، منہ پہ رومال باندھے، ڈوپٹہ ایک بازو پہ ڈالے وہ ان کے سامنے تھی، گہری سرمئی آنکھوں والی لڑکی۔۔

خوش آمدید! مہمان خانے میں آپ کا خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ وہ شاید مسکرائی تھی۔

وجود نفی میں سر ہلا رہے تھے۔

قانون اندھا ہے! قانون بالاتر ہے، قانون مر گیا! اچانک وہ رکی ترنت وہ کرسی کی ڈھال پہ گرفت رکھ ان وجود کی انکھوں میں دیکھنے لگی۔

آج فیصلہ کون کرے گا بالا! وہ سوچنے کی اداکاری کرتے اپنے ساتھ آئے بندے سے مخاطب ہوئی۔

بی بی کتاب کیا کہتی ہے؟ وہ گھمبیر آواز میں پوچھنے لگا اس کی آواز موٹی تھی۔

کتاب تو بس لفظوں کی سیج سجا کے بیٹھ چکی بالا، کتاب کے پڑھنے والے مر گئے، انصاف کرنے والے غرق ہو گئے اور یزید جاگ گئے۔ ایسے یزیدیوں کا کیا کیا جائے! وہ معصومیت سے بولی۔

کرسی پہ بندھے نفوس تھر تھر کانپ رہے تھے رسیاں کھولنے کی کوشش کرتے وہ ناکام وجود۔۔۔

ہمم، بارش ہے ! جانوروں کا بھی پیٹ ہے بالا کتاب کو چھوڑو آج جانوروں کی دعوت کرو ! انسانی جسم لذیذ ہوتا ہے تب ہی ہوس جاگ جاتی ہے ناں ! وہ شاید کوئی پاگل تھی۔

ایک مرد جیسے ہی آگے بڑھا۔ کیا بہرام ! بیچاروں سے آخری خواہش تو پوچھ لو کیا پتا یہ گناہ قبول کرنا چاہ رہے ہوں ! بلا کی اداکاری تھی اس کے بولنے میں۔ دونوں نفوس جلدی سرہاں میں سر ہلانے لگے۔

ریکارڈاٹ بالا ! وہ دوسرے شخص کی طرف انکھ مار کر بولی۔

اب وہ کرسیوں پہ بندھے نفوس نہ جانے کیا کہہ رہے تھے ان کو ریکارڈ کیا جارہا حالانکہ وہ جانتے تھے یہ ریکارڈ ان کی زندگی کا سب سے بدترین دن لائے گی

؟۔۔۔۔۔۔۔؟۔۔۔۔؟۔۔۔۔؟۔۔۔۔۔؟۔۔۔۔

2○○○○○/○○○○○

اوکے کٹ-----ڈائریکٹر کی آواز سے ماحول ڈسٹرب ہوا۔

کمال کی اداکارہ ہے،ڈائیر کٹر نے تالی بجاکر اسے داد دی سب کی ستائش بھری نظریں اس کی طرف تھیں وہ بے نیازی سے شیشے میں دیکھ رہی تھی جسے ایک لڑکی نے اس کے سامنے پکڑا تھا۔اس نے خود کا جائزہ لیااور مغرور نظروں سے ڈائیریکٹر کو دیکھا جو معنی خیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

ویلڈن، حنزلہ،وہ اب لچکدار قدم اٹھاتااس کے پاس پہنچا۔

اس نے ابرو تنے جیسے کہہ رہی ہو کوئی نئی بات بتاؤ!وہ ناک سکوڑ کر رہ گیا۔

شارٹ ختم ہوا سنی!وہ اٹھی اور ایک پر اعتماد قدم اٹھاکر اس ڈائریکٹر کے سامنے کھڑی ہوئی۔وہ ہیلز کی وجہ سے اس سے اونچی ہوئی۔

چہرے سے پردہ ہٹ چکا تھا، گلاس اسکن تیکھے نقوش، تنے ہوئے ابرو، ستواں ناک اور لپ اسٹک سے سجے ہونٹ،اس کی آنکھیں ہلکی سنہری تھیں۔سورج کی روشنی پڑنے سے زیادہ چمکنے والی انکیں۔۔۔

تم سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا!وہ اب مزید شوخا ہو رہا تھا۔

کوئی کرنا بھی کیوں چاہیے گا گر ہونے چاہیں چاہیں ہر کوئی حنزلہ گل،تو نہیں ہو سکتی نہ،اس کے ہونٹوں پہ تضحیک آمیز مسکان تھی۔

رائٹ ! سنی نے زبردستی مسکراہٹ دکھائی۔

خیر ! اب دو دن بعد ہی شوٹ ہو گا ! وہ اس کو نظر میں نہ لاتے بولی۔

پر وہ ! سنی نے کچھ کہنا چاہا۔ تو حنزلہ نے اس جتاتی نظروں سے دیکھا وہ چپ ہوا تھا۔

او کے ،اس نے شانے اچکا دیئے وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔۔۔

یہ عروج اور غرور بھی ناں ! انسان کے پیر زمین پہ ٹکنے نہیں دیتے مگر سورج جب گردش کرتا ہے تو وقت کا پہیا بدلتا ہے پھر سب کچھ بدلتا ہے رشتے ناطے سٹیٹس، ضمیر او قات، تخت پلٹنے لگتے

ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ooooo3

لانگ سلیولس سکرٹ پہنے گلے میں سرخ رنگ کا مفلر ڈالے وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

میم ایک منٹ ! میم، جسٹ ون، اس کے گرد بھیڑ جمع ہونے لگی، کچھ گارڈز انھیں دھکیل رہے تھے۔ بھیڑ دیوانہ وار اسے دیکھ رہی تھی دھکم پیل جاری تھی

اور اس وقت وہ کیمروں میں قید ہو رہی تھی وہ پوز دے رہی تھی۔اس کے پیر کے جوتے اسے اونچا اونچا دیکھنے کا اشارہ دیتے معلوم ہوتے، سٹار ! دا سپر سٹار حنزلہ !،اس نے دونوں بازو اٹھا کر ہجوم کو ہاتھ سے جتایا کہ وہ کتنی بلندی پہ ہے۔ وہ زمینی کیڑے مکوڑوں کی پہنچ سے دور ہے،اس کی ہونٹ طنزیہ مسکرا رہے تھے ، بھرے مجمعے میں وہ فوکس کا نشان تھی۔

اب وہ گارڈز کی نگرانی میں گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی،تو یہ کیا وہ اتنے بڑے ایونٹ میں صرف کچھ تصاویر کھنچا کہ جا رہی تھی۔سب حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

اوہ مائی گاڈ، شی از سٹننگ، لڑکیاں چیخ رہی تھیں۔اگلے دن وہ میگزین کی سرخیاں بٹور رہی تھی۔

بھاپ اڑاتی کافی ہاتھ میں لئیے اس نے میگزین میز پہ اچھالا اور دھڑام سے بیڈ پہ گری،اس نے اوپر سیلنگ دیکھی، کتنا پیسا لگا تھا اس کے کمرے کی دیواروں میں اس گھر میں،اس نے سیدھ میں نظر دوڑائی جہاں ایک بڑا سا شیشہ تھا جس کے سائیڈ میں سفید اور نارنجی رنگ کے امتزاج کے پھول لگے تھے، کمرے کے اندر

دیواروں میں الماریاں تھیں،اٹیجڈ باتھ روم،ایک سائیڈ پہ الماریوں کے آگے سے گزر کر آؤ تو بیڈ ہے،بیڈ کے ساتھ جڑے دراز پہ لیمپ ہے اور ایک سٹینڈ سا ہے جہاں کچھ فریمز ہیں ان کے آگے موم بتیاں ہیں،بیڈ کراس کرو تو دروازے ہیں جن پہ پردے ہیں،پردے ہٹاؤ تو ایک خوبصورت بالکنی ہے جس کو ہر طرح کے پھولوں سے سجایا گیا ہے،کمرے میں واپس جاؤ تو ایک راکنگ چیئر ہے،کوئی صوفہ یا کوئی کرسی دکھائی نہیں دیتی شاید کمرے میں اسے کوئی اور شے پسند نہ آئی وہ بڑھتی رہی،اس نے خود تھی۔ حنزلہ شانتی سے اٹھی اور شیشے کی طرف کے گرد بازو آہستہ آہستہ لپیٹے انکھیں بند کیں اور پھر وہ گول گھومنے لگی۔

تم نے مجھے اپنے رنگ میں رنگ دیا اے دنیا۔ میں رنگ گئی تجھ میں۔اس نے زیر لب کہا شاید اسے کوئی دیکھتا تو پاگل گردانتا۔

وہ ہنس رہی تھی شیشے میں کھڑے وجود پہ ہنس رہی تھی وہ پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر ہنس رہی تھی نہ جانے کیوں۔

----

ooooo

یہ ایک کمرے کا منظر ہے، جو کمرہ کم، کاٹھ کباڑ کا ٹھکانہ معلوم ہوتا ہے، جگہ جگہ تصاویر چسپاں ہیں، مشہور سیاستدان، اینکر، ماڈل، وکلاء، پولیس کی وردی میں ملبوس شخصیات، ایکٹرز، کرکٹر، کون سی ایسی مشہور شخصیت تھیں جو وہاں موجود بورڈ پہ موجود نہ تھی۔

کوئی سر پہ کیپ پہنے کانوں پہ مار کر رکھے آہستہ آہستہ، ایک طرف کو بڑھ رہا تھا، وہ ایک چھوٹا سا بورڈ تھا جہاں پہ جا کے وہ رکا اس نے ایک تصویر نکالی اور بورڈ پہ پن کی مدد سے ٹانگ دی۔ پھر وہ پلٹا، سوئچ بورڈ کی طرف آیا، بورڈ روشن ہوا مگر جو تصویر واضح تھی وہ تھی حنزلہ گل، وجود نے کالا لیدر کا کوٹ پہن رکھا تھا وہ تصویر کے پاس آیا اس پہ کراس کا نشان بنایا اور پھر کمرے میں ایک طرف سیٹ کمپیوٹر کے آگے بیٹھ گیا، اس کی آنکھیں صرف دکھائی دے رہی تھیں، وہ انہماک سے سکرین کی طرف متوجہ تھا، اس کی انگلیاں کھٹاکھٹ کمپیوٹر کی بورڈ پہ چل رہی تھیں۔ تب ہی فون بجا۔

اس نے ایک نظر فون پہ ڈالی۔

یس باری سر ! وہ کوئی چوبیس پچیس سالہ مرد معلوم ہوتا تھا، ہلکی مدھم سی آواز۔

یس سر شی ول بھی آوور ہو سنج ! وہ شاید مسکرایا تھا۔

جی سر ویلکم کی تیاریاں کرنی پڑیں گی، اور تین لوگ جو محترمہ کے ہی حسب نسب کے ہیں؟

او کے سر، وہ ہدایت لے کر اٹھا کال بند کی کمپیوٹر بند کیا، پھر سیٹی سے دھن بناتا بورڈ کی طرف کھڑا ہوا،

کون تھا وہ وکٹم، کرمنل، ہیرو، ولن یا عارضی کردار، کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے؟ یہ جاننا چاہیں گے_______________________________oooooooooo

5

وقت کو پیچھے لے جاکر سب کچھ ٹھیک کرنا انسان کے بس میں ہوتا بھی تو پھر بھی وہ کوئی چیز ایسی کرتا جس سے اسے کار آمد حاصل نہ ہو، انسان کو یہ سوچ چھوڑ دینی چاہیے کہ وقت میں پیچھے جاکر سب ٹھیک کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔

''''''''''''''''....

.....

سوچ لو حنزلہ بہت بڑا موقع ہے تمھاری جو کنڈیشن ہے وہ میں سمجھ سکتی پر ایک بار تم اگر قدم جما لو تو دنیا تمھارے قدموں میں ہو گئی، شہرت پیسا سب آئے گا۔

ایک درمیانے درجے کے کمرے میں صوفے پہ بیٹھی ایک پینتس چالیس سالہ عورت جس کے بال ڈائے تھے منہ پہ میک اپ کی تہہ جمائے، بالوں پہ چشمہ ٹکائے، ناخنوں پہ سرخ رنگ کی شوخ پالش لگائے وہ ایک لڑکی کے ساتھ بیٹھی تھی۔

زندگی اور قسمت بار بار موقع نہیں دیتے! تم اس گرومنگ کے بعد کہاں سے کہاں ہو گئی تمھیں اندازہ بھی نہیں ہے اور جن لوگو نے تمھیں چھوڑا ہے دیکھنا تمھاری دہلیز پہ ناک رگڑیں گے مگر تم تک پہنچنے کے لئیے انھیں اپایمنٹ لینی پڑے گی! وہ اس قدر لچکدار اور دلفریب لہجے میں اس لڑکی کو اونچے درجے کے خیالوں سے آراستہ کر رہی تھی۔

میں جانتی ہوں بٹ! وہ لب کاٹنے لگی۔

بٹ وہاٹ چھوڑو، جو سویا اس نے کھویا، موقع کو ہاتھ مارو جھک مارنے سے بہتر ہے کب تک دو ٹکے کے شوز میں ہیل پہن کر چلنا ہے اور گرنے پہ سلواتیں سننی ہیں، ڈائیر کٹر سے زرا بنا کر رکھو۔ وہ دھیرج سے بولیں۔

حنزلہ نے اسے ایک دم درشتی سے دیکھا۔

میں تمھارے بھلے کے لئیے کہہ رہی ہوں جسٹ یہ شو کر کے دیکھ لو، کوسٹیوم کی بات ہے تو آج کل سب پہنتی ہیں اب اپنی انڈسٹری کی ماہا کو دیکھ لو ثناء یا عائشہ کو دیکھ لو، سب کتنی بولڈ ہو چکی ہیں، تم نے کر لیا تو کیا آفت آجانی ہے جسٹ ٹرائے اٹ میری جان! وہ اس کی ٹھوڑی چھو کر بولیں۔

اوہ کم آن مس شازی! میں اور ان جیسی بن جاؤں ناٹ ایٹ آل کپڑے اتار کر اگر شہرت ملتی ہے تو میں ایسی شہرت کو تھوکتی ہوں، بے شک میرے فینز کم ہیں مگر جو ہیں آپ اچھے سے جانتی ہیں میرے کپڑوں کی وجہ سے ہیں۔ وہ خفگی سے بولی شاید اسے ان کی بات بری لگی۔

کنوئیں کی مینڈک بن کہ رہ جاؤ گی خنزلہ دنیا تمھیں یاد نہیں رکھنے لگی اور تم زرا اعراف کا سوچو وہ ڈائیلاسز پہ ہے تم اپنی اولاد جیسی بہن کے لئیے تو کرو آخر! وہ اب ایمو شنل بلیک میل کر رہی تھی۔

کیا آپ اس بات کی گارنٹی لے سکتی ہیں کہ اس آؤٹ فٹ کے بعد مجھے ٹرول نہیں کیا جائے گا، یا پھر لوگ مجھے گندی نظروں سے نہیں دیکھیں گے، یا پھر مجھے دو ٹکے کی نہیں کہا جائے گا۔ وہ درشتی سے ان کی طرف دیکھ کر بولی۔

وہ ایک طرف کو نظر جھکا کر دیکھنے لگیں۔

انھوں نے بیگ سے کارڈ نکالا اور میز پہ رکھ دیا پھر اٹھیں۔

کچھ فیصلے ضمیر کو سلا کر کئیے جاتے ہیں یہ ابھی جاگ رہا ہے سو گیا تو آجانا! وہ اس کے شانوں کو اپنے بازؤں سے تھام کر بولیں۔ وہ ششدر تھی۔

کیا کسی کے کہہ دینے سے ضمیر سلایا جا سکتا ہے، اس نے افسردگی سے ان کے چہرے کو دیکھا۔ وہ اسے پچکارتی وہاں سے چلی گئیں اور حنزلہ صوفے پہ ڈھے گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

دھول اڑاتی سڑکیں ان کے بیچ بنی گئی انصاف کی دیواریں اور انصاف کے پتلے، انصاف کے محافظ فائلوں میں سر دیئے بیٹھے، عوام ان کے سامنے بینچوں میں بیٹھی، رونے روتی اور، ٹپ ٹپ کرتے کی بورڈز، بھاپ اڑاتی چھوٹو کے ہاتھ میں پیالیاں، جھاڑو لگاتے خاکروب، ادھر ادھر بھاگتے دوڑتے پیون، مجرموں کو لاتی پولیس گاڑیاں عدالتی پیشی، یہ سب خاص نہ تھا مگر جو چیز عام تھی وہ یہاں جھوٹ، انصاف کے محافظ ہی منافق نکل جائیں تو کیا ہو؟ ضمیر جنجھوڑنے والے ہی ضمیر کا سودا کرنے لگیں تو کیا ہو؟

سفید شرٹ کے نیچے کی سیاہ پینٹ میں وکیل کم اور سچ اور جھوٹ کا کنٹراسٹ زیادہ دکھائی دیتا ہے اوپر سے کالے کوٹ! سیاہی میں سچائی کہیں تھوڑی سی نظر آنے لگتی ہے. سب تھوڑی نہ ایسے وکلاء ہوتے ہیں، کچھ وائٹ کالر بھی ہوتے ہیں جیسے فل سفید سوٹ پہ کالے کوٹ والے۔

دروازے کی دستک نے عاصم حسن کی توجہ کو اپنی اور کھینچا۔

ارے عالم صاحب آیئے، وہ لگ بھگ تیس پینتیس کے قریب کا وکیل تھا، شاید ہی کوئی اکادکا کیس ہو جو اس نے نہ جیتا ہو وہ جس کیس پہ ہاتھ ڈالتا تھا لگتا تھا بس فیصلہ اس کے حق میں ہو چکا ہے،۔

ایک درمیانے سے قد کا سوٹ بوٹ آدمی جس کی توند باہر کو تھی مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھا

کیسے ہیں وکیل صاحب! وہ ہاتھ بڑھاتے بولا اور ٹیبل کے پاس بڑے صوفے پہ دھاک سے بیٹھ گیا اور ٹانگ پہ ٹانگ رکھ دی۔

میں تو اپنے کام میں ماہر ہوں، آپ بتائیں کون سی ہواؤں نے آپ کا رخ عدالتی گھروں کی طرف موڑ دیا۔

الیکشن سر پہ ہیں وکیل صاحب آپ تو جانتے ہیں یونو جب الیکشن آتے ہیں تو حریف سر اٹھاتے ہیں، بس کچھ ایسے ہی حریف ہمارا تخت نہیں دیکھ سکتے۔ وہ تضحیک سے بولے پھر سیدھے ہوئے۔

عاصم حسن نے انکھوں پہ نظر کا چشمہ لگا یا دونوں ہاتھ باہم جوڑے اور میز پہ ٹکائے وہ عالم کو دیکھنے لگا۔

حریف تو مت کہیں عالم صاحب آپ جانتے ہیں ہم جیسے لوگ ہر قسم کا کیس لڑتے ہیں۔

تصیح کریں وکیل صاحب آپ صرف پیسے کا کیس لڑتے ہیں، وہ ہنستا گیا۔

بالکل درست فرمایا آپ نے، ہم انصاف دلواتے ہیں مگر ہمارا انصاف زرا مہنگا ہوتا ہے سر! وہ چشمہ ٹیبل پہ رکھ کر بولا۔

کوٹ ادو کا کیس! وہ کچھ دیر بعد دھیمے لہجے میں بولے۔

معاف کیجئے گا سائیں مگر میں ایسے کیسز نہیں لڑتا یہ اپ لوگوں کے کام ہیں عوام کو پانی بجلی مہیا کریں، اور ووٹ بٹوریں۔ وہ ہنسا تھا۔

بٹ آپ کو پیسا ملے گا! وہ طمع دیتے ہوئے بولے۔

میرے پیروں میں جوتے ہینڈ میڈ ہیں سر جن کی قیمت اس وقت چار لاکھ کے لگ بھگ ہے، رولکس کی یہ گھڑی اس کی مالیت کا اندازہ بھی آپ کو ہوگا، پیسا ضرورت ہے مگر ضروری نہیں اور فی الوقت میں کسی اور کیس میں الجھا ہوا ہوں اس لئیے معذرت، وہ ہونٹ بھینچ مدھم آواز میں بولا۔

وکیل صاحب، عوام آپ کو نمائندہ سمجھتی ہے آپ ان کے لئیے آواز نہیں اٹھائیں گے تو کون اٹھائے گا، وہ پریشانی سے بولے۔

عالم صاحب، عوام تو ڈھیروں ڈھیر ہے اب ہم وکلاء سب کا کیس تو نہیں لڑ سکتے ہیں نا، باقی آپ سمجھدار ہیں وہاں وڈیرے ہیں، ان کا کنڑول ہے اور وہ کتنے لکیر کے فقیر ہیں آپ سے بہتر کون جانتا ہے آپ بھی تو ویسے وہیں کے ہیں۔ باتوں میں شاید طنز تھا۔ عالم صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔

چلتاہوں! وہ جیسے پر امید آئے تھے ویسے تاثرات اب نہیں تھے۔

کبھی کبھی عوام کو چھوڑ دینا چاہیے جب ہاتھ پیر ماریں گے تب پتا چلے گا سارے کام حکومت بیٹھے بیٹھائے نہیں کر سکتی اپنی مدد آپ بھی کرنی ہوتی ہے۔ وہ اٹھا میز پہ انگلیاں بجائیں اور پھر عالم صاحب کو الوادع کرنے لگا۔

0000007

ہسپانیہ (سپین! موجودہ لبریا) کے شہر میں اس وقت رونق تھی کیفے بھرے پڑے تھے ٹھنڈ آہستہ آہستہ شہر کو بازؤں میں بھرنے کے لئے تیار تھی میڈرڈ

سپین کا دارالحکومت اور ملک کا سب سے بڑا شہر ہے، جس کی آبادی تقریباً 35 لاکھ ہے اور اس کی میٹروپولیٹن آبادی تقریباً 70 لاکھ ہے۔ یہ شہر ایبریائی جزیرہ نما کے وسط میں واقع ہے اور دریائے مانزانا ریس پر واقع ہے اور اس کی سطح سمندر سے بلندی تقریباً 650 میٹر ہے۔

یورپی یونین کی دوسری بڑی شہری، میڈرڈ سیاست، معیشت، ثقافت اور تفریح کا مرکز ہے۔ اس شہر کی تاریخ نویں صدی عیسوی سے شروع ہوتی ہے، اور اس کا ابتدائی مرکز قرطبہ کے امیرات کے تحت دیواروں سے گھرا ہوا فوجی چوکی تھا۔ صدیوں کے دوران، میڈرڈ ایک کاسموپولیٹن شہر میں تبدیل ہو گیا ہے، جو کہ بین الاقوامی تنظیموں کے لیے گھر ہے، بشمول سیاحتی دنیا کی تنظیم اور ایبرو امریکن جنرل سیکرٹریٹ۔

وہ ایک سات سالہ بچہ تھا جو اس وقت اپنے باپ کی انگلی تھامے چل رہا تھا، گوروں کی دنیا میں وہ مشرقی لگتا تھا، مغربی لباس میں سر پہ خاص ٹوپیاں پہنے، گلے میں مفلر ڈالے، عبداللہ چلتے جا رہے تھے چھوٹا عبدل باری ان کے ساتھ

قدم اٹھا رہا تھا وہ شاید گھومنے نکلے تھے یہ ان کا معمول تھا، بیوی کے بعد عبدل باری ان کی ذمہ داری بن گیا تھا. وہ پاکستان سے لیکر اسے یورپ چلے آئے، وہ ایک کاروباری شخص تھے عبداللہ افندی، سٹیل مل کا کاروبار تھا، پاکستان میں جانے کی وجہ سے کچھ سال وہاں رہے مگر بیوی کی وفات اور کاروبار میں نقصان کے تحت وہ پھر مغرب کی طرف لوٹے، عبدل باری چھوٹا مگر ذہین تھا، ماں باپ دونوں کا کردار نبھاتے نبھاتے وہ عادی ہو چکے تھے، سال میں ایک دو چکر پاکستان کے لگ جاتے تب عبدل باری دادا دادی کے پاس ہوتا وہ خوش ہوتا تھا افندی کے دل میں اس کی یہاں سب اس کے دوست بن جاتے تھے، عبداللہ ذہانت کو لے کر سوخدشات تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ عبدل باری کسی کی نظروں میں آئے، نظر پھتر پھٹا دیتی ہے

____________________؟__________

00000/08

ہم اس بار کیا دیکھنے والے ہیں بابا؟ معصوم سے ہاتھوں نے سخت ہاتھوں کو کھینچ کر قد آور شخصیت کو جھکنے پہ مجبور کیا۔

ہمم آج! انھوں نے مسکرا کر اسے دیکھا جس کے گال ہلکے گلابی ہو رہے تھے اس کی بھوری انکھیں بتا رہی تھیں وہ کتنا متجسس تھا۔

الکازار (Alcázar) میڈرڈ کی ایک تاریخی عمارت ہے جو مسلمانوں نے 9ویں صدی میں تعمیر کی تھی۔ یہ عمارت مسلمانوں کی تعمیراتی فنکاری کا بہترین نمونہ ہے اور میڈرڈ کے مرکز میں واقع ہے۔

9ویں صدی میں، مسلمانوں نے میڈرڈ پر قبضہ کر لیا اور الکازار کی تعمیر شروع کی۔

11ویں صدی میں، الکازار کو ایک قلعے کے طور پر استعمال کیا گیا- 15ویں صدی میں، الکازار کو ایک شاہی محل میں تبدیل کیا گیا- 18ویں صدی میں، الکازار کو ایک فوجی چوکی میں تبدیل کیا گیا۔ -20ویں صدی میں، الکازار کو ایک تاریخی عمارت کے طور پر بحال کیا گیا۔ -الکازار کی تعمیر میں مسلمانوں کی تعمیراتی فنکاری کا بہترین نمونہ دیکھا جا سکتا ہے- الکازار میں ایک بڑا صحن ہے جو مسلمانوں کی تعمیراتی فنکاری کا بہترین نمونہ ہے۔ -الکازار میں ایک بڑی مسجد ہے، میڈرڈ میں ایک خوبصورت قدیم عمارت ہے جو مسلمانوں نے تعمیر کی

کہلاتی ہے، جو میڈرڈ کے مرکز (Alcázar) " تھی۔ وہ عمارت "الکازار
میں واقع ہے۔

الکازار کی تعمیر 9ویں صدی میں ہوئی تھی، جب میڈرڈ مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ یہ عمارت ایک قلعہ کے طور پر تعمیر کی گئی تھی، اور اس میں مسلمانوں کی ،°°°°° تعمیراتی فنکاری کا بہترین نمونہ دیکھا جاسکتا ہے۔

°°°°°°°°°°°°

8

ہم اس بار کیا دیکھنے والے ہیں بابا؟ معصوم سے ہاتھوں نے سخت ہاتھوں کو کھینچ کر قدآور شخصیت کو جھکنے پہ مجبور کیا۔

ہم آج! انھوں نے مسکرا کر اسے دیکھا جس کے گال ہلکے گلابی ہو رہے تھے اس کی بھوری انکھیں بتا رہی تھیں وہ کتنا متجسس تھا۔

میڈرڈ کی ایک تاریخی عمارت ہے جو مسلمانوں نے (Alcázar) الکازار 9ویں صدی میں تعمیر کی تھی۔ یہ عمارت مسلمانوں کی تعمیراتی فنکاری کا بہترین نمونہ ہے اور میڈرڈ کے مرکز میں واقع ہے۔

9ویں صدی میں، مسلمانوں نے میڈرڈ پر قبضہ کر لیا اور الکازار کی تعمیر شروع کی۔

11ویں صدی میں، الکازار کو ایک قلعے کے طور پر استعمال کیا گیا-15ویں صدی میں، الکازار کو ایک شاہی محل میں تبدیل کیا گیا-18ویں صدی میں، الکازار کو ایک فوجی چوکی میں تبدیل کیا گیا۔-20ویں صدی میں، الکازار کو ایک تاریخی عمارت کے طور پر بحال کیا گیا۔-الکازار کی تعمیر میں مسلمانوں کی تعمیراتی فنکاری کا بہترین نمونہ دیکھا جا سکتا ہے-الکازار میں ایک بڑا صحن ہے جو مسلمانوں کی تعمیراتی فنکاری کا بہترین نمونہ ہے۔-الکازار میں ایک بڑی مسجد ہے، میڈرڈ میں ایک خوبصورت قدیم عمارت ہے جو مسلمانوں نے تعمیر کی تھی۔وہ عمارت "الکازار (Alcázar) " کہلاتی ہے، جو میڈرڈ کے مرکز میں واقع ہے۔

الکازار کی تعمیر 9ویں صدی میں ہوئی تھی، جب میڈرڈ مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔یہ عمارت ایک قلعہ کے طور پر تعمیر کی گئی تھی، اور اس میں مسلمانوں کی تعمیراتی فنکاری کا بہترین نمونہ دیکھا جا سکتا ہے۔ ،٥٥٥٥٥

اوہ تو یہ تاریخ تھی، دلچسپ پے یعنی مسلمان بہت ماہر تھے۔ چھوٹے وجود نے خوش ہو کر کہا۔

ہم کاش آج بھی ہوتے! انھوں نے کسی ٹھوس نظریے کے تخت کہا. مسجد کے ستونوں پہ ہاتھ پھیرتے وہ کہیں ڈوبے ہوئے تھے۔

بابا ہم پاکستان کب جائیں گے! عبدل باری گھوم کر آیا اور ان کے پاس کھڑا ہو گیا۔

بیٹے اس بار آپ پاکستان نہیں عراق جا رہے ہیں، مگر ابھی وقت ہے! وہ جھک کر اس کے شانے مضبوطی سے تھام کر بولے۔

وہ کیوں بابا؟ وہ حیران ہوا.

وہ آپ کو پتا چل جائے گا! وہ دھیرج سے بولے۔

آپ بھی چلیں گے؟ وہ طمانیت سے پوچھنے لگا۔ انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔

نہیں بیٹے! اس سفر پہ آپ اکیلے جائیں گے، پاکستان کے بہت سے لوگ شامل ہونے والے ہیں اس سفر میں اللہ آپ کو کامیاب کریں آپ ٹریننگ کے بعد ہی

ملیں گے ! وہ کس کیفیت میں تھے وہ ظاہر نہیں کر رہے تھے مگر انھیں مشکل ترین لگ رہا تھا عبدل باری کو دور کرنا۔

بچہ ہر بات سے انجان بس باپ کی بات پہ متفق دکھائی دیتا تھا کوئی ہنگامہ نہیں، کوئی شور، کوئی ضد نہیں، بس سرہاں میں ہلا کر باپ کو تسلی دیتا وہ معصوم سا بچہ تھا۔۔

10 ○○○○○○○○○○

بابا میں پاکستان کو مس کرتا ہوں، سب سے زیادہ فیضی چاچو کو۔ مسجد کو دیکھ کر جب وہ ایک بینچ پہ آبیٹھے تو عبدل نے کہا۔

جانتا ہو شہزادے پر فالحال ہم وہاں نہیں جاسکتے ! وہ اس کے چہرے کو ہاتھوں میں بھر کر اداسی سے بولے۔

کیوں بابا! وہ بے وجہ سوال نہیں کرتا تھا۔

پتا نہیں بیٹے ! شاید جانا مناسب نہیں ہے یا وہاں اب کسی کو ہماری ضرورت نہیں رہی۔ وہ سامنے دیکھ کر بولے۔

کیاانسان صرف ایک ضرورت ہوتا ہے بابا؟ بچے کے منہ سے یہ سوال ان کے لئیے باعث حیرت تھا۔

کبھی کبھی انسان بس ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا باری، جیسے سٹوڈنٹ کے لئیے ٹیچر، بچوں کے لئیے والدین، بیوی کے لئیے شوہر اور دوستی کے لئیے مطلب!

آپ کے دوست اچھے نہیں تھے کیا بابا؟ میرے دوست تو بہت اچھے ہیں! وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر معصومیت سے بولا۔

پتا نہیں باری شاید مجھے دوست سنبھالنے نہیں آئے›› کبھی، یا میرا رشتہ بس مطلب تک رہا، ضرورت ہو تو عبداللہ کا فون بجتے نہیں تھکتا مطلب نہ ہو تو سال سال رابطے نہیں ہوتے تو شاید اسی لئیے مجھے دوست پسند نہیں۔ وہ اس کو گود میں لے کر اس کے ننھے کندھے پہ ٹھوڑی لگائے بولتے رہے۔

تو آپ کو دوست بدلنے چاہیں بابا، ٹیچر بولتی ہیں جہاں آپ کی دوستی میں کہیں جھول ہو تو یا کنارہ کر لو یا دوست بدل لو، میری ٹیچر یہ بھی کہتی ہے کہ جو دوست آپ کو ذہنی پریشانی میں رکھے وہ دوست نہیں ہوتا، وہ کہتی ہیں دوست وہ انسان

ہوتا ہے جو جب آپ کے فیملی ممبر آپ کو نہ سمجھیں تو سمجھنے والا دوست ہوتا ہے کم از کم اس ایک دوست سے آپ سکون کی توقع کر سکتے ہیں،۔۔وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا عبداللہ اسے سنتے گئے۔

اور کیا کہتی ہیں ٹیچر آپ کی! انھوں نے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا۔

کہتی ہیں اگر تمھیں ایک اچھا دوست نہیں ملتا تو تم کسی کے اچھے دوست بن جاؤ،

وہ اب کی بار نظر اٹھا کر باپ کو دیکھنے لگا۔انھیں کچھ چھبا تھا۔

ہم کافی سمجھدار ہیں ٹیچر! وہ مسکرا کر بولا۔

ہاں بابا وہ بہت پیاری اور معصوم بھی ہیں بلکل پری خالہ کی طرح۔وہ چہک کر بولا مگر عبداللہ کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

چلیں! وہ اسے گود سے اتارتے اس کو اٹھا کر چلنے لگا۔وہ باپ کے گلے میں بازو ڈالے مسجد کو جاتے دیکھتا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

11°°°°°°°°°°°°°°°

شام کو عبدل باری عبداللہ کے سینے پہ سو چکا تھا اس کو تھپک کر وہ گہری سوچوں میں ڈوبا چھت کو تکے جا رہا تھا۔

اس نے انکھیں بند کیں منظر لہرایا۔

اماں آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں، پری نفیسہ کی بہن ہے مگر فیضی کی منگیتر ہے، آپ ایسا کیسے سوچ سکتی ہیں۔ وہ دبے لہجے میں ماں کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

عبداللہ، باری چھوٹا ہے، اسے ماں کی ضرورت ہے اور رہی بات پری کی تو کون سا فیضی سے شادی ہوئی ہے منگنی ہی تو ہوئی ہے اور منگنیاں تو ٹوٹنے کے لئیے ہوتیں ہیں۔ وہ صوفے پہ اس کے پاس آبیٹھیں۔ جلال افندی اس وقت بڑے صوفے پہ براجمان تھے ہاتھ میں اخبار پکڑا ہوا تھا۔

ماں فیضی میرا بھائی ہے اور میں پری کو بہنوں کی طرح دیکھتا ہوں۔ وہ احتجاجاً بولا۔

سگا نہیں ہے وہ تمھارا! وہ ایک دم پھٹ پڑیں تب ہی جلال افندی کے ہاتھ اخبار پہ ڈھیلے پڑے انھوں نے ایک نظر جمیلہ سلطان کو دیکھا ان کی انکھوں میں تکلیف کرچیاں بن کر ابھری۔

عبداللہ فوراً اٹھنے لگا۔ بابا

مگر وہ اٹھ کر کمرے میں چلے گئے بنا پلٹے شاید انھیں دکھ ہوا تھا۔

کیا ضرورت تھی آپ کو ایسا کہنے کی ماں! وہ ایک دم صدمے سے بولا مگر انھیں فرق نہیں پڑا، انھوں نے منہ پھیر کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ لی۔

کچھ نہیں ہو سکتا ماں آپ کی ہٹ دھرمی کا۔ وہ کہہ کر نکلا ہی تھا کہ دروازے کے باہر فیض کھڑا تھا معلوم ہوتا تھا اس نے سب سن لیا۔ اس نے زخمی نظروں سے عبداللہ کی طرف دیکھا اور پھیکا سا مسکرا دیا۔

ایم سوری فیض وہ! وہ کچھ کہنے ہی لگا۔

اٹس اوکے بھائی! وہ ان کے کندھے پہ دباؤ رکھتا باہر کو مڑ گیا۔

کدھر جا رہے ہو! عبداللہ کی آواز نے اسے پیچھے مڑنے پہ مجبور کیا۔

پلاٹ! وہ سنجیدگی سے بولا۔

میں بھی چلتا ہوں۔ وہ کہہ کر اس کے ساتھ نکل گیا۔ باہر ایک بڑی سی گاڑی کھڑی تھی، گھر کافی بڑا تھا سفید رنگ میں رنگا گھر، سیاہ جنگلے کا دروازہ، گھر کے ستون تھوڑے رنگ برنگے ڈیزائنز میں تھے باقی گھر ایک حویلی نما گھر تھا، بڑا سا صحن اس کے ساتھ چھوٹا سا سوئمنگ پول تھا، جس کے گرد ایک دو بڑی صوفے نما کرسیاں تھیں جہاں دھوپ سیکی جا سکتی تھی۔ یہ جلال افندی ہاؤس

تھا۔پنجاب کے بڑے جاگیر دار کا گھر ،ایک مذہبی گھرانہ۔یہاں کے لوگوں کا زیادہ تر کاروبار زراعت تھا، صنعتوں اور ملز نے یہاں کافی فایدہ کیا تھا مگر پس پشت کسانوں کی کمر توڑ دی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

12○○○○○○○○

پلاٹ کافی طول تک پھیلا ہوا تھا، کانٹے دار تاریں ہر جگہ نصب تھیں۔رہٹ سے فصلیں سیراب کی جا رہی تھیں، عبداللہ گھڑی کے بونٹ پہ بیٹھا، فیض گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا سامنے کھیتوں کو دیکھ رہا تھا۔

میں نیکسٹ ویک اینڈ جا رہا ہوں چاہتا ہوں جانے سے پہلے تمھارا نکاح ہو جائے، عبداللہ نے خاموشی توڑی تھی۔

فیض اس کی طرف پلٹا پھر سامنے دیکھنے لگا۔

آپ میری وجہ سے کیوں جا رہے ہیں، وہ جانتا تھا وجہ وہی تھا۔

وجہ تم نہیں ہو فیضی! وجہ میں خود ہوں شاید نفیسہ کی جگہ کوئی اور نہیں لے سکتا پری اچھی لڑکی ہے اور تم سے وفادار ہے تم بھی پیار کرتے ہو اس سے میں یہ بات

جانتا ہوں، باری کی بات رہی تو تم سے ایک ریکوسٹ کرنا چاہتا ہوں، وہ چپ ہوا پھر گاڑی سے اترا۔

صرف کچھ وقت کے لئے اس کا خیال رکھنا میں بزنس سیٹ کر کے واپس آجاؤں گا اور پھر لے جاؤں گا ساتھ وہ ابھی چھوٹا ہے پری میں اسے نفیسہ دکھتی ہے۔ فیض نے بھائی کے چہرے کو دیکھا پھر ایک دم سینے سے لگا دیا بھائی کو، بھائی کندھا دینے والے ہوں تو آدھے مسئلے ختم ہو جاتے ہیں۔

وہ میرا ابھی بیٹا ہے بھائی! وہ مسکرا کر بولا۔

تھینک یو، تم پہ فخر ہے مجھے تم ہمارا خون ہو، وہ اس کے بازو تھام کر بولا اور اسے الگ کیا۔

ویسے آپ کو شادی کر لینی چاہیئے! اب دونوں بونٹ پہ بیٹھے تھے، عبداللہ نے اسے گھورا۔

باری کے لئیے بول رہا ہوں، وہ ایک دم سہم کر بولا۔

بعد کی باتیں ہیں دیکھیں گے! وہ ناک سے مکھی اڑاتا بولا۔

کیا وہ مصری لڑکی آج بھی سنگل ہے؟ فیض کا کہنا تھا پھر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر زور سے ہنسنے ایک دوسرے کے ہاتھوں پہ تالی مار کر وہ ہنسنے لگے۔

اللہ معاف کرے پیچھے پڑ گئی تھی یار! عبداللہ نے ہنسی با مشکل روکی ہنسنے کی وجہ سے آنکھوں سے پانی نکل گیا۔

اچھا بھلا داماد مصر کا گولڈن چانس کھو دیا۔ فیض نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔

شرم کرو بیوی کی بہن زندہ ہوتی تو تمھیں پوچھتی۔ عبداللہ کہہ کر ایک دم خاموش ہو گیا فیض نے آہستہ سے اس کے گرد بازو پھیلا دیا۔ دعا کیا کریں بس۔ اللہ آپ کو صبر دیں۔ اس کے لہجے میں ہمدردی تھی۔ فیض زخمی سا مسکرا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ooooooooo

14

قفس جب آہستہ آہستہ تانیں کھینچنے لگتا ہے تو پہلی چیز جو اس سے وجود میں آتی ہے وہ ہے خوف

کتنے قسم کے خوف ہوتے ہیں؟

! جلدی مر جانے کا خوف

موت کو قریب سے دیکھ کے خوف؟

! عروج کو زوال کا خوف

! جوانی کو بڑھاپے کا خوف

خوف انسان کے ضمیر کو جگائے رکھتے ہیں. اگر تم نے اپنے ضمیر کو سونے نہیں دینا تو خدا کا خوف ہونا ضروری ہے "خوف مر جائے تو انسان بد ترین جانور رہے"، قابوس نے خدائی کا دعوی کیا وہ خوف نگل چکا تھا" جن میں خوف خدا نہ ہو وہ سرکش ہو جاتے ہیں" اور خوف زندہ رکھنے کے لئیے ضروری ہے ضمیر زندہ رکھنا اور ضمیر کیسا ہونا چاہیے وہ کتاب الٰہی بتاتی ہے۔ تم جیسا گمان کرو گے ویسا پاؤ گے جو سعی کرو گے وہی ملے گا۔۔۔

بیڈ پہ پڑا ایک لڑکی کا وجود صاف بتا رہا ہے کہ وہ زندگی کے آخری لمحات جی رہی ہے، کمزور سا ڈھانچہ ہڈیوں کا ہار کہنا درست ہو گا۔ اس کا جسم زردی مائل تھا ، جیسے ہلدی سے رنگ دیا ہو چہرے پہ نکاہت کے اثرات واضح تھے، ہاتھوں کی

بے جان حرکت، خشک ہونٹ ہڈی ابھارتا چہرہ،، نیم مردہ حالت میں وہ اعراف تھی بیس سالہ اعراف حنزلہ کی بہن۔

دروازہ کھول کر ٹرے تھامے حنزلہ اس کی طرف آئی، اس نے مالٹی رنگ کی قمیض کے ساتھ سفید ٹراوزر پہنا تھا سفید دوپٹہ گلے میں لٹکا تھا بال ڈھیلے جوڑے میں قید تھے وہ ایک خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئی، اعراف نے منڈھی اس کی طرف موڑی انکھیں کھولیں اور پھر اسے آنکھوں سے اشارہ کیا۔

حنزلہ آرام سے اس کے سرہانے جا بیٹھی اور اس کا سر اپنے ساتھ جوڑ لیا۔

تھک گئی ہوں، ! دم توڑتی آواز میں اعراف بولی۔

ٹپ کر کے آنسو اس کے منہ پہ گرا۔

رویا نہ کرو مجھے لگتا ہے تمھاری موت زیادہ آنسو بہانے سے ہی ہونی ہے، وہ خفگی سے بولی۔

خنزلہ چپ رہی بس بے آواز رو رہی تھی۔

رونا ہو تو میری سامنے نہ آیا کرو حنہ ! اس نے انکھیں اٹھا کر بہن کو دیکھا۔

دیکھ لو جی بھر کے دیکھو، اعراف ہلکا سا مسکرائی۔ حنزلہ نے گھیرا تنگ کر لیا،

حنہ ! بھٹکنا مت، ! حنہ بھول جاؤ سب خدا سے رجوع کر لو حنہ ! وہ آنکھیں بند کیئے بول رہی تھی، حنزلہ نے آج کچھ نہ بولنے کی قسم کھائی تھی۔

باتیں تم جو پی رہی ہو نا کھا جائیں گی تمھیں غبار سنبھال کر نہیں رکھتے کبھی نہ کبھی نکال دیتے ہیں حنہ دل پہ بوجھ بھڑنے لگے تو جسم بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے، وہ کمزور آواز میں آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔

زیادہ نہ بولو اعراف زیادہ بولنا ٹھیک نہیں ہے ! حنزلہ نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

میں تمھارے لئیے بس ایک دعا کرتی ہوں حنہ، تمھیں کوئی ایسا ملے جو تمھارے راز تم سے جانے اور تمھیں اس سے کوئی خوف نہ ہو وہ تمھارا محافظ ہو، حلال کی محبت ڈھونڈنا لڑکی حرام میں مت پڑنا۔ وہ ہنسی تھی۔

چپ کر لے لیٹ جاؤ بک بک کرتی رہو گی تو طبیعت بگڑ جانی ہے، وہ اسے ڈھپٹ کر بولی۔

اعراف کچھ دیر اس سے باتیں کرتی رہی پھر سو گئی اس پہ چادر درست کرتی وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ دل میں غبار تھا اسے کھلی فضا چاہیے تھی وہ ایک سیڑھی پہ

بیٹھ گئی جس کے ساتھ نیچے کھلا سا صحن تھا جہاں ہلکی سبز گھاس لگی تھی (کھبل)۔۔وہ خاموشی سے وہاں بیٹھ گئی اور سر پلر کے ساتھ ٹکا دیا۔۔

15○○○○○○○○○

تھوڑا سا ہی بولڈ شوٹ ہے حنہ، تمھیں پیسوں کی اشد ضرورت ہے یہ مجھے پتا ہے، سوچ لو کارڈ رکھ کر جا رہی ہوں۔شازی آنٹی کی آوازیں اس کے ذہن میں گردش کرنے لگیں۔

اس نے فون ہاتھ میں سامنے کیا اس کے کوور میں کارڈ تھا، وہ نکال کر اب اس پہ رابطہ کر رہی تھی۔

وہ رسک لے رہی تھی اس لینا تھا یا نہیں، کبھی کبھی ہم یہ نہیں سوچتے غلط کیا ہے صحیح کیا ہے بس یہ سوچتے ہیں ضرورت کیا ہے، تب ہم ضرورت کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس نے کال بند کی پھر ایک نمبر ڈائل کیا۔

حنہ !کوئی مردانہ آواز ابھری تھی۔

فیور چاہیے عاصم !ایک لمحہ ٹھہر سانس بحال کر کے بولی۔

کیا تم ٹھیک ہو حنہ ! آواز میں بے چینی تھی۔

فیور دو گے ؟ وہ گلے سے زبردستی تھوک نگل کر بولی۔

تمھارے لئیے کچھ بھی۔ آواز مطمئن تھی۔

روپوش کر دینا کچھ دنوں کے لئیے مجھے ! وہ کیا کہہ رہی تھی عاصم کو سمجھ نہیں آئی

۔

کیا تم ٹھیک ہو حنہ ؟اس نے پھر سے سوال دہرایا۔

کاش ! حنزلہ نے آنکھیں بند کیں۔

حنہ کوئی بیوقوفی مت کرنا پلیز مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی، تم کیا بول رہی مشکل سے

باباااور مما کو راضی کیا ہے۔۔

منع کر دو انھیں ! وہ اس کی بات کاٹ بولی۔

حنہ تمھارا دماغ ٹھیک ہے تم

تمھارے لئیے کوئی بہترین انتظار کر رہی ہو گی عاصم مجھ پہ زمہ داری، ایم سوری۔

وہ دل پہ پتھر رکھ بول رہی تھی۔

حنہ تم ! تم کیا کرنے والی ہو ؟ عاصم نے ہڑبڑاہٹ سے پوچھا۔

ایم سوری عاصم !اس نے کہہ کر کال کاٹ دی اب وہ مسلسل رو رہی تھی،اسے دیر تک رونا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

16°°°'°°°°

رائٹ تھوڑا سا! یہاں ہاتھ اوپر ایسے ہاں ہاں پرفیکٹ، تھوڑا زرا پردے کو پیچھے کرو، گڈ، گڈ۔بس ایسے ہی پوز دینے ہیں۔
سفید رنگ کا کوسٹویم جس کے بازوؤں کی جگہ بس ایک ڈوری نما اسٹریپ تھی، معدے کی جگہ سے کپڑے ڈیزائن میں کٹ تھے چھوٹے چھوٹے کٹس تھے، جن سے جسم کا حصہ دکھائی دے رہا تھا، یہی حال باٹم کا تھا، گھٹنوں تک ٹراوز سائیڈوں سے کٹا ہوا تھا جس سے ٹانگیں واضح دکھائی دیتی تھیں، پلٹی تو کمر سے اوپر کا حصہ برہنہ تھا تاثرات کو قابو میں رکھے وہ اب اشاروں پہ پاز دے رہی تھی یہ کوئی سٹوڈیو نما جگہ تھی، جہاں کو ایک طرف سٹینڈ پہ موم بیتیاں جلائی گئی تھیں،اور ایک گھنٹی نما چیز لٹکائی گئی تھی (ڈریمر) بھی کہتے ہیں اس کی چھنکار ہوا کے چلنے سے شروع ہوتی ہیں، ٹن ٹن کی آواز سے کہتے ہیں خواب اچھے آتے ہیں۔دروازے کے بیچ سفید رنگ کے ہلکے ٹرانسپیر نٹ پردے ہیں جن میں

کھڑی وہ آڑھے ترچھے پوز دے رہی تھی وہ جانتی تھی وہ خسارہ کر چکی ہے مگر وہ یہ بھی جان گئی تھی کہ خسارے کے بعد کا نظارہ یا تو دیکھنے لائق ہوتا ہے یا پھر منہ چھپانے لائق،۔۔۔

سفید روئی نما پروں جیسا اپر اب اس کے بازو کو چھپا گیا تھا اب وہ سٹول پہ بیٹھی پوز دے رہی تھی،اور کبھی وہ صوفے پہ ٹانگیں لمبی ترچھی کر کے کیمرے کے سامنے تصاویر نکلوا رہی تھی۔

اس نے آخری بار عاصم کو یاد کیا۔پھر زخمی سا مسکرا دی۔

کاش موقع دیتی اے زندگی

ہم بھی تجھے ہنس کے جیتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

17○○○○○○○○○○○

دھڑادھڑ میگزین میں فرنٹ پیج کی زینت بنی حنزلہ پہ لاکھوں پاکستانی تنقید کر رہے تھے جبکہ یہی چیز مغرب میں سراہی گئی،دا بیوٹی آئیکن کا ٹائٹل اسے کومل چکا تھا مگر جو وہ کھو چکی تھی وہ اس کا کل اثاثہ تھا۔

کیمروں کی لائٹس اس کی آنکھوں سے کھیل نہیں پا رہی تھیں۔

میم پاکستان میں رہ کر بولڈنس !

میم آپ کا نیکسٹ کولیب ؟

میم بالیووڈ سے آفر ؟

میم میم جسٹ ونس !

میم چھوٹے سے رول سے آپ آج یہاں ہیں کیا چیز آپ کو یہاں تک لائ ؟۔

ایک صحافی کے سوال سے حنزلہ کا گلہ کانٹوں کی زد میں جیسے آ گیا۔

میم کیا بیوٹی آئیکن بننے کے لئیے اس طرح یو نو، اتنا بولڈ ہونا۔ ؟

صحافی کا سوال ادھورا ہی تھا کہ۔

نو مور کوئیسچن، گارڈ اسے لیکر جا رہے تھے۔ وہ ان کے محاصرے میں چل رہی تھی وہ تنقید کی سیڑھی پہ جا کھڑی ہوئی تھی۔ چپ چاپ وہ چل رہی تھی اس نے لانگ سکرٹ پہنی تھی جس پہ ہاف سلیو بلیو جیکٹ تھی ہائی ہیلز کے ساتھ ٹک ٹک کرتی وہ گاڑی میں جا بیٹھی۔

اب وہ جہاں جا رہی تھی وہ گھر کا راستہ تو نہیں تھا۔

اس نے ڈرائیور کی طرف فون بڑھایااور پھر سیٹ کے ساتھ سر ٹکا کر آنکھیں موندھ لیں۔

کاش امی ابو آپ کچھ تو سوچتے ہمارا۔۔اس نے تلخی سے سوچا۔

تب ہی فون پہ مسیج رنگ ہوا۔

اس سے اچھا تھا میں مر جاتی حنہ یہ دیکھ کر میرا مر نے کا دل چاہ رہا۔

میسج پڑھ اس کا دل اچھل گلے میں اگیا۔اس نے ہونٹ کے اوپر آیا پسینہ صاف کیا۔اوو ڈرائیور سے پانی مانگنے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

18°°°°°°°'°

وہیل چیئر پہ بیٹھی ہاتھوں کو دیکھتی اعراف، حد سے زیادہ چپ تھی،ایک نرس اس کے پاس بیٹھی تھی جو اس کے پیروں پہ مساج کر رہی تھی۔

وہ بری نہیں ہے خود غرض بھی نہیں ہے ہمارے لئیے کیا اس نے یہ سب !

اعراف نے مدہم سے ٹوٹتی آواز میں کہا۔

آپ ان سے غصہ ہیں؟ نرس اپنا کام ہنوز کر رہی تھی۔

کیا مجھے نہیں ہونا چاہیے ماریہ،؟! وہ تاسف سے پوچھنے لگی۔

کبھی کبھی ہم انسان ناں مطلب پرست ہو جاتے ہیں، ابھی آپ بھی یہ سوچ رہی ہوں گی لوگ کیا کہیں گے؟ کہ آپ کی بہن نے کیا بے ہودگی کی بلا بلا! وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھی، اس نے بلیو یونیفارم پہنا تھا۔ سر پہ حجاب تھا، انکھوں پہ چشمہ ----، دبلی پتلی جسامت سانولی رنگت، وہ نارمل تھی نہ بہت حسین نا بہت

اعراف نے اسے غور سے دیکھا۔

آپ کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ انھوں نے وہ کیوں کیا؟ وجہ کیا تھا، ظاہر ہے خاندان وجہ تھی، ماں باپ کی جدائی بچوں کی ہنستی زندگیاں کھا جاتی ہے اور جس طرح انھوں نے آپ کو یہاں تک لایا ہے وہ وہی جانتی ہیں، یہ قدم بھی شاہد آپ کے لئیے ہو، آپ صرف بک کا کور دیکھ رہی ہیں یا پھر اختتام دیکھ رہی ہیں، کہانی کائمکس سے خوبصورت بنتی ہے، کہانی کا کلائمکس دیکھیں عروج وزوال نہیں قیام دیکھیں۔۔ وہ کہہ کر چپ ہوئی اعراف نے اسے مشکور نظروں سے دیکھا۔

ہمیں اپنی بہن بھائیوں سے ویسے ہی نبھانی پڑتی ہے جیسے وہ ہیں، یہی فطرت ہے۔

خیر وہ آنے والی ہیں پھر ڈانٹیں گی چلیں چلتے ہیں اندر وہ اب اعراف کو وہیل چیئر کے ذریعے اندر لے کر جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔°°

°°°°°°°°

19

گاڑی ایک بڑے سے دروازے سے اندر آئی، چوکیدار نے دروازہ بند کیا اور فورا گاڑی کی طرف بڑھا دروازہ کھول کے حنزلہ کو باہر آنے دیا۔

وہ اس وقت گونیا (برینڈ) کا ڈیزائنر سوٹ پہنے تھی جس کے بازو اور دامن پہ کڑھائی ہوئی تھی، ہلکے گلابی رنگ کا سوٹ اور ساتھ سفید شلوار، ڈوپٹہ نہیں تھا۔ انکھوں سے چشمہ اتار ہیل سے ٹک ٹک کرتی وہ گھر کے اندر گئی، گھر دو منزلہ تھا، فلیٹ نما گھر، داخلی دروازے سے اندر جھانک کے دیکھو تو ایک بڑا سے لان ہے جس میں سفید کرسیاں اور میزیں رکھی ہیں، چھوٹی چھوٹی گھاس قالین کی مانند دکھائی دیتی ہے، پاؤں رکھنے سے معلوم ہوتا ہے جیسے ریشم پہ چل رہے ہو، بڑے چھوٹے گملے دیوار پہ بیلیں، لوکاٹ کے درخت، گھر کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھو تو چھوٹی سی راہداری کے بعد دائیں جانب اوپن کچن

ہے جو کہ ماڈرن طرز پہ بنایا گیا ہے، ڈبل ڈور فریج اور کچھ نئ مشین ہیں، کچن کے دوسرے طرف بالکل سامنے دو کمرے جڑے ہوئے، دونوں کے دروازے ہے آمنے سامنے ہیں، کمروں سے باہر صوفے رکھے گئے ہیں وہ جگہ ٹی وی لاونج ، پھر تھوڑی سی راہداری کے بعد اوپر کو جاتی سیڑھیاں ہیں، سڑھیاں اوپر کے کمروں کی طرف جاتی ہیں، یہاں دو کمرے اور ایک چھوٹا اسٹور روم ہے، کمروں سے نکلو تو بالکنی پہ رکھے پھول آپ کا انتظار کرتے دکھائی دیں گے، گھر کے پچھلے حصے میں سوئمنگ پول ہے جس کے پاس ایک ریسٹنگ چیئر رکھی گئ ہے۔

وہ آگے بڑھ رہی تھی گھر کا سارا احاطہ دیکھ چکی تھی، اس نے ٹھنڈی سانس اندر کھینچی، پھر فون نکال کر بالکنی میں آ کھڑی ہوئی۔

ہیلو فون پہلی بار میں ہی اٹھالیا گیا تھا مگر لفظوں کی آواز سنائی نہ دی لگتا تھا کہ بس اسے سننے کے لئیے کال اٹھائی نگئی ہے۔

نشکریہ ! وہ ہونٹ کاٹ کر بولی۔

جو بھی کیا تم نے وہ۔۔۔۔

کاش تم یہ سب نہ کرتی حنہ ! کوئی دور بیٹھا شکوہ کر رہا تھا۔

حنزلہ نے دل مسلا جیسے اس کے دل میں درد ہوا۔

اچھے لڑکوں کو اچھی لڑکیاں مل جاتی ہیں عاصم تمھاری لئیے دعا کروں گی۔۔۔۔

اب دعاؤں کی ضرورت نہیں رہی حنہ! تم نے سب ختم کر دیا یارء اس کی آواز میں اجنبیت تھی۔

مجھے معاف کر دینا شاید میں تمھارے قابل نہیں تھی، وہ کچھ لمحے کے توقف کے بعد بولی۔

ہاں شاید اب مجھے بھی یہی نلگنے لگا ہے۔

کہ میں واقعی تمھارے قابل نہیں تھی؟ اس نے تصدیق چاہی۔

نہیں، کہ ہم ایک دوسرے کا میچ نہیں ہیں، کوئی اور ہم دونوں کے لئیے ہو گا، ہمارا سول میٹ، تم بھی اچھی سول میٹ ہو حنہ پر شاید ہم ایک دوسرے کے لئیے فٹ نہیں تھے، تم دوست ہو رہو گی، باقی کشتیاں جلا دو۔ وہ جو کہہ رہے تھا وہ لفظ نہیں نشتر تھے، مگر وہ صرف بے آواز رو سکتی تھی۔

بیسٹ آف لک حنہ ! اس کے منہ سے اپنا نام جو اسے اچھا لگتا تھا آج اجنبیت کی آواز سنائی دینے لگا۔ اس نے فون کاٹ دیا، پلٹی تو وہیل چیئر پہ لڑکی اسے نم انکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

حنزلہ نے آنسو بہہ جانے دیئے، وہ اس کے طرف آئی پنجوں بل بیٹھی اور اس کی گود میں سر رکھ گئی۔

اٹس ہرٹ داموسٹ ! اس نے بس اتنا کہا اور پھر دھاڑیں مار کر روئی۔ اعراف کے ہاتھ ساکت تھے مگر آنسو حنزلہ کے بالوں میں برابر گر رہے تھے

----

ooooooo/

20

! ہمارے خسارے کے بارے میں کون جانتا ہے

بعض اوقات حالات ہمیں ایسے موڑ پہ لے آتے ہیں جہاں صرف کھونا لکھا ہوتا ہے، ہم ہر چیز کھو دیتے ہیں، دوست، احباب، اپنے، پر ہم تب صرف جکڑ جاتے ہیں، ہمارے ذہن ساکن ہو جاتے ہیں، ہم چیزوں کو سمجھ نہیں پاتے، ہم سب

کے قصور خود پہ ڈال خود کو کوستے رہتے ہیں، انسان ہمیشہ یہی سوچتا رہتا ہے کہ یہ کرتا تو یہ ہو ہوتا، یہ نہ کرتا تو یہ ہوتا وہ اپنی حالت پہ مطمئن نہیں ہوتا، پھر جو اس کے ساتھ ہوتا وہ پینک اٹیکس کی صورت اختیار کر لیتا ہے، ہماری سانس اکھڑنے لگتی ہے دل زوں زوں کر رہا ہوتا ہے لگ رہا ہوتا ہے کہ کوئی سر بجا رہا ہے، تب ضمیر کی ساری مثبت آوازیں سوئی پڑی رہتی ہے جو آواز سنائی دیتی ہے وہ پچھتاوا ہے۔۔ لوگ ہم سے واقف نہیں ہوتے، وہ ہمارے جوتوں میں نہیں چلتے مگر وہ ہمیں جج کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں، شیر کے ڈر سے جنگل میں جان جائے گی مگر انسان وہ تو سکون نہیں ہوتا جانوروں کو خوف رہتا کہ کب اشرف المخلوقات ہے وہ انسان کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہے کب تک ہم دوسروں کے دکھوں پہ ہنستے رہیں گے، کب تک لوگ اپنے خسارے گنتے رہیں گے، انسان اگر کسی کو سکھ نہ دے تو دکھ بھی دینے کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر کوئی آپ کا دل توڑے تو اخلاقیات کا یہ تقاضہ ہے دل جوڑلیں اور دل توڑنے والے کی ایک عدد ہڈی یادانت توڑ دیں۔ مسکرائیے اور مسکرانے دیجیے۔۔۔۔

افراء روعیل۔۔۔۔۔۔

آرٹیکل ختم ہو چکا تھا، سترہ سالہ لڑکے کے چہرے پہ مسکراہٹ ابھری۔
کتنا اچھا لکھتی ہیں یہ !اس نے تبصرہ کیا اور لیپ ٹاپ سائیڈ کرتا بیڈ پہ ٹانگیں دراز کر گیا اس وقت وہ ڈھیلی ڈھالی پینٹ شرٹ پہنے تھے، شفاف چہرہ انکھوں پہ چشمے گول مٹول چہرہ وہ کیوٹ تھا اور وہ رائیٹر اس کی پسندیدہ تھی۔اس نے دہرایا افراء روعیل پھر مسکرادیا۔کمرے سے باہر کا شور بڑھا تو اس نے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیا اور پھر ہیڈ فون اٹھا کر کانوں پہ لگا دیئے اب آوازیں دب چکی تھیں

ــــــــــــــــ

21°°°°°°°

بروکن فیملیز کے بچے یا بہت جلد میچور ہو جاتے ہیں، یا پھر بھٹک جاتے ہیں۔
ماں باپ کی آپس میں ان بن، شور شرابہ اولاد پہ کیا اثر ڈالتا ماں باپ نہیں جانتے، عورت کی آواز مرد کے برابر ہونے لگے تو تصادم ہوتے ہیں، بغاوت بڑھ جاتی ہے، ماحول میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے، اور سکون تو جیسے خلا ہو جاتا ہے۔
ہر بار اولاد ہی ماں باپ کو سمجھے ٹھیک ان کا فرض ہے مگر ماں باپ کا اپنی اولاد کو ڈی گریڈ کرنا، انھیں رشتے داروں کے بچوں سے موازنہ ایک بچے کی ذہنی

حالت خراب کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، آج کے والدین کو سمجھنا چاہیے کہ پرانے دور نہیں رہے وہ مصائب نہیں رہے، وہ خوراک نہیں رہی، دور بدل چکا ہے، لوگ پھر بھی دقیانوسی کی طرف جھکے چلے جاتے ہیں، مارکس، ڈگری کہیں کچھ معنی نہیں رکھتی تو کہیں ان کی پرستش کی جاتی ہے نوجوان نسل پہ اتنا بوجھ ڈالنا انھیں مینٹلی ہارم کرنے کے برابر ہے، سوچنے کی ضرورت ہے۔ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کے لئیے سب سے ضروری ایک فرد کا ذہنی سکون ہے جو کہ اس کے گھر سے میسر ہوتا ہے، اولاد کو بھی فرائض سمجھنے چاہیں، مگر آج کل والدین کو اس کی زیادہ ضرورت ہے دوسروں کو سمجھانے سے بہتر دوسروں کو سمجھنا ہے۔۔۔

افراء روعیل۔۔۔

آرٹیکل ختم ہوا، ارزم نے فون سینے پہ رکھ لیا، انکھیں موندھنے لگا۔آوازیں اس کے کانوں سے ٹکرانے لگی۔ مگر اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا، یہ اس کی سوچ تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کبھی پارک میں کبھی لائبریری میں ارزم کو اکیلے بیٹھا دیکھا جا سکتا تھا، لگتا ہی نہیں تھا وہ دوست بنا سکے کبھی، نا سگریٹ نوشی، کون سے لوگ ہوتے ہیں جو ڈپریشن میں دھاڑیں مارتے ہیں مگر ایک وہ ہے جو چپ چاپ بیٹھا رہتا ہے۔

انکل آج کا اخبار آیا؟ چشمے صحیح کرتے وہ پبلشر کے پاس پہنچتا صبح کا وقت تھا

یہ لو میاں آگیا تمھارا اخبار ہیڈ لائنز تو تم پڑھتے نہیں پھر کیا ڈھونڈتے رہتے ہو؟۔وہ مسکرائے۔

کچھ نہیں راہ فرار، وہ پھیکا سا مسکرایا۔

اس نے اخبار پلٹنا شروع کیا اس نے چھان مارا مگر وہ نہ دکھا جس کی تلاش تھی،۔

افف کدھر چلی گئیں آپ؟ وہ پریشان سا ہوا۔

کوئی آرٹیکل نہیں کوئی ناول نہیں یہ چوتھا مہینہ تھا جب سے افراءِ روعیل کی کوئی خبر نہیں تھی۔وہ سڑکوں پہ بستہ پہنے بنا مطلب کے پھرتا رہا۔

کیا کوئی اجنبی اچانک غائب ہو جائے تو ایسا ہوتا ہے۔

اس کا فون بجا۔

یس! اس نے اکتاہٹ سے فون اٹھایا۔

آجاؤں گا گھر! وہ برہمی سے بولا۔

پھر یونہی پھرتے پھراتے آخر وہ شام کو گھر پہنچ گیا جہاں پہلے سے ہی تو تو میں میں لگی ہوئی تھی اس نے ایک نظر گھر میں ڈالی سامنے اس کی بڑی بہن تھی جو اسے ہمدردی سے دیکھ رہی تھی وہ مسکرایا، اور کمرے کی طرف بڑھ گیا اور جا کر لاک کر دیا بہن افف کرتی رہ گئی۔ گھر کے جھگڑے افراد پہ اثرانداز ہوتے ہیں مگر جسے زیادہ نقصان دیتے وہ مرد ذات ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°°

23°°°°°°°

ارزم کدھر گم ہوتے ہو تم! کچھ اتا پتا نہیں، لڑکے ذمے داریوں سے جان چھڑاتے اچھے نہیں لگتے، یہ فرخ تھی ارزم کی بہن۔

وہ ہولے سے طنزیہ مسکرایا تھا۔

وہ اس کے پاس بیڈ پہ آبیٹھی جو لیپ ٹاپ میں گھسا تھا اس نے لیپ ٹاپ سائیڈ کیا اور تکیہ لے کر بہن کی گود میں تکیہ رکھ اس پہ سر رکھ دیا۔

کاش ہماری مام کو ڈائیورس نہ ہوتی آپا؟ کاش بابا افئیر نہ چلاتے! میں ایسا نہ ہوتا! وہ انکھیں بند کر کے بولا۔

حالات ہمارے تابع نہیں ہوتے بچے ہم ان کے تابع ہوتے ہیں! مجھے دیکھو طلاق لیکے بیٹھ گئی، وہ تلخی سے مسکرائی۔

مرد وفادار نہیں ہوتے آپا؟ وہ اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

مرد؟ پتا نہیں ارزم عورت عشق کرتی ہے مرد اکڑ جاتا ہے اسے پھر جوتی بھی نہیں سمجھتا خام میں ہیرا ہی کوئی ہوتا ہے جو اپنی عورت کو سمجھتا ہے ورنہ آج کے دور میں مرد ہر عورت کا دکھ سمجھتا ہے کیونکہ وہ نامحرم ہوتی ہے۔ اچھا مرد گلی گلی منہ نہیں مارتا اور یہی توقع میں اپنے بھائی سے بھی کرتی ہوں کہ وہ مجھے شرمندہ نہیں کرے گا۔

آپی فاریہ کے ساتھ میں نے بدتمیزی نہیں کی تھی۔ وہ ایک دم اٹھ بیٹھا بہن کے ہاتھوں کو پکڑ کر بولا اس کے لہجے میں صداقت تھی۔

میں جانتی ہوں، وہ اس کی ماں کی چال تھی تاکہ ہم دونوں بابا کے گھر سے نکل جائیں۔ یاد رکھنا جب آپ مخلص ہوں تب آپ لوگوں کو نہیں کھوتے وہ کھوتے

ہیں آپ کو: تمھیں اپنے کردار کی ہر جگہ گواہی نہیں دینی چاہیے کوئی بولے تم غلط ہو تو بول دو جی جناب میں غلط سہی۔ مگر کوئی تمھارے کردار پہ انگلی اٹھائے تو بھیڑیے بن جاؤ۔ وہ اس کا چہرہ تھام کر بولی۔

چلو اب کھانا کھائیں یہ سوتیلے لوگ تو کھانا بھی نا کھانے دیں۔ وہ چڑ کر بولی۔

آپ تو پوری قوالی سنتی ہوں گی میں تو گھر سے نکل جاتا ہوں وہ چپل پہن کر بولا۔

اسی لئیے کبھی کبھی میں سوچتی کہ کاش میں لڑکا ہوتی۔ وہ کہہ کر ہنس دی تو ارزم بھی ہنس پڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 24°°°°°°°°°°

کہانی کے دوسرے کردار کی طرف۔۔۔۔

! میم اٹھیں پلیز وہ اعراف میڈم

یہ میڈ تھی جس نے حنزلہ کو جنھجھوڑا تھا۔

کیا کیا ہوا ہے؟ وہ انکھیں مسلتے ہوئے بولی۔

! میم وہ اچانک ان کی ٹانگوں سے سانس نکلا آپ چلیں پلیز

وہاٹ !اس نے بستر دور پھینکا جلدی سے اٹھی وہ سفید کپڑے پہنے ہوئی تھی۔ جوڑا بنائے وہ باہر کی طرف بھاگی، ملازم پریشان دکھائی دے رہے تھے، وہ کمرے کی طرف گئی اس نے اعراف کا سر گود میں لیا۔اس کی حالت خراب تھی

۔

ایمبولنس آتی ہو گئی !نرس فورا بولی۔

ناٹ دِز ٹائم اللہ !وہ اسے خود میں بھینچے بولی۔

اس کو مت چھیننا مجھ سے پلیز !وہ رو رہی تھی، یہ دن کے نو بجے تھے۔

ایمبولنس کا ہارن سنائی دے رہا تھا وہ اب اسے لیکے جا رہی تھی۔وہ بھی دیوانہ وار بھاگ رہی تھی وہ اعراف کے آخری سانسوں کو گن رہی تھی،اس کا ہاتھ تھامے وہ لرز رہی تھی ہونٹ پھڑ پھڑا رہے تھے،وہ مسلسل ہل رہی تھی۔

اس کی حالت خراب تھی، ہسپتال میں وہ پہنچ گئے تھے، فورا ڈاکٹر اسے آئی سی یو میں لے گئے تھے اعراف کی انکھیں بند تھیں۔ کوئی حرکت کوئی سائی کچھ نہیں۔

حنزلہ کو بینچ پہ ڈھتے صاف دیکھا جا سکتا تھا۔وہ اپنا آخری رشتہ کھونے جا رہی تھی۔

اسے خوف آیا تھا اس نے موت کا خوف ارد گرد محسوس کیا۔ وہ گلے پہ ہاتھ پھیر رہی تھی کبھی پسینہ پونچھ رہی تھی، موت برحق ہے کفن پہ شک ہے، اسے کچھ سنائی دیا۔ وہ بھونچکا گئی۔ اس کے پاس ماریہ اسے حوصلہ دے رہی تھی oooooooooo

25

پیشنٹ کے ساتھ کون ہے، سبز گاون پہنے ڈاکٹر اس کے طرف آئے۔

وہ ایک دم بوکھلا کر اٹھی۔

میں! وہ یک دم بولی۔

مس آپ ایم سوری، وہ آخری سانسوں کو گن رہی ہیں، ہم نے پوری کوشش کی مگر ان کی ڈیفیشنسیز بہت زیادہ ہیں، جس کی وجہ سے وہ----ڈاکٹر چپ ہوا۔

صرف وہی ہے ڈاکٹر، اسے نہیں مرنے دیں پلیز، میں نے تین جنازے ساتھ دیکھیں ہیں اب ہمت نہیں ہے اسے بچالیں پلیز، وہ ہچکیاں لے رہی تھی وہ گڑگڑا رہی تھی۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے مگر اللہ کی جو مرضی، وہ تاسف سے بولے اور چلے گئے۔

اس نے تعجب سے آسمان کی طرف دیکھا۔

آپ ایسا نہیں کر سکتے، میں اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتی مجھ پہ رحم کریں، پلیز اللہ جی مجھ پہ رحم کریں بچالیں اسے اگر آپ نے اسے نہیں بچایا میں کبھی آپ کی طرف نہیں لوٹوں گی، کبھی نہیں، وہ بڑبڑاتی ہوئی آئی سی یو کی طرف جانے لگی۔

ماں باپ اور بھائی کھوئے ہیں، عاصم بھی کھو گیا ہے کچھ نہیں بچا کھو کھلے نام کے سوا، مت کریں مجھ میں ہمت نہیں ہے پلیز وہ اپنی چادر کو مسلتے بول رہی تھی۔

اس کے سامنے اعراف کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں، ماریہ بھی اس کے ساتھ تھی ڈاکٹروں کا عملہ بھی وہیں موجود تھا۔ اعراف کی انکھیں ہمیشہ کے لئیے بند ہو گئیں، وہ پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھے جا رہی تھی، اس بار اس کی انکھیں خشک تھیں دل پھٹ رہا تھا، صاحب خزن بچھڑ چکی تھی۔

اناللہ وانا الیہ راجون، اس نے لبوں سے ملتے سنا۔ اس نے نئے گھر میں سب تیاریاں کی تھیں سوائے کفن کے!

آج اس نے آخری رشتہ بھی کھو دیا

تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

،26°°°°°

جنازہ آبائی علاقے میں پہنچا دیا گیا تھا، کچھ لوگ اسے نرمی سے دیکھ رہے تھے، کچھ دکھاوے کے لئے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ رہے تھے۔ کچھ اسے رونے کا کہہ رہے تھے۔«««»»»

آج اعراف کو گزرے دو ماہ ہو چکے تھے۔ حنزلہ نے ایک نماز تک نہیں پڑھی۔ کبھی کہاں کبھی کہاں بیٹھ جاتی، ماریہ کو اس نے انیست محسوس ہوئی۔
میم! وہ اس کے پاس بیٹھی جس نے پلر سے سر ٹکایا تھا، میک اپ سے عاری چہرہ ،خشک جلد، بکھرے بال۔
ہمم! وہ سیدھی ہوئی۔

رو لیں دل ہلکا کر لیں، یوں دل میں سب رکھنے سے انسان آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔خدا سے ناراض نہ ہوں! وہ اس کے پاس بیٹھ کر اسے سمجھا رہی تھی۔

کیوں چھین لیا سب کو مجھ سے ؟وہ سوالیہ طور پہ ماریہ کو دیکھنے لگی۔

---- آزمائش تھی

مجھ پہ ہی کیوں ؟وہ ایک دم درشتی سے بولی۔

صبر سے کام لیں میم! وہ اس کا شانہ دبا کر بولی۔

صبر ؟چپ ہونا صبر ہے نا؟ دیکھو میں چپ ہوں بول ہی نہیں رہی کوئی شکوہ نہیں۔

پھر خدا اور آپ کے درمیان فاصلے کیوں، وہ سختی سے جملے کاٹ کر بولی۔

میں انھیں پسند نہیں ہوں ناں تب ہی مجھ سے سب چھین لیا وہ چاہتے تھے کہ ان کی راہ پہ آؤں تو نہیں کرتے یہ سب کیا ضرورت تھی بولتے کن اور میں ان کے راستے پہ آجاتی مجھے راستے پہ لانے کے لئیے مجھ سے رشتے چھیننے ضروری تھے ؟

وہ تاسف سے پوچھنے لگی اس کی آنکھیں سرد مہری برت رہی تھیں۔

معجزات ایسے ہی نہیں ہوتے مومن کو آزمایا جاتا ہے موت سے، بھوک سے، مال کی کمی سے! یہ میں نہیں اللہ کہہ رہا۔ وہ اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔

خدا اب بھی آپ کو رحمت میں رکھنا چاہتا ہے آپ ایک قدم اس کی طرف بڑھائیں گی تو وہ دس قدم آپ کی طرف بڑھائے گا۔ ماریہ مسکرا کر بتا رہی تھی۔

وہ چپ رہی تب ہی عصر کی آذان ہونے لگی۔

کچھ دیر بعد ماریہ اسے لیکے نماز پڑھ رہی تھی اس کی سوچیں متحرک تھیں مگر وہ خدا کے سامنے کھڑی تھی ہزار شکوے تھے مگر وہ خدا تھا اس کی الگ قدرت ہے اس کے فیصلے وہ جانتا ہے وہ بہتر تدبیر کرتا ہے کیونکہ وہ عالم غیب

ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°°27

!ایک سال بعد

دھڑا دھڑ رسالوں میں اس کی تصاویر چھپی تھیں، ہر فرنٹ صفحہ اس کی خوبصورتی سے لدا پڑا تھا۔ اس کی بے نیازی عام تھی، شہرت بھی ناں، پیرزمین

پہ ٹکنے نہیں دیتی، ہر نیا پراجیکٹ حنزلہ کی ڈیمانڈ کر رہا تھا یوں تو اس کے پاس مصروف رہنے کو سو طریقے تھے مگر وہ اب سگریٹ نوشی پہ بھی لگ چکی تھی۔

دھڑا دھڑ اشوٹس، اسے خدا سے کہیں دور لے گئے تھے، اس نے خود کوشش ہی نہیں کی کہ واپس پلٹ جائے، قرآن کہتا ہے انسان جس چیز کی سعی کرتا ہے اسے وہی ملتا ہے"۔ اس کے جذبات کہہ تکیہ رکھ سع چکے تھے، ضمیر کو جانچنا اس نے گنوارا نہیں کیا مگر کوئی تھا جو اس سے پریشان تھا جو اسے دور بیٹھ کر بھی سمجھ سکتا تھا شاید اس کی کھوکھلی ہنسی کو وہ واقعی سمجھ سکتا تھا۔

کمپیوٹر سکرین آن تھی، اس پہ چند تصاویر تھیں جن میں ایک تصویر حنزلہ گل کی تھی۔ ہوڈی میں بیٹھے اس نفس نے ٹھنڈی سانس بھری اور کمپیوٹر آف کر کے چیئر سے ٹیک لگا دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

28°°°°°

معروف ماڈل حنزلہ گل کی کامیابی پہ پڑوسی دیس سے انھیں فلم کی آفر کر دی گئی مگر ماڈل اور اداکارہ کا کہنا ہے وہ ملک سے باہر کام نہیں کرنا چاہتی۔ ان کے کمنٹس نے فینز کو دیوانہ بنا دیا لوگ ان کو سراہنے لگے ہیں۔ آپ کو بتاتے چلیں

کے لئیے بھی کام کیا ہے، ماڈل کا ستارہ vouge کہ ماڈل نے سپر برینڈ بلندیوں پہ ہے، اوراس وقت بھی حنزلہ گل بہت سے بڑے پراجیکٹ کے ساتھ کولیبریٹ کرتی دکھائی دے رہی ہیں۔۔۔

نیوز بند ہوئی، وہ اس وقت بحریہ ٹاون میں تھی، فلیٹ بدلنااور لباس بدلنااب اس کے لئیے ایک مانند تھا، اب اس کے پاس کھونے کو صرف اس کی ذات تھی، سب کچھ فراموش کرنا چاہتی تھی مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا کبھی کبھی حادثات آپ کی یاداشت بن جاتے ہیں بھلائے نہیں بھولتے۔

شہرت اس کے دروازے پہ جا بیٹھی تھی اور وہ اس کا نا تو جشن منا رہی تھی نہ سوگ۔ ہم اگر کچھ نہیں ہوتے تو ہمارا خواب ہوتا پے کہ ہم سب پچھ ہوں اور جب سب پچھ ہوتے ہیں تو خواہش کرتے ہیں کاش ہم پچھ نہ ہوتے۔ اس کے ساتھ بھی یہی ہو رہا تھا، مگر اب اس کی زندگی میں جو ہونے لگا تھا وہ ایک ایڈونچر سفر تھا جس میں اس کے اور بھی ساتھی تھے اور وہ اس سفر سے انجان تھی

۔۔۔۔۔.

کاغذ میز پہ دھرے پڑے تھے، پین کی سیاہی کاغذ کو داغدار کر رہی تھی مگر وہ جیسے ہوش میں نہ تھی، لفظ کیوں روٹھ جاتے ہیں، جانتے ہیں رائیٹر کب کرسڈ فیل کرتا جب اس کے ہاتھ میں قلم ہو مگر ذہن میں لفظ نہ ہوں لفظوں کا وزن ہوتا ہے وہ بوجھ بھی ڈال سکتے ہیں بوجھ ہلکا بھی کر سکتے ہیں،

آخر اس نے فون اٹھایا اور ڈیٹا سوئچ کیا، اس کے نام پہ بہت سے میسج ای میل تھیں مگر جو نام نمایاں تھا وہ ارزم ملک تھا۔ وہ مسکرا دی واحد ریڈر جو اس کے ہر لفظ کو سراہتا تھا۔

اس نے کچھ لمحے سوچا اور پھر اس کی پوسٹ تھی۔

no more writing, bye to all readers thank you for your love ۔

اس نے فون آف کیا سم نکال کر باسکٹ کی نذر کی۔

کسی ایک نگیٹیو کمنٹ کی وجہ سے سارے مثبت کمنٹ بھی ہلکے وزنی لگتے ہیں۔ وہ جانتی تھی لوگ اس کا انتظار کر رہے ہوں گے، تنقید نگار موقع کی تلاش میں ہوں گے کہ نیا لکھے اور ان کو بھی کانٹینٹ مل جائے، مگر وہ بے سدھ تھی بے

پرواہ تھی،۔اس نے اب کچھ نہیں لکھنا تھا،۔اس نے انکھیں بند کیں پھر کچھ ماضی کے پنہاں پنوں سے کچھ جھلکیاں اس کے سامنے لہرانے لگیں۔

آپ اگر نہیں پوسٹ کر رہے تو چھوڑ دیں !اس نے کال پہ کہا تھا۔

میڈم نیٹ ورک ایشو ہے تب وقت لگتا ہے آپ چاہتی ہیں تو ہم کر دیتے ہیں پوسٹ، مردانہ آواز تھی۔

نہیں چھوڑ دیں باقی ویب سائٹس پہ پوسٹ ہو چکا ہے ناول آپ رہنے دیں۔وہ دھیمے لہجے سے بولی

میڈم آپ غلط کر رہی ہیں،ٹائم لگتا ہے

مجھے لگتا ہے دس دن بہت ہوتے ہیں گندے ناول پبلش کرنے میں آپ کو وقت نہیں لگتااور ہم جیسی رائیٹرز کے ناول ؟وہ تضحیک بھرے لہجے میں بول۔

میڈم آپ ایسے بات نہیں کر سکتی،کاٹ دار لہجے میں کہا گیا۔

میں کوئی آپ کی ماتحت نہیں ہوں جو ہر ماہ مفت کی کہانیاں دیتی رہوں مل گیا ہے مجھے پلیٹ فارم جو کم از کم ٹائم پہ پبلش بھی کرے گا اور پے بھی کرے گا۔ وہ ترش روی سے بولی تھی۔

میڈم شروع شروع میں انسان ایسے ہی اڑتا ہے مگر کبھی کبھی زمین سے ٹکرا ایسی ہوتی ہے پھر اڑ نہیں سکتا، خدا حافظ، آپ جیسے رائیٹرز کو زرا سا شہرت مل جائے آپ تو زمین پہ چھوڑ دیتے ہیں، ذہن کو زنگ لگ جائے تو صلاحیتوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے یہ وقت سکھا دیتا ہے۔ کھٹ سے کال بند کر دی گئ۔

ہنہہ گدھا نہ ہو تو، وہ ہنکار بھرنے لگی۔

کم آن میں فیمس ہو رہی ہوں لوگ پسند کرنے لگے ہیں مجھے اور یہ دو ٹکے کی ویب سائٹ، وہ ہنسی تھی۔

فلیش بیک!..

آج افراء گل کو سال ہونے لگا، تھا، مگر اس نے کچھ نہیں لکھا تھا اک اشاریہ چھے ملین لوگ اسے پڑھنے کے لئیے بے تاب تھے مگر اس کا ذہن بھی زنگ آلود ہو

چکا تھا جو اسلامی کہانی لکھتی تھی وہ کب پٹری سے اتر رومانوی فحاشی لکھنے لگی اسے خود بھی نہ پتا چلا۔

اسے دکھ ہوا تھا جب اسے ایک جانا پہچانا کمنٹ آیا تھا۔

آپ سے یہ امید نہیں تھی کہ روحانیت سے نکل کر ام موڈسٹی کی طرف چل دیں

ارزم ملک۔

تب اس کے دل کو کچھ ہوا تھا، وہ ریڈر جو اس سے ہر بات پہ مشورہ لیتا تھا اب اس پہ تنقید کرنے لگا تھا وہ اس سے ملنا چاہتی تھی مگر کہاں کیسے وہ ایڈونچر سفر میں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

oooooooooo

30

₹اب چلتے ہیں سفر کے اگلے مسافر کی طرف

دروازے کے دھڑام سے کھلنے سے فضا میں ارتعاش ہوا، وہ جو بازو آنکھوں پہ رکھ چت لیٹا ہوا تھا، ایک دم سیدھا ہوا آنکھیں ملنے لگا۔

کب تک ایسے رہنے کا ارادہ ہے ڈاکٹر صاحب! یہ ہما تھی ڈاکٹر حمدان کی بیوی۔

حمدان ایک خوش شکل لگ بھگ تنیتس سالہ مرد تھا۔

وہ آئی اور اس کے پاس بیٹھ گئی، وہ چپ رہا۔

ہما نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

بس کر دیں، آپ نے کچھ نہیں کیا، وہاں اور ڈاکٹر بھی تو تھے اگر آپ کو معدہ واش کرنا یاد نہیں آیا تو باقی بھی تو وہاں تھے وہ بچہ کوما میں ہے ٹھیک بھی ہو سکتا ہے ؟. وہ امید سے بولی۔

میں نے استعفیٰ دے دیا ہے ہما، ! وہ کچھ دیر چپ رہنے کے بعد بولا ہما نے اسے حیرت سے دیکھا۔

-------- حمدان آپ کیسے روزی روٹی کو لات مار سکتے ہیں نینا کا سکول فائز کا میں مینج کر لوں گا مگر پلیز فورس نہ کرو میں اب کسی کا علاج نہیں کروں گا، ہماری کلنک کو بیچ دیں گے ہم کچھ سیونگ بھی ہیں، وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

اوکے میں فورس نہیں کرتی مگر آپ کی سکلز؟اپ کا پیشن؟ وہ اس کے چہرے کو اٹھا کر بولی۔

کبھی کبھی چھوٹے خسارے ساری زندگی کا کلنک بن کر رہ جاتے ہیں ہما۔ائی نیڈ سم ٹائم ٹو گیٹ اوور اٹ، وہ پھیکا سا مسکرایا۔

میں آپ کے ساتھ ہوں ہمیشہ! وہ اس کے شانے پہ سر رکھ کر بولی۔

شکریہ وہ زیر لب مسکرا کر اس کو تھپک کے بولا۔

آپ اپنا خیال رکھیئے گا میرا دل نہیں کر رہا آپ کو چھوڑ کر جانے کو۔

ہم میرے بچوں کو نانا نانی سے ملوانا لڑکی لندن دکھا آؤ انھیں بھی، اشعر کل آرہا ہے، خیال رکھنا۔ وہ اس کے گال کھینچ کر بولا۔

ایم گونا مس یو! وہ اداسی سے بولی۔

میں تو باکل نہیں کروں گا، ہرگز نہیں، وہ اسے چڑا کر بولا ہما نے اس کے سینے پہ مکا مارا۔

آہ لڑکی مذاق کر۔ رہا تھا۔

سال بعد وہ مسکرایا تھا یہ تھا سفر کا ایک اور مسافر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عاصم تم نے کیس لینے کیوں بند کر دیئے ہیں! یہ وقار صاحب تھے جو سنئیر وکیل تھے۔جو کہ اس وقت عاصم کے آفیس میں موجود تھے۔

کچھ نہیں سر بس ایسے ہی کچھ ٹائم خود کو دینا چاہتا ہوں! وہ پھیکا سا مسکرایا۔

کیا یہ الوینہ کیس اسکا سبب ہے؟ تمھارا ایم پروفیشنل بیہوئیر؟ وہ اچٹی نظروں سے اسے دیکھ کر بولے۔

عاصم نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

تم گلٹی ہو؟ وقار صاحب نے اسے جانچنا چاہا۔

وہ نظریں جھکا گیا۔

اس لڑکی نے خودکشی کی تھی۔۔۔۔۔

پر وجہ میں تھا، میں نے اسے انصاف نہیں دلایا! وہ پھٹ پڑا اور میز پہ کہنیاں ٹکا سر ان میں گرادیا۔

ہم وکیل ہیں عاصم ہمارا کام کیس لڑنا ہوتا ہے۔ ہمیں کہانیاں گھڑنی پڑتی ہیں تاکہ کیس جیت سکیں، وہ مصلحانہ لہجے میں بولے۔

نہیں سر ہم مقصد بھول جاتے ہیں ہمارا کام پیسے بٹورنا نہیں ہوتا انصاف دلانا ہوتا ہے الوینہ کے خلاف کیس لڑنے سے پہلے کاش یہ بات سمجھ میں آجاتی تو وہ زندہ ہوتی، کاش،ایک دم وہ کہہ کر رو پڑا۔

وقار صاحب آگے آئے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔

اللہ اسے بخشے ! وہ آرام سے بولے۔

میں کبھی خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا،وہ سختی سے مکا میز پہ مار کر بولا۔

یہ تھا سفر پہ جانے والا ایک اور مسافر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°32

وہ جلدی جلدی چپل کی اسٹرپ بند کر رہی تھی،آج اتنے عرصے بعد اس کا کوئی اسکرپٹ کسی کو پسند آیا۔،وہ خوشی خوشی تیار ہو رہی تھی، حنزلہ اس کی دوست تھی وہ آج اسی سے ملنے جا رہی تھی۔اس نے شیشے میں ایک نظر خود کو دیکھا۔موو کلر کا لباس پہنے ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ سر پہ کالی چادر اوڑھے وہ اب گھر سے نکل رہی تھی۔

مما میں پتا نہیں کب آؤں پریشان نہیں ہونا اوکے ! ویسے بھی جاذب آ چکا ہے
!!!اس کے ساتھ وقت گزارنا میں کوشش کروں گی حنہ اکیلی ہے تو

میں سمجھ رہی ہوں۔ تم جاؤ اس کے ساتھ ٹائم گزارو اکیلے رہ کر بور ہو جاتی ہے،

وہ کام میں مصروف بولیں۔

آپ تو سر سے اتارنے والے کام کرتی ہیں بس، وہ خفگی سے بولی۔

پھر وہ کار میں بیٹھ کر کیفے کی طرف جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ کافی ٹائم کیفے میں حنزلہ کے سامنے موجود تھی۔۔۔۔

33°°°°°

میڈم سنا تھا رائیٹرز وقت کے پابند ہوتے ہیں، حنزلہ اسے دیکھ کر اٹھی تھی گلے
ملنے کے بعد الگ ہوتے ہی پہلا شکوہ تھا۔

ارے وہ چھوٹے موٹے رائیٹرز کے بارے میں بولا جاتا میں تو سلیبرٹی ہوں ناں،
وہ چہکی کرسی کھینچ کر بیٹھی۔

کیا آڈر کریں ! حنزلہ نے پوچھا۔

کچھ بھی چلے گا، وہ بیگ کرسی کے نیچے چھوڑ کر بولی۔

ویٹر! حنزلہ نے آواز لگائی۔

ٹو چکن سینڈوچ وِد ٹو کافی! وہ آڈر دے چکی تھی۔

آج خاصے دنوں بعد نکلی ہو! حنہ نے آگے ہو کر کہا۔

پتا نہیں پیروں کو کھجلی ہو رہی تھی میں نے سوچا کہیں سفر کرنا ہے اب تو میڈم جی کا بلاوا آیا، وہ اس کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

وہاٹ؟ میرا! پر مجھے تو تم نے یہاں بلایا ہے ناں! حنزلہ چونکی تھی۔

حنہ؟ مذاق بعد میں فالحال بھوک لگی ہے، وہ ہنسی۔

میں مذاق نہیں کر رہی فری، وہ سنجیدہ تھی، ایک پل کو افراء نے اسے دیکھا۔

تو تمھارے کہنے کا مطلب ہے ہمیں یہاں کسی نے بلایا؟ چلو اچھا ہے اگر بلایا ہم مل گئے، چلو شروع کرو، وہ لاپرواہی سے بولی، حنزلہ نے سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

کھانے کے دوران وہ باتیں کرنے لگیں۔ خوب انجوائے کر رہی تھیں اب وہ کیفے سے باہر نکلیں۔

ایسا کرتے میری گاڑی میں جاتے ہیں تمھیں پھر ڈراپ کر لیں گے، شاپنگ پہ جانے کا پلان بن چکا تھا، افراء حنزلہ کی گاڑی میں بیٹھی، اس کے ساتھ ہی حنزلہ بھی بیٹھ گئی۔

ڈرائیور کے چہرے پہ ماسک تھا، گاڑی بڑھنے لگی وہ دونوں فون میں کچھ ڈسکس کر رہی تھیں۔ اچانک گاڑی کو بریک لگی، افراء اور حنزلہ کا دل میلا ہونے لگا جیسے الٹی آنے لگی، دونوں نے گاڑی کے بیچ بوتل دیکھی اور پانی پی لیا۔

اب کچھ سکینڈ بعد پچھلی سیٹ پہ وہ بے سدھ پڑی تھیں۔

ڈرائیور نے ماسک اتارا شیشے میں پیچھے دیکھا پھر مسکرا دیا۔

مشن سکسیسفل وہ زیر لب مسکرایا۔۔۔۔۔ 34°°°°

گاڑی چلے جا رہی تھی، پتا نہیں کون سی جگہ تھی روڈ کے سائیڈوں پہ درخت ہی درخت تھے بادل بالکل جھنڈ میں تھے، حنزلہ نے آہستہ سے انکھیں کھولیں وہ دھندلی نگاہوں سے دیکھنے لگی، اس نے حرکت کی کوشش کی تو اس نے ہاتھوں پہ رسی کو پایا، اس نے اٹھنے کی تگ ودو کی پھر سائیڈ میں پڑی افراء کو دیکھا جو ابھی بھی بے ہوش تھی پل بھر اس نے اسے اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ ہل نہ سکی،

اس نے پنے جوڑنے شروع کیئیے دماغ میں فورا کیفے کا کھانا یاد آیا، ویٹر ؟اس کی آنکھوں کے آگے منظر عام ہوا۔

حنہ نے سوچنے کی کوشش کی۔اس کے منہ پہ پٹی تھی اس نے ٹانگوں سے سیٹ پہ لات ماری۔ڈرائیور نے اس کو دیکھا۔

افف کیا۔

وہ سر ہلانے لگی، اسے لگا بس وہ اغوا ہو چکی ہے، اور اس سے برا اس کے ساتھ کیا ہو سکتا تھا۔وہ یہ سوچ کہ رہ گئی۔اس نے افراء کو نرمی سے نم انکھوں سے دیکھا۔

تمھارا تو خاندان بھی ہے فری اس نے سوچا اور پھر آنکھیں بند ہونے لگیں۔۔۔۔۔ oooo

35

ہیلز کی گھسیٹنے کی آواز سنائی دے رہی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کسی کو کندھوں پہ لایا جا رہا ہے مگر پاؤں گھسیٹتے چلے جا رہے ہوں۔

حنزلہ نے آدھ کھلی آنکھوں سے دیکھنا چاہا وہ کچھ راہداری تھی۔جہاں کیمرے تھے۔وہ گرل کے دروازے سے اندر لائی جا رہی تھیں۔

اس کے پیر میں درد تھا، شاید موچ آئی تھی۔ وہ اونچے سانس لے رہی تھی۔ اب انھیں ایک سٹور روم میں لایا گیا جہاں ایک طرف کرسیاں تھیں، کچھ میٹریس پڑے تھے، کچھ عجیب سا ماحول تھا مگر دھندلا نظر آنے کی وجہ سے وہ قاصر تھی کہ چہرے غور سے دیکھ پاتی۔

اچانک اس کے کانوں میں سرگوشی ہوئی۔

ویلکم حنہ ٹو ایڈونچر! وہ کرنٹ کھا کر گری تھی۔۔۔۔۔

°°°°°°36

آہ میرا سر! آس پاس ہاتھ مارنے کے افراء نے اٹھنے کی کوشش کی مگر سر بھاری ہونے لگا، غنودگی کی وجہ سے پھر سے ڈھے گئی۔

کچھ دیر بعد پانی کی چھینٹوں کو اس نے چہرے پہ محسوس کیا،

ہینڈسم! دھندلا سا چہرہ دیکھ اس نے بے ساختہ کہا۔

کتنا اچھا خواب ہے کم از کم ہینڈسم لڑکا تو دیکھنے ملا، وہ بے خوابی میں بولی۔

محترمہ آپ جاگ جائیں افسوس کے ساتھ یہ خواب نہیں حقیقت ہے، اور آپ اس وقت ایک انجان جگہ پہ ہیں، بھاری آواز سے وہ ایک دم چونکی۔

ہیں ؟ حقیقت میں بھی اتنے ہینڈ سم لڑکے ہوتے، وہ ایک دم سیدھی ہوئی انکھیں ملنے لگی۔ پھر اس نے دیکھا ساتھ والی کرسی پہ حنہ تھی، اس کے ہاتھ بندھے تھے۔

حنہ تمھارا شوٹ ہے کیا ان گدھوں نے ہمیں کیوں باندھا، پرینک چل رہا ہے کیا ، ایک دم اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

ڈریں مت آپ کے ساتھ کچھ غلط نہیں ہو گا محترمہ بشرطیکہ آپ تھوڑا تعاون کریں، اب کی بار کوئی دوسرا شخص بولا تھا۔

ایجنٹ 79۔ افراء نے انکھیں مل کر اس کی شرٹ پہ غور کیا۔

وہ پلٹ گیا، یہ کوئی سٹور روم سا تھا بڑا سا جہاں لائٹس لگی ہوئی تھیں، فرش پہ چٹائی نما دریاں تھیں۔

افراء نے اس حیرت سے دیکھا۔

دیکھو تاوان کی سوچنا بھی مت میرے گھر والے کتنے کنجوس ہیں میں جانتی ہوں دس روپے بھی نہیں دیں گے، وہ اپنی قینچی نما زبان چلا کے بولی۔

میڈم زبان کو تھوڑا آرام دیا کریں بہت بولتی ہیں آپ، اینجبٹ اس کو گھور کر بولا

۔

تمھیں ادب نہیں ہے قیدی سے ایسے کوئی بات کرتا، وہ ایک دم بپھر گئی۔

ایجنٹ نے افف کر کے خوبصورت آنکھوں والے مرد کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو (
.اس کو کون سنبھالے گا،)

وہ شانے اچکا گیا۔

آپ ایک سفر پہ ہیں، مس حنزلہ گل اور افراء رو عیل، کچھ دنوں میں آپ بہت کچھ سیکھیں گی انشاءاللہ امید ہے آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں گیں۔ وہ آگے کو آیا پاکٹس میں ہاتھ ڈالے منہ پہ ماسک چڑھائے، جو گرز پہنے بے نیازی سے بولا۔

میرے ابا کو بہت امید تھی کہ بیٹا ہو گا میں ہو گئی تب پہلی امید ٹوٹی تھی، میری ٹیچر کو مجھ سے بہت زیادہ مارکس کی توقع ہوئی تو میں نے ان کی امید بھی توڑ

دی۔ میری دوستوں کا لگتا تھا میں ان بغیر نہیں رہ سکتی میں نے ان کی بھی امید توڑ دی۔اب بھی آپ مجھ سے امید رکھیں گے،؟!افراء نے بھنویں تن کر پوچھا۔

بالکل مس رائیٹر میں آپ سے کسی بھی قسم کی بیوقوفی کی امید ہر گز نہیں رکھتا، وہ مسکرایا تھا شاید، حنزلہ اس سب دوران چپ تھی شاید اس کا سر درد کر رہا تھا۔

افراء نے سامنے والا کا کانفیڈنس دیکھا تو حیران رہ گئی۔

انھیں کھانا دے دو! وہ آدمیوں کو اشارہ کرتا چلا گیا۔

اوہ ہیلو ہینڈسم میری بات سنو! افراء یک دم حواس میں آئی۔

میرا نام عبدل باری ہے اور مجھے پسند نہیں کوئی میرا نک نام رکھے آپ ہماری ہوسٹج ہیں پلیز! وہ تھوڑا سختی سے بولا تھا۔

بندہ اب کسی کو ہینڈسم بھی نہ کہے؟ وہ معصومیت سے بولی۔

تو حنزلہ کی ہنسی نکلی، عبدل باری کے پیر جامد ہوئے، منہ میں تھوک بھرنے لگا وہ بنا اس پہ نظر ڈالے وہاں سے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک کمرے میں سکرین کے آگے موجود تھا جہاں ایک ڈائیری پڑی تھی، کال رنگ ہونے پہ وہ اٹھا پن ڈائیری پہ چھوڑا۔

وہ جب ہنستی ہے تو اس کے قہقہے موسیقی بن کے کانوں میں رچتے ہیں مان لو جیسے کسی نے سر چھیڑ دیئے ہوں۔۔۔۔ 37°°°°°°

دو دن ہو چکے ان کے وہاں آئے ہوئے، وہ فی الحال اسی جگہ پہ تھیں، ان ایجنٹس کے ساتھ لڑکیاں بھی تھیں۔

ویسے میں سوچ رہی ہوں ان لڑکیوں کو شرم نہیں آتی ہو گی اپنی طرح کی لڑکیوں کو اغوا کر لیا ہے؟ افراء نے برا سا منہ بنایا۔

ہمم، ویسے ابھی تک ہمارے ساتھ کچھ برا نہیں ہوا یار شاید یہ لوگ اچھے ہیں۔ حنزلہ نے پیشین گوئی کی۔

او بہن رہنے دو! اجنبی لوگ ڈراتے ہیں، بس اور کچھ نہیں، میں تو سوچ رہی میرے گردے نکال دیئے تو، واللہ میرے فیچور ہیسبنڈ کی تو قسمت ہی-----

وہ روانی میں بولنے لگی تو حنزلہ نے اسے گہری نظروں سے دیکھا۔

کیا ہے اب ساری زندگی سنگل تو نہیں رہنا ناں، شادی کرنی پڑے گی ویسے یہاں جب سے آئی ہوں سوچ رہی ہو نکلتے ہی کوئی شریف بندا پکڑ کر شادی کرلوں گی، قسم سے لڑکی کو محرم کے نام پہ فری کا سیکورٹی گارڈ تو ملتا ہے! وہ معصومیت سے بولی۔

فری سچ کہتا ہے وہ ایجنٹ تمھاری زبان نہیں رکتی! حنزلہ نے زچ ہو کر اسے دیکھا۔

بچو! دیکھ لینا ایک دن ایسا مرد ملے گا جو میری ساری بکواسیات کو حروف خاص کی طرح سنے گا، وہ گردن کڑا کر بولی۔

آرام سے دیکھنا گردن نہ ٹوٹ جائے۔ حنزلہ نے لقمہ دیا۔

سٹور روم کا دروازہ کھلا اور سپاہی اندر آئے۔

میڈم آپ کو دوسرے روم میں شفٹ کرنے لگے ہیں آپ باقی ساتھیوں کے ساتھ رہیں گی، وہ شا کر تھے۔

اور بھائی کوئی گینگ نہیں ہے ہمارا تم لوگوں کی طرح نہیں ہیں شریف ہیں ہم لوگ، فری جھٹ بولی۔

شاکر کے اشارے سے لڑکیاں انھیں اٹھانے لگیں حنزلہ نے بناچوں چراں کے قدم ساتھ بڑھادیئے جب کہ فری احتجاج کرنے لگی۔۔۔۔۔۔۔

38°°°°°

یہ کمرہ کافی بڑاتھا،ایک طرف کرسیوں کی قطار بنی تھی، کرسی پہ چند لوگ تھے جن کے چہروں پہ غلاف تھے،وہ ان کے ساتھ والے کمرے میں شفٹ کردی گئیں ایک کمرے سے نکل سامنے دوسرا کمرہ آتا تھا دونوں نے ہمدردی سے کرسیوں پہ بیٹھے نفوس کو دیکھا پھر چپ کرتے وہ کمرے کے اندر پہنچادی گئیں۔ خاصی دیر بعد وہ اب دوہی کمرے میں موجود تھیں۔ ہیل کی وجہ سے حنزلہ کے پیر میں موچ آئی تھی وہ درد سے کراہ رہی تھی،افراءاس کے پیر کو مساج کررہی تھی

،گدھے عبدل کی وجہ سے درد ہے حنزلہ نے کہاتو سکرین کے سامنے بیٹھے باری کے اندر ہلچل ہوئی۔وہ افف کرتارہ گیا۔باتوں میں لگا کر درد کم کرنے کے لیئے فری نے باتیں شروع کیں۔

ویسے تم کیا چاہتی تھی آجکل تمھاری مصروفیات کیا تھیں، اس کے پیر کو ہر اینگل سے موڑ کر وہ جائزہ لے رہی تھی۔

نیند ایک لمبی نیند! وہ انکھیں بند کر کے بولی، سر دیوار سے ٹکا دیا۔

اور پھر؟ وہ مسکرائی اور رکی۔

پھر جب اٹھوں تو کوئی ٹینشن نہ ہو کوئی فکر نہیں سب اچھا ہو پر سکون ہو مجھے کوئی غم نہ ہو۔ وہ جنونی معلوم ہوتی تھی۔

بہن اصحاب کہف والی نیند مانگ رہی ہو! وہ ہنسی اور پھر اس کے برابر بیٹھ گئی، پیر کو زرا سا مروڑنے پر وہ ٹھیک نہ ہوا وہ ماہر نہیں تھی۔

ان کی نیند؟ حنزلہ نے حیرت سے اسے دیکھا یہی حیرت افراء کو تھی، مگر اس نے زیر لب مسکرا کر خنزلہ کو دیکھا۔

قرآن پاک میں ذکر ہے اس واقعے کا سورہ کہف میں! وہ بتانے لگی۔

اوہ اچھا! وہ چپ ہو گئی۔

قرآن نہیں پڑھا؟ افراء نے بھونچکا کے اسے دیکھا۔

چھوڑ دیا تھا نو سال کی عمر میں پھر نہیں پڑھا! وہ اس کے شانے پہ یک دم سر رکھ گئی اس کے ہاتھ ٹھنڈے ہو گئے تھے۔

کیوں! سوال لازم تھا۔

تب ہی افراء کو اپنے کندھے گیلے محسوس ہوئے۔

وہ قاری بہت برا تھا مجھے سب سے زیادہ زندگی میں کسی سے نفرت ہے تو، وہ بلک رہی تھی۔

افراء نے جلدی سے اسے خود میں بھنچا، وہ سمجھ نہیں سکی، اس نے گھیرا تنگ کیا، حنزلہ کے بالوں پہ ہاتھ پھیر اس کی پیٹھ تھپتھپا کر اسے شانت کرنے لگی اس کی آنکھیں پانی جمع کر چکی تھیں اس نے انھیں بہہ جانے دیا۔

سکرین کے پار یہ منظر دیکھنے والے نے مٹھیاں بھینچ لیں اسے غصہ آنے لگا، وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

پھر وہ اپنا منہ ڈھکے بغیر قید خانے کی طرف جا رہا تھا۔ اس دیکھ حنزلہ اور افراء الگ ہوئیں، دونوں کے منہ پہ رونے کے تاثر واضح تھے۔

وہ آہستگی سے حنزلہ کے پیروں کے قریب بیٹھا وہ سہم کر پیچھے ہوئی۔

اس نے آہستگی سے ایک طرف شال سے اس کا پیر کور کیا، حنزلہ نے سانس روک اسے دیکھا پھر افراء کو یہی حال افراء کا تھا۔

حنزلہ کی نظریں اس سے ٹکرائیں وہ ان انکھوں کا کرب دیکھ سکتی تھیں آنکھیں جھکا لیں۔

کیا اپ تیار ہیں محترمہ! بھاری آواز سے سوال کیا گیا۔

ہاں؟ اس نے سوال کیا مگر پیر چٹخنے کی آواز سے وہ ایک دم چیخی۔

!آہ ماں! جنگلی کوئی ایسا کرتا ہے وہ درد سے کراہی

آپ اب چل سکیں گی محترمہ! وہ کہہ کر پلٹ گیا۔

کیا عجیب خردماغ ہے چل سکوں گی!. حنزلہ نے نفی میں سر ہلا کر پیر کو دیکھا پھر ٹانگ کو ادھر ادھر کیا۔

ہیں؟. اس نے حیرت سے افراء کو دیکھا پھر اس کے کندھے پہ دباؤ بنا کر اٹھنے لگی افراء نے اس کا ہاتھ تھام کر کھڑا کیا۔

میں! میں چل رہی ہوں! وہ ایک دم بے یقین ہوئی۔

وہ اتنا بھی برا نہیں ہے؟ افراء نے تصدیق کی۔ حنزلہ پھیکا سا مسکرائی۔

تھینک یو ہینڈ سم کرمنل! وہ اونچی آواز میں بولی تھی۔ سکرین کے سامنے بیٹھے اس کے لب خود ہی مسکرائے تھے۔ عورت کا چکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°°°39

میڈم چلیں ملاقات کا وقت ہو گیا ہے آپ کا۔ایک لڑکی نے کمرہ کھول کر اندر جھانکا۔

حنزلہ کو تھام وہ باہر آئی اور کرسی پہ بیٹھے شخص کو دیکھ حنزلہ چونکی مگر چپ رہی۔

بیٹھ جائیں، عبدل باری کی رعب دار آواز سے وہ سہم کر ایک دم بیٹھی۔

افراء نے اس شخص کو دیکھنے کی کوشش کی۔

آپ کے ہاتھ بھی تھوڑی دیر کے لئیے باندھے جائیں گے کیونکہ میڈم افراء آپ کی حرکات اوٹ پٹانگ ہیں، شاکر ایک دم بولا کیونکہ وہ شخص کی طرف ہاتھ بڑھا کر پٹی اتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کیا ایویں فضول میں؟ وہ سٹپٹا گئی۔

مگر تند ہی دیکھ وہ چپ ہو گئی۔اب ان کے ہاتھ پھر سے بندھے گئے تھے۔ساتھ میں حنزلہ کے۔افراء ہنسی دوست بھی پھنسے تومزا آتا ہے۔پھر ایک دم سنجیدہ ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

oooooo

40

یہ ہے کون ویسے،وہ اپنی کرسی تھوڑی کھسکا کر حنزلہ کے قریب ہوئی۔

ڈفینس لائیر ہے!اس نے عام سے لہجے میں کہا تھا۔

در فٹے منہ!اس نے برا سا منہ بنایا پھر اسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔

دل میں بڑ بڑانے لگی،کہاں ہاشم کاردار اور کہاں یہ اصلی وکیل << یااللہ ہاشم کاردار جیسا ہی وکیل بھیج دیتا اس قید خانے میں لو اسٹوری تو بن جاتی میری!وہ معصومیت سے آسمان کو تک رہی تھی (قید خانے کی چھت).

کیا سوچ رہی ہو!حنزلہ نے کراہ کر پوچھا۔

کیا یہ بھی وائٹ کالر ہے!وہ پھر سے اس کے کان میں جھکی۔

حنزلہ کو ایک دم وہ کھسکی ہوئی محسوس ہوئی۔اس نے اس اچٹی نظروں سے گھورا۔

بلیو کالر! اس نے خود ہی کہا پھر منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔

پھر سے کرسی پہ بندھے وجود کو دیکھنے میں جت گئی، پھر ایک دم جھلا کر سیدھی ہوئی، ایک دم اسے یاد آیا کیسے نمرہ احمد نے ہاشم کاردار کا حلیہ لکھا تھا۔اہ دل ٹھاٹھیں مارتا رہا کہ کہیں اصل میں مل جائے پر نہیں ہمیں ہاشم کاردار کیوں کر ملے گا، ہم تو سنگل سعدی اور ایڈم بن محمد کے بھی ہونے سے رہے۔

کیا پھوٹی قسمت ہے،اس نے سوچا، آئیندہ میں تم لوگوں کے دکھڑے سننے نہیں آنے لگی ایک رائیٹر کیا بنی، مفت کی، ان لوگوں سے وہ بھی ہضم نہ ہوا اٹھالیا ۔بھلا رائیٹر کو کون اغوا کرتا ہے گدھو! وہ ایک دم چیخی تھی۔

آہستہ چیخو یار! حنزلہ کے کان سے جیسے دھواں نکلا۔

کیا غلطی ہے میری ہاں! دیکھو ہینڈسم اغواکار میں تم پہ کہانی لکھوں گی اس میں تمھیں ہیرو کا رول دے سکتی ہوں مجھے جانے دو! وہ زبردستی مسکرا رہی تھی۔

مجھے تو ویب سائیٹس والے پیسے بھی نہیں دیتے، ہینڈ سم کرمنل سن لو کدھر مر گئے ہو تم لوگ! وہ رو دینے کی ہوئی۔

اس کی آواز سے ارتعاش پیدا ہوا اور ساتھ والی کرسی پہ بندھا عاصم حسن آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنے لگا۔

افراء روعیل! صحیح جگہ پھنسی ہو۔ وہ خود پہ لعنت ملامت کرتی قید خانے کی دیواروں کو گھورنے لگی۔۔۔۔

حنزلہ کے پیر میں چوٹ لگی تھی اسے درد ہو رہا تھا، عاصم کے ماتھے پہ بھی ہلکے ہلکے زخم تھے۔

اس نے ہمدردی بھری نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

تم دونوں کو اسٹوری میں وکٹم کا رول دوں گی، کہہ کر اس نے کرسی پہ سر ٹکا دیا ہاتھ ہنوز بندھے تھے۔ حنزلہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

○○○○

افراء آپ کیا کھاتی رہی ہیں جو اتنا چلاتی ہیں؟ عبدل باری ہاتھ سینے پہ باندھے تیکھی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

دیکھو ہینڈسم! وہ کچھ کہنے کو ہوئی۔

عبدل باری بن عبداللہ!، وہ بھنویں اکھٹی کر کے بولا۔

افف ہاں وہی، دیکھو مجھے نہیں لینی کوئی ٹریننگ، مجھے نہیں کسی کی فلاح کے لئیے کام کرنا میری قبر پہ کوئی جھنڈے نہیں لگائے گا، اور تم خود یہ فضول ایجنٹ بنے پھرتے ہو، اچھا بھلا ماڈلنگ اکٹنگ کرتے تو حنزلہ تم سے شادی کر چکی ہوتی۔ وہ روانی میں ہاتھ سے اشارے کر کے بولی۔

عبدل نے اسے گھورا پھر چور نظر حنزلہ پہ ڈالہ جو کہ ماتھا پیٹ کر رہ گئی تھی۔

آپ سمجھ نہیں رہی ملک کو آپ جیسے لوگوں کی ضرورت ہے، شاکر آگے کو آیا۔

مسٹر دوسرے نمبر والے ایجنٹ ہم وہاں اپنی زندگی سے مطمئن ہیں اور خوش ہیں ہمیں کیوں فضول میں گھسیٹا جا رہا ہے یہاں اب کی بار حنزلہ بولی۔

کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں گل؟ عبدل باری نے رخ اس کی طرف کیا۔ حنزلہ نے نظریں پھیر لیں۔

خوش ہوں میں، وہ بے اعتنائی برتنے لگی۔

ہم بتانا چاہیں گی؟ کہ کتنی خوش ہیں اور آپ مس رائیٹر، آپ مطمئن ہیں اپنی زندگی سے، آپ کی طرح کتنے لوگ ہیں جو قابل ہیں مگر انھیں زنجیروں نے جھکڑا ہوا ہے، ڈپریشن انھیں کھا رہا ہے جن سے اچھے مستقبل کی امیدیں تھیں وہ سگریٹ کے دھوئیں اڑا رہے ہیں کچھ جانوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ کیا آپ تب بھی ان کو نہیں بچانا چاہتی؟ عبدل نے ترچھی نگاہوں سے دونوں کو دیکھا۔

لو جی باب دھر کا سیزن ٹو میری زندگی میں آ گیا واہ، افراء نے انکھیں میچی کر سر نفی میں ہلایا۔

اور ہم یہ کیسے کریں گے عبدل باری آپ بتانا پسند کریں گے؟ حنزلہ نے تضحیک سے اسے دیکھا۔

پاکستان کی عوام کچھ چیزوں کے پیچھے بھاگنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔

نوکری اور چھوکری کے پیچھے! شاکر ہنسا، عبدل نے اسے گھورا تو وہ ایک دم سیدھا ہوا، عبدل پھر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

سیاسی لیڈرز

عالم

یا پھر! عبدل رکا۔

پھر؟افراء سنجیدہ ہوئی۔

مشہور شخصیت، سلیبرٹی، رائیٹرز، انفلیونسرز، سب سے بڑھ کر فالورز، آپ جیسے لوگوں کو عوام آئیڈیل مانتی ہے آپ کو فالو کرتی ہے آپ جیسا کھاتے ہیں ویسا کھانے ہیں پتا ہے کیوں؟ جسٹ ون کلک، جسٹ ون پوسٹ، ون کمنٹ اور گیم چینج۔ عبدل نے چٹکی بجائی تو افراء نے جمائی لی۔

آپ سے پھر ملاقات ہو گی مس رائیٹر آپ نیند پوری کر لیں، وہ نفی میں سر ہلاتا بازو کمر کے پیچھے باندھتا کمرے سے نکلا اس کے ساتھ باقی لوگ بھی نکلے۔

افراء نے سانس بحال کی اور وہیں میٹرس پہ ڈھے گئی۔۔۔۔۔۔°°°°°°°42

اتنا دماغ کھپانے کے بعد بھی آپ کو نہیں سمجھ آئی تو اللہ مالک ہے آپ کا، ایجنٹ شاکر نے گھنٹہ مغزماری کرنے کے بعد ہار مان لی افراء کے سوال ختم نہ ہو رہے تھے، شاکر نے معصومیت سے اسے دیکھا پھر دونوں ہاتھ جوڑ دیئے وہ سب اس وقت کمپیوٹر لیب میں موجود تھے اور سکرین پہ بہت سی تصاویر نمایاں تھیں۔

افراء نے اسے دیکھا بامشکل اپنی ہنسی کنڑول کی، حنزلہ کو بے چارے پہ ترس آیا اس نے افراء کو ڈانٹا کہ چپ رہو۔

مسٹر سڑو ہینڈ سم ایک لطیفہ سناؤں، افراء کی بولتی کہاں بند ہونے والی تھی۔

عبدل ں اری نے بھنویں اکھٹی کر کے اسے دیکھا۔

چلو سنا ہی لیتی ہوں، وہ بے نیازی سے بولی۔

، مطلب ہم میں سے کوئی بھاگ جائے تو تمھاری یہ فوج کیا کرے گی؟ وہ دل جمعی سے اس کو دیکھ کر بولی۔

میری فوج دوراندیش ہے مس! وہ آنکھیں گھما کر بولا تھا۔

ھاھا اب تو پکا لطیفہ سنانا پڑے گا، وہ اب تالی مار کر ہنسی تھی۔ دو نمبری ایجنٹ تم سنو گے؟ وہ شاکر کی طرف مڑی۔

اس نے شانے اچکا دیئے۔

چلو پھر سنو ایک بزرگ اپنے نوکر کو سرزنش کر رہے تھے کہ تم بالکل گھامڑ ہو۔ دیکھو میر صاحب کا نوکر ہے اتنا دوراندیش کہ میر صاحب نے بازار سے بجلی کا بلب منگایا تو اس کے ساتھ ہی ایک بوتل مٹی کے تیل

کی اور دو موم بتیاں بھی لے آیا کہ بلب فیوز ہو جائے تو لالٹین سے کام چل سکتا ہے۔

اس کی چمنی ٹوٹ جائے یا ختم ہوجائے تو موم بتی روشن کی جاسکتی ہے ۔تم کو ٹیکسی لینے بھیجا تھا ، تم آدھے گھنٹے بعد ہاتھ لٹکاتے آگئے ۔کہا کہ جی ٹیکسی تو ملتی نہیں موٹر رکشا کہئے تو لیتا آؤں ۔میر صاحب کا نوکر ہوتا تو موٹر رکشا لے کے آیا ہوتا تا کہ د وبارہ جانے کی ضروت نہ پڑتی۔

نوکر بہت شرمندہ ہوا اور آقا کی بات پلے باندھ لی۔ چند دنوں بعد اتفاق سے آقا پر بخار کا حملہ ہوا تو انہوں نے حکیم صاحب کو لانے کے لئے بھیجا ۔ تھوڑی دیر میں حکیم صاحب تشریف لائے ۔تو ان کے پیچھے پیچھےتین آدمی اور تھے جو سلام کر کے ایک طرف کھڑے ہوگئے ۔ایک کی بغل میں

کپڑے کا تھان تھا ۔دوسرے کے ہاتھ میں لوٹا اور
تیسرے کے کاندھے
پر پھاؤڑا۔

: آقا نے نوکر سے کہا

" یہ کون لوگ ہیں میاں "

: نوکر نے تعارف کرایا کہ

" جناب ویسے تو حکیم صاحب بہت حاذق ہیں ۔لیکن

اللہ کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے ۔
خدانخواستہ کوئی ایسی ویسی بات ہو جائے تو میں
درزی کو لے آیا ہوں اور وہ کفن کا کپڑا ساتھ لایا ہے

۔یہ دوسرے صاحب غسال ہیں اور تیسرے گورکن

ایک ساتھ اس لئے لے آیا کہ بار بار بھاگنا نہ پڑے۔

سب کی ایک ہی بار وہ ہنسی چھوٹی کہ سب پیٹ پہ ہاتھ رکھ ہنس دیئے حنہ نے صرف مسکرانے پہ اکتفا کیا۔ عبدل نے حنزلہ کو نرمی سے دیکھا پھر افراء کی طرف دیکھا۔

آپ بہت بولتی ہیں! وہ مسکرایا تھا۔

جانتی ہوں پر سب کے ساتھ نہیں ہر جگہ نہیں بولتی ماحول کے مطابق بولتی ہوں نا۔ وہ معصومیت سے بولی۔ سب نے نفی میں سر ambivert ہوں ہلا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

43°°°°°°°_۔۔

عاصم! ہوش آنے کے بعد وکیل صاحب نے خود کو ایک کمرے میں پایا جہاں اس کے گرد ٹولی جمع تھی۔ وہ اٹھا پھر سر کو تھاما۔

کس گھامڑ کے بچے نے میرا سر پھوڑا تھا، کچھ یاد آنے پہ وہ جھٹکے سے اٹھا وہ میٹریس پہ تھا۔ سب بازو باندھے اسے دیکھ رہے تھے۔

شکر ہے میں زندہ ہوں ورنہ ایسی بد صورت حوروں کو تو منہ بھی نہ لگاؤں۔ وہ صدمے سے موٹی لڑکیوں کو دیکھ کر بولا۔

وہ ایک دم اس کے سر پہنچ گئیں۔

کیا اب عورتا نگی دکھاؤ گی مردانگی تو دکھادی میری پشت پہ وار کر کے وہ گدھا کون تھا؟ جو سڑک پہ بیکاری بن کر بیٹھا تھا آئندہ کسی مانگنے والے پہ بھروسہ نہیں کروں گا، وہ غصے سے بولا۔

لگتا ہے، شاکر نے عبدل کے کانوں میں version سر افراء میڈم کا میل کہا۔

چلو اچھا ہے کسی کو فلاح کا خیال ہے، اسی لئیے آج سے وکیل صاحب آپ ہماری ٹیم میں کام کریں گے آپ کو ٹریننگ دی جائے گی باقی کی تفصیلات آپ کو ایجنٹ بتائیں گے۔۔وہ کوئی لڑکی تھی منہ پہ ماسک تھا،

شیریں!! شاکر نے اسے بلایا۔

جی سر! وہ ایک دم سٹریٹ کھڑی ہوئی۔

مہمان کا خیال رکھیں انھیں تکلیف نہ ہو! وہ آڈر دیتا چلا گیا۔

اوکے سر، وہ کہہ کر پلٹ گئی

اس فائل میں ساری ڈیٹیل ہے آپ فریش ہو جائیں پھر عبدل سر خود آپ سے ملیں گے۔وہ کہہ کر باہر چلی گئی۔

وہ سر اٹھا کر چھت دیکھنے لگا۔

گڈ ہو گیا عاصم اور دو منگتوں کو خیرات اس نے خود کو ملامت کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

44°°°°°

کمال ہے! عاصم جھلا کر بولا۔فائل اس نے میٹریس کے خالی حصے میں اچھالی،۔

تب ہی دروازے سے ایجنٹس اندر آئے،

چلیں وکیل صاحب کچھ لوگوں سے ملوانا ہے آپ کو! شاکر نے تعبداری سے کہا۔

عاصم نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر کھڑا ہوا، ہلکا سا زخم پٹی سے چھپ چکا تھا۔

ایک بار نکلنے دو یہاں سے کورٹ میں گھسیٹوں گا، وہ دانت جما کر بولا۔

اچھا تب کی تب دیکھیں گے، شاکر ہنسا۔

چلیں! اس طرف دائیں طرف سے نکل کر راہداری میں بائیں جانب کمرہ تھا جہاں آوازیں آرہی تھیں۔ شاکر نے اس اندر آنے کا اشارہ کیا۔وہ آگے بڑھ گیا۔

حنہ !اس کی پہلی نظر بے اختیار حنزلہ پہ گئی، عبدل باری نے ضبط سے ماؤس پہ گرفت بنائی۔

حنزلہ فقط مسکرائی۔

پھر اس نے ساتھ والی کرسی پہ لڑکی کو دیکھا جو اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ بہت حقیر،اور نکارہ ہو۔

عاصم حسن آپ وہاں تشریف رکھ سکتے ہیں۔ عبدل باری نے بھاری آواز سے اسے سامنے ایک کرسی پہ بیٹھنے کا کہا۔

اس نے ایک غلط نظر پکارنے والے کو دیکھا۔ پھر سیدھا ہوااور افراء کے سائیڈ میں بیٹھ گیا۔

آپ بھی یہاں ہو سٹیج ہیں ؟ وہ افراء کو دیکھ بولا۔

نہیں میری یہاں دعوت کی گئی ہے،وہ آنکھیں گھما کر بولی۔

سر پھری ! وہ بے ساختہ بڑبڑایا۔

ہینڈ سم کیا میں دوسری چیئر پہ جاؤں ؟افراء ایک دم غصے سے بولی۔

رائیٹر! بیٹھ جائیں آپ سے کوئی ملنا چاہتا ہے! شاکر نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

کون ہے ؟ وہ بے تابی سے بولی۔

دروازہ کھلا اور ارزم ملک اندر آیا۔اس کے ہاتھوں میں فائل تھی۔

وہ مسکراتا اس کی طرف آرہا تھا۔افراء نے اپنی نتھتنے پھولتے محسوس کیئے۔

یور فیورٹ ریڈر۔عبدل باری نے نرمی سے کہا۔

دھوکے باز لوگ فیورٹ کبھی نہیں ہوتے، وہ تندہی سے بولی۔

ہم۔سب سے دھوکے کی امید رکھتے ہیں سوائے اس شخص کے، کہ جس سے ہمیں محبت ہو۔

ہے ناں! حنزلہ نے عبدل باری کو گھور کر کہا۔جس سے وہ نظریں چرا گیا۔عاصم نے حنزلہ کو دیکھا جو زخمی مسکراہٹ لیئے بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

45°°°°°

کیا تم اسے جانتی ہو حنہ ؟ عاصم نے پوچھا۔

عبدل باری نے جھٹکے سے سر اٹھایا اور حنزلہ کو دیکھا

نہیں! وہ ایک دم بولی، عبدل کو تکلیف ہوئی کیوں؟ یہ صرف وہ اور حنزلہ جانتے تھے۔

یہاں پہ موجود سب بندے اپنا انٹرویو دیں گے! عبدل نے اناؤنس کیا۔
حنزلہ کی نظر ایک بار بھی عبدل سے نہیں ہٹی تھی۔
آپ اپنا تعارف کروا دیں مسٹر ایجنٹ! عبدل باری کی طرف دیکھ حنزلہ نے کہا تو باقی بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔
میرا نام عبدل باری ہے، میرے بابا ایک ایجنٹ تھے ان سے ہی میں نے وراثت میں یہ شعبہ لیا۔
وراثت میں اور کیا کیا لیا؟ اس نے ایک دم اگلا سوال کیا۔
میں مارشل آرٹس کا ماہر ہوں اور اس فرم سے پانچ سالوں سے جڑا ہوا ہوں! اس نے حنزلہ کا سوال نظر انداز کیا تو وہ استہزا سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔۔۔

گل ایسے دیکھنا بند کریں گی، عاصم اور افراء ارزم کے ساتھ مصروف تھے، کمرے کے درمیان ڈیوائیڈر رتھے، ایک طرف کمپیوٹرز رکھے گئے تھے، دوسری طرف بڑی سی میز تھی جس کے گرد کرسیاں تھیں، میز پہ پانی کی بوتلیں موجود تھیں، اس کے علاوہ اس جگہ مختلف دراز تھے جو دیوار میں بنائے گئے تھے، جن میں فائلز موجود تھیں، دیوار پہ بڑا سا نوٹس بورڈ تھا، جس پہ مختلف تصاویر تھیں۔
دائیں طرف کونے میں واٹر کولر تھا، اور ایک جگہ بنائی گئی تھی جہاں کپ تھے، لائٹس کی وجہ سے کمرہ پورا روشن تھا۔
گل ایسے مت دیکھیں مجھے! حنزلہ کب سے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

مجھے یہاں کیوں لائے ہو، وہ چبا کر پوچھنے لگی، وہ اس کے بمقابل کرسی پہ بیٹھا اس کے سامنے فائل رکھی جسے وہ پرے دھکیل گی، عبدل نے ہونٹ بھینچ لیئے پھر اسے دیکھا۔
ضرورت تھی! وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں جما کر بولا۔

اوجب مجھے ضرورت تھی تب کیوں گھامڑ بنے تھے،وہ شعلہ بار نظروں سے دیکھ کر بولی۔

عبدل کے ہاتھ میں پکڑا اپن ڈھیلا ہوا۔

گل! وہ سیدھا ہوا۔

مس حنزلہ گل مسٹر عبدل باری، آئیندہ پورا نام لیجئے گا،اور یہ احسان آپ پہ اس لئیے کررہی کہ یو نو،وہ مسکرائی پھر پیچھے اشارہ کیا عاصم کان کھجارہا تھا۔۔۔

نکاح ہوا تھا ہمارا گل،وہ آہستہ سے اس کی طرف اگے ہو کے بولا۔

غلط،اپنے اس سوتیلے ماموکو بچانے کے لئیے تم نے کفارہ دیا،وہ سخت نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

گل جو ہوا ماضی تھا! وہ بس اتنا کہہ پایا۔

لڑکی گندے لمس کو ساری زندگی یاد رکھتی ہے،اور مجھے آج تک چین کی نیند نہیں آئی،اور تم میں کہاں سے ہمت آگئی میرے لئیے تم دنیا کے سب سے بڑے گھامڑ انسان ہو، سمجھے میں کبھی تمھاری عزت نہیں کروں گی باری، مجھے جلداز

جلد آزاد کرو گے، یہاں سے بھی اپنی زندگی سے بھی! وہ بازو باندھے کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھی۔

سوچنا بھی مت جو ڈھیل دی تھی بہت ہے، پر اب میں خود کاٹوں گا مجبور نہ کرنا! وہ آگے کو ہو کہ بولا پھر معنی خیز نظروں سے دیکھ کر بولا۔

وہ لاجواب ہو گئی۔

لمحے کا توقف کیا۔ میرا مجرم میرے قدموں میں لادو ساتھ اک گن بھی میں تمھاری غلام، وہ اٹھی آگے کو ہوئی جتاتے ہوئے اس کی انکھوں میں دیکھ کر بولی

۔

اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

نہیں ہو پائے گا؟ وہ معصومیت سے بولی۔

وہ سامنے جو بیٹھا ہے بیسٹ وکیل ہے، بہترین لائحہ عمل لائے گا، وہ تپانے والی مسکان لے کر بولی۔

مگر وہ عبدل باری نہیں ہے! وہ ایک دم اٹھا۔

عبدل باری سے نفرت ہو گئی تھی، وہ بنا پلک جھپکائے بولی۔

نفرت ہمیشہ کے لئیے نہیں ہوتی ! وہ کچھ جتانے لگا۔

گن اور مجرم ! وہ کہہ کر باقی لوگوں کی طرف بڑھنے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°'47

کرسیوں پہ اب ایک نفس میں اضافہ ہو چکا تھا ڈاکٹر حمدان۔

لیڈ نگ چیئر پہ عبدل باری تھا اس کے ساتھ شاکر سامنے شیریں، اس کے ساتھ حنزلہ پھر افراء سامنے عاصم اور ارزم تھے،

ارزم پہلے آپ شروع کریں۔ شاکر نے تمہید باندھے بغیر کہا۔

ارزم کھڑا ہوا،

اسلام و علیکم، میرا نام ارزم ملک ہے، میں سوشل ایکٹویسٹ ہوں اور آرٹسٹ ہوں، میں آرٹ کے ذریعے لوگوں کو موٹیویشن دیتا ہوں اس کے علاوہ میں ایک جاسوس اور ریڈر بھی ہوں، ایک تنقید نگار بھی ہوں، میں حوصلہ شکنی بھی کرتا ہوں سراہتا بھی ہوں میرا مقصد پاکستان میں ایسے لوگوں کو ڈھونڈ کر پالش

کرنا ہے جو بے مقصد زندگی گزار رہے ہیں حالانکہ ہماری کتاب کہتی ہے کہ تم میں سے کوئی بیکار نہیں بنایا گیا۔

بہت سے دوسرے ممالک کی طرح پاکستان بھی ان ملکوں کی فہرست میں شامل ہو گیا ہے، جہاں ڈپریشن، اگنزائیٹی پروان چڑھ رہی ہے، لوگ سوسائیڈ کی طرف آمادہ ہو رہے ہیں، میرا مقصد انھیں ایک معنی خیز زندگی کی طرف لانا ہے۔ وہ چپ ہوا۔

کیا کسی کو جوزفر کیس یاد ہے، the adult star ؟شاکر نے سکرین روشن کی۔

سب وہاں دیکھنے لگے، کچھ نے ہاں میں سر ہلایا کچھ نے ناں میں سر ہلایا۔

شی از کنورٹڈ مسلم رائٹ ناو! شاکر نے اگلی تصاویر دکھائی جہاں وہ عبایا میں نظر آئی۔

یہ ہمارے ارزم ملک کی شاندار کامیابی ہے جب آپ اپنے لفظوں سے کسی کی زندگی بدل سکتے ہیں۔

وہ اتنی ہوس کا نشانہ بن چکی تھی کہ اس نے خودکشی کا سوچا، مگر پھر اس نے اپنے اکاؤنٹ پہ ایک ٹویٹ دیکھا جو ارزم ملک کی طرف سے تھا جہاں وہ قرآن کی آیت لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اپنی جانوں کے ساتھ ظلم نہ کرنا کیا زمین اتنی تنگ ہو گئی تھی کہ تم ہجرت نہ کر سکے، البتہ یہ حکم مسلمانوں کے لئیے باعث غور و فکر تھا، جب لوگوں کے ہاتھ کتاب الٰہی کے بجائے گن کی طرف چلے جاتے تو ویسے بھی حرام موت مرتے ہیں، مگر ہر انسان دین کی طرف نہیں چلتا ورنہ اسے پتا چلے کہ اپنی جانوں کا ضیاع کرنے سے بہتر ہجرت ہے مگر کچھ لوگ اس غار میں شمع کی مانند ہوتے ہیں جو لوگوں کو حق کی طرف لاتے ہیں ہماری ٹیم کو ارزم ملک کو سراہتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ ان کی کاوشوں سے کسی انسان کی نہ صرف جان بچی بلکہ ان کو بامعنی زندگی گزارنے کا موقع بھی ملا۔۔ کرسیوں پہ بیٹھے سبھی افراد نے ستائشی نظروں سے ارزم کو دیکھا عاصم نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ وہ مسکرا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°48

اب کی بار کوئی بھی کسی اور سے سوال کر سکتا ہے، شاکر نے اپنی سیٹ سنبھالی۔

میں ! عاصم نے ہاتھ اٹھایا تو افراء نے منہ بنا کر اسے دیکھا۔ وہ بامشکل ہنسی روک اسے دیکھنے لگا۔

اب بڑھتے ہیں ہماری رائیٹر صاحبہ کی طرف، عاصم نے معنی خیز نظروں سے افراء کو دیکھا اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

تم رائیٹر کیوں بنی؟ عاصم نے دلچسپی سے پوچھا۔

ویسے میں جواب دینا نہیں چاہتی تمھیں تو بالکل نہیں پر ! وہ ہونٹ بھینچ کر حنزلہ اور ارزم کی طرف مڑی،۔

عاصم نے خفگی سے اسے دیکھا۔

اب میں تمھارے ہاشم کاردار کی طرح نہیں لگتا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم مجھے غلط ٹریٹ کرو گی ! وہ شکوہ کرنے لگا۔

اچھا بس رونا نہیں ! وہ انکھیں پھیر کر بولی۔

مرد نہیں روتے تم لڑکیوں کی طرح، کیسے اپنی دوستوں کے سامنے بیٹھ کر رو لیتی ہو تم یار ! وہ ہنسا تھا۔

افراء نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر گلے سے تھوک نگلا۔

ہم مڈل کلاس لوگ ہیں وکیل صاحب ہمارے پاس کوئی پرائیویٹ کمرہ نہیں ہوتا جس میں رو سکیں، ہمارے پاس پرائیویسی نہیں ہوتی ہم لڑکیاں ہیں نا کوئی زرا سا برا کہہ دے ہمیں نیند نہیں آتی کہ اس نے یہ بات کیوں کی، ہماری زبانیں بری ہو سکتی ہیں مگر جانتے ہیں ہم لڑکیاں کسی پہ تشدد نہیں کرتیں نہ ذہنی نہ جسمانی، ہم اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے دکھ اپنے کندھے پہ ڈال جوانی میں بال سفید کر دیتی ہیں اور آپ مرد حضرات ہمیں بیوقوف کہتے ہیں وہ عورت کیسے بیوقوف ہو سکتی ہے وکیل صاحب جس کے پاس مرد سے زیادہ برین سیلز ہوتے؟ وہ کیسے جاہل ہو سکتی جو ملٹی ٹاسک پرفام کرتی ککنگ، لانڈری، جھاڑو پوچھا، پڑھائی، صفائی ستھرائی پھر بھی ہم عدم تحفظ کا شکار کیوں۔

خیر آپ کے پاس میرے سوالوں کے جواب نہیں ہیں، gender never suffers it is human who suffers۔ وہ تلخی سے مسکرائی۔

عاصم کے ہونٹ پھڑ پھڑائے، وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگا۔

مجھے ایسے نہ دیکھا کریں، میں اپنی انکھوں کو قابو میں رکھتی ہوں یہ آپ جو کوئی جذبات ظاہر نہیں کریں گی۔ وہ اداسی سے مسکرائی۔

میں آپ کے ناول پڑھتا ہوں آپ دوستی کے خلاف کیوں ہیں؟آئی مین کیا کبھی کسی نے آپ کو دھوکہ دیا! یہ ارزم تھا جو بہت کیوٹ اور معصوم تھا وہ بامشکل اٹھارہ کا تھا۔

ہمم مجھے لوگوں سے منافقت کی بو آتی ہے مجھے لگتا ہے دوستی سوائے ذہنی اذیت کے کچھ نہیں، لوگ کھوکھلے ہوتے ہیں اور مجھے گھٹن ہوتی ہے، میرے لکھنا مان لو میرے لئیے پناہ ہے یا راہِ فرار، جب میں دنیا سے تنگ ہو جاتی ہوں تو لفظوں کی سیڑھیاں چڑھ دور افسانوی دنیا میں چلی جاتی ہوں وہ حقیقت نہیں ہے مگر وہاں میں کم تر نہیں ہوں! وہ مسکرائی تھی عاصم بھی مسکرایا۔ حنہ نے اس کا شانہ دبایا۔

آپ کے دوست کیا آپ کو سپورٹ نہیں کرتے تھے؟ازرم نے پھر سے سوال کیا۔

میرے دوست بھری محفل میں مجھ پہ انگلی اٹھانے والے تھے، سب کے سامنے تنقید کرنے والے، میری صلاحیتوں کا مذاق بنانے والے، ایسے دوست ذہنی ٹارچر کرتے ہیں یونو انسان پھر ساکن ہو جاتا ہے اور جب انسان کا ذہن ساکن ہو

جاتا ہے تو اس کی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا پھر وہ فوکس نہیں کر پاتا ہم کسی کو کیا کچھ کہہ دیتے بنا سوچے کہ اسے رات کو نیند آئے گی یا نہیں، کیا میری باتیں اس کے ذہن میں گردش تو نہیں کر رہی ہوں گی، ہم اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ ہم لفظوں سے انسان کو تڑپا تڑپا کر مارتے ہیں اور اگر تم ایسے ہو تو مبارک ہو تم دوستی کے قابل نہیں،۔ وہ ارزم کو دیکھ بولی اور چپ ہو گئی

○○○○○49

میرا نام افراء روعیل ہے، میں ایک رائیٹر ہوں، لوگ مجھے پڑھتے ہیں ہاں وہ بات الگ ہے مجھے کچھ معاوضہ نہیں ملتا، وہ معصومیت سے بولی۔
عموما رائیٹرز ٹریجڈی، فینٹسی، رومانس لکھتی ہیں، میں معاشرہ پر لکھتی ہوں پھر اس میں پائی جانے والی برائیوں پہ لکھتی ہوں، کافی عرصہ ہوا ہے میں نہیں لکھ پائی کیونکہ میرا ایک قاری مجھ سے روٹھ چکا ہے، جب آپ کے پاس ایک اچھا سمجھنے والا ریڈر ہو تو وہ آپ کو موٹیویٹ کرتا ہے میں بد قسمتی سے آج کل نکارہ ہوں۔ وہ اداسی سے بولی۔

اوہ شٹ آپ تم نکارہ نہیں ہو، عاصم جنجھلایا۔

عبدل باری اور شاکرارزم سب نے جھٹکے سے سر اس کی طرف موڑا تو افراء کا دل کیا اس کی گردن مروڑ دے۔

میرا مطلب میں بھی بس موٹیوٹ کر رہا تھا، وہ ایک دم گڑ بڑا کر بولا۔ سب نے ابرو تنے۔ وہ نظریں جھکا گیا۔

عبدل باری نے ایک نظر حنزلہ کو دیکھا جو پیچ تاؤ دکھا رہی تھی پھر نفی میں سر ہلایا۔

کیا کوئی اور انٹرویو دینا چاہیے گا، عبدل نے سوال کیا۔

فالحال نہیں! حمدان نے حنزلہ کو دیکھ کر کہا۔

اوکے گڈ، پھر جب آپ فری ہوں، بتا دیجئے چیف آپ سے ملنا چاہیں گے۔ شاکر نے فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

آپ کا کوئی ہیڈ بھی ہے ؟افراء ایک دم بولی۔

یس بٹ انڈر گراؤنڈ! شاکر نے کہا۔

واؤاب اچھی اسٹوری لکھوں گی، وہ ایک دم چہکی۔ شاکر سمیت سب مسکرا دیئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

50°°°°°

ایک بات پوچھوں! عاصم اپنی کرسی گھسیٹتے، افراء کے دوبدو بیھٹتے ہوئے پوچھا۔

نہیں؟ وہ ایک دم بے نیازی سے بولی۔

تمھاری آنکھیں تمھاری باتوں کا ساتھ نہیں دیتی! وہ ایک دم سنجیدگی سے بولا۔

ھاھا کیا بات کر رہے ہیں سر! میری آنکھیں کیا کہتی ہیں! وہ تلخی سے ہنسی تھی۔

رائیٹرز کتنے چہرے رکھتے ہیں؟، وہ اس کے قریب تھوڑا جھک کے پیچھے ہوا، افراء کا رنگ بدلا۔

کیا مطلب ہے؟ وہ تیوری چڑھا کر بولی۔

مطلب صاف ہے، خیر چھوڑو ویسے تم بہت عجیب ہو لڑکی! عاصم نے منہ بنا کر کہا۔

وہ کیوں؟ وہ کمر پہ ہاتھ رکھ کر روایتی عورتوں کی طرح کھڑی ہوئی۔

مجھے لگا تم سئیریس ہو گی،ایک دم سنجیدہ، جیسے رائیٹرز ہوتے ہیں، تم تو میچور بھی نہیں ہو، کاش اس ایڈونچر میں اچھی ڈیٹ مل جاتی، وہ افف کر کے بولا۔ یک دم حنہ نے اسے دیکھا پھر نظر جھکالی۔

اوہیلو، میں کوئی مریض نہیں ہوں جو سیریس ہوں، سیرئیس ہوتی تو آئی سی یو میں ہوتی،اورڈیٹ! تم سے تو میں بات بھی مجبوری میں کر رہی کہاں میراوہ وائٹ کالر کہاں تم! وہ آنکھیں گھما کر بولی۔

اوبی بی بس کر دو،افسانوی کردار تھاوہ بھی کرمنل! وہ بھی لڑنے آگیا۔

ارے اودو نمبری وکیل، منہ نہ لگو ورنہ یہاں سے جانے کے بعد کسی ناول میں ولن کارول دے کر جنت میں بھجوادوں گی ویسے تم اس قابل تو ہو نہیں پر....وہ نخوت سے بولی۔

دونوں کی نوک جھونک جاری تھی جب کہ حنزلہ بس خاموش تھی۔------------------

ooooooo

ارزم نے کافی کے مگ سب کے سامنے رکھے۔

میں کافی نہیں پیتی، افراء بولی۔

میں بھی! عاصم نے بھی جیسے ابکائی کی۔

افراء نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا، عاصم نے معصومیت سے اسے دیکھا۔

کیا ہو گیا اب کیا کہہ دیا کیں میں نے؟ وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔

حنزلہ نے منہ کے زاویے بگاڑ رکھے تھے، عبدل باری اس کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھا تھا،

حنزلہ نے اسے گھورا! وہ نظر جھکا گیا۔

اس نے فائل کھولی، ارزم عاصم اور افراء کو سمجھا رہا تھا۔

دور ہو کے بیٹھو! وہ ہلکی آواز میں غرائی تھی۔

اوکے! وہ نرمی سے بولا اور کرسی مزید ساتھ جوڑ لی۔

وہ انکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ شانے اچکا گیا۔

مجھ سے فاصلہ رکھو گے کہ نہیں، وہ اپنی ہیل سے اس کے پیر پہ دباؤ بنا رہی تھی۔

بدلے میں اس نے میز پہ رکھے حنزلہ کے ہاتھ پہ نرمی سے ہاتھ رکھا۔

اچانک حنزلہ نے لمس محسوس کرتے انکھیں بند کیں۔

رونامت! پلیز، گل، عبدل باری نے اس کا ہاتھ سہلایا۔

تم بہت برے، جاہل اجڈ، گنوار ہو، وہ تاسف سے بڑبڑائی۔

اپنے شوہر کی جو لڑکیاں عزت نہیں کرتیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتیں، وہ نرمی سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر جھکا پھر اس کی ہیل اپنی جوتے سے ہٹائی۔

حنزلہ نے لب کاٹا ہیل سے جوتے میں گڑھا بن چکا تھا یقینا اسے لگی ہو گی۔

ڈونٹ وری تمھارے دیئے ہوئے زخم مندمل ہو جاتے ہیں! وہ مسکرایا پھر اٹھا

--

کام کون سمجھائے گا؟، وہ ایک دم بولی۔

لڑکی، تم میرا فوکس ڈائیورٹ کر رہی ہو!، اس کا کہنا تھا کہ وہ جھینپ گئی۔

آتا ہوں، وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھ پلٹ گیا۔

وہ بے خیالی میں اپنے سر پہ انگلیاں پھیرنے لگی۔ پھر مسکرا دی

تمھیں نہیں لگتا ہم نے فری کے ساتھ زیادتی کی ہے، بیڈ پہ چوکڑی مار کر بیٹھے روعیل صاحب نے فوزیہ روعیل سے پوچھا۔

نہیں مجھے نہیں لگتا! وہ ایک دم آنکھیں گھما کر بولیں (سوتیلی ماں).

ہمم، روعیل صاحب سیدھے ہوئے تو وہ پاس جا بیٹھیں، آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں، وہ خوش ہے اپنا کما رہی ہے اور کیا چاہیے ہوتا ایک انسان کو؟ وہ ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھ مصنوعی تعجب سے بولیں۔

اولاد کے لئیے سب سے ضروری ماں باپ کا دلاسہ ہوتا ہے فوزیہ ماں بے شک جنت ہے باپ اس جنت کا گیٹ ہوتا ہے جہاں سے گزر کر اولاد کو جانا ہوتا ہے،۔ وقت گزرنے کے ساتھ مجھے محسوس ہوتا ہے کہیں زیادتی ہو گئی ہم سے! وہ تاسف سے بولے۔

اب کیا سوچیں لے کر بیٹھ گئے ہیں آپ!۔۔۔۔وہ زچ ہوئیں۔۔۔۔۔۔۔

''''''''''''''''''''''''''

!دوسری طرف

سب سے خوبصورت احساس کیا ہے افراء؟ عاصم نے پوچھا۔

ماں باپ کا ساتھ، وہ کاغذ پہ پن کی مدد سے کچھ ڈرا کر رہی تھی۔

سب سے کمتر احساس؟ وہ اس کے ہاتھوں کی حرکت کو باخوبی دیکھ رہا تھا۔

ان کا ساتھ نہ ہونا؟ وہ رکی تھوک نگلا۔

تمھیں کوئی شکوہ ہے اپنے پیرنٹس سے؟ وہ اس کے ہاتھوں سے پن لیکر بولا۔

پہلی بار اس کے اشک چھلکے! اس نے انکھشیں اٹھائیں عاصم کو دیکھا۔

بیٹی کے آدھے مسئلے تو تب ہی حل ہو جاتے ہیں جب باپ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا ہے اور بیٹے کے تب جب اس کی پیٹھ پہ باپ کا دست ہوتا ہے جو اسے احساس دلاتا ہے کہ وہ ڈھے نہیں سکتا ماں باپ محبت ظاہر کیوں نہیں کرتے،، اولاد گھٹ گھٹ کر تب جی رہی ہے کہ ماں باپ نے اظہار کرنا چھوڑ دیا ہے جب بچے یہ دیکھتے ہیں کہ باقی بچوں کے والدین ہر سر منی میں ان کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے، وہ خود کو نکارہ سمجھنے لگتے ہیں قابل ہونے کے باوجود اگر اٹینشن نہ ملے تو وہ دوستوں کا رخ کرتے ہیں دوستوں سے بھی

نہ ملے تو غلط سنگت میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں، یا پھر کمروں میں خود کو بند کر کے ذہنی مفلوج ہو جاتے ہیں۔ میں بھی ان میں سے ایک ہوں عاصم! اس نے پہلی بار عاصم کا نام لیا تھا۔

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کیا کہ ہماری زندگی میں آنے والوں لوگوں کی واپسی نہ ہو وہ آئیں اور ٹھہر جائیں عاصم کو وہ لڑکی خود میں اترتی محسوس ہوئی۔ وہ پھیکا سا مسکرایا

۔

کیا ہم اب دوست ہیں؟ عاصم نے ابرو اٹھائے پوچھا۔

کام کرو! وہ اس کے سر پہ پن مار کر بولی۔

ارے لڑکی کیا کرتی ہو بچے کی جان لو گی کیا؟ وہ اداکاری کرتے بولا۔۔ وہ ہنس دی۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°53

افراء نے عبدل باری سے فون لیکے گھر کال کی مگر کال کاٹی جا رہی تھی۔

وہ چپ ہو کر آفس کی ٹیبل پہ سر رکھ گئی۔ تب ہی قدموں کی آہٹ سے اس نے سر اٹھایا۔

سامنے عبدل باری تھا۔

مے آئی؟ وہ بیٹھنے کی اجازت لینے لگا۔

شیور ہینڈ سم! وہ ہلکا سا مسکرائی۔

گھر یاد آرہا؟ وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔

وہ چپ رہی، اس نے ادھر ادھر دیکھا۔

گھر کیا ہے افراء؟ وہ اس کے ہاتھوں سے پن لیکے سکیچ بک تھام گیا۔

جنت! پناہ گاہ، چھت، سکون، وہ بے خودی میں کہنے لگی۔

اور اس گھر میں رہنے والے افراد؟ وہ اس کی طرف بنا دیکھے پوچھنے لگا۔

کچھ سکون کچھ اذیت! وہ ٹھنڈی سانس کھینچ کر بولی۔

اذیت کیا ہوتی ہے؟ وہ پھر سے پن چلانے لگا۔

ایسی کیفیت جہاں سانس نہ لیا جا سکتا ہو اور نہ سانس روکا جا سکتا ہو مطلب کہ نہ جینے کا حوصلہ نہ مرنے کا اختیار اس نے سر پھر سے گرا لیا، دوپٹہ سرک کر نیچے آیا، عبدل باری نے اسے اک نظر بھی نہ دیکھا۔

کیا چاہتی ہو؟ سوال عجیب تھا۔

ہنہ ؟اس نے نا سمجھی سے سر اٹھایا۔

اپنے آپ کی کھوج لگانا کتنا مشکل کام ہے ناں ؟ وہ ہلکا سا مسکرایا۔

ہمم شاید ! اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

تم اپنی زندگی ایسی بنانا ! وہ سکیچ بک اس کے سامنے کر کے بولا۔

وہاں ایک خوبصورت گھر تھا جہاں سب ساتھ ساتھ بیٹھے مسکرا رہے تھے۔ جہاں باپ کے ساتھ ایک بچی بنی ہوئی تھی اور بیٹا ماں کے گرد کھڑا تھا۔

وہ مکمل فیملی لگ رہی تھی۔

وہ مسکرا دی۔

آپ بھی یہی چاہتے ہیں ؟ وہ سوالیہ طور پہ اسے دیکھنے لگی۔

ہر دوسرا مرد یہی چاہتا ہے کہ اس کی فیملی ہو، ہم تو سرائے پہ بھی وقت گزار سکتے میں اپنا خون پسینہ بہاتے ہیں، ایک گھر کے لئیے ایک خاندان کے لئیے، وہ اٹھا۔

کوئی ہے زندگی میں ؟ وہ بازو باندھے پوچھنے لگی۔

تمھاری دوست بیوی ہے میری ! وہ مسکرایا۔

افراء کی انکھیں باہر آنے لگیں، حیرت سے حنزلہ اس نے زیر لب

دہرایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

54°°°°

اسلام و علیکم عالم صاحب! کونے میں بیٹھا عاصم فون پہ نمبر ڈائل کر رہا تھا فون

اٹھانے پہ وہ بولا۔

میں ٹھیک! وہ مجھے کہنا تھا کہ میں کیس لڑنے کے لئیے تیار ہوں! جی جی! نہیں

کوئی پریشر یا مجبوری نہیں ہے، وہ فون پہ گرفت بڑھا کر بولا۔ کنپٹی سہلائی۔

اس وقت وہ سفید شرٹ اور کالی پینٹ پہنے تھا۔اس کی پشت کشادہ تھی، وہ اونچا

لمبا مرد تھا۔

جی اب یہ بات سمجھ آگئی ہے کہ گناہوں کی وکالت کرنے سے گناہ کم نہیں ہوتے

بلکے ہم اور گناہ گار ہو جاتے ہیں۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا،اس کے سامنے گلاس ونڈو

تھی۔

اس نے ایک ہاتھ وہاں رکھا اور پھر سر ٹکا دیا۔

شکریہ، کال بند ہوئی تو اس نے غور کیا اس کے پیچھے کوئی تھا۔ وہ پلٹا تو سامنے حنزلہ تھی۔

اچھی لڑکی ہے! اس نے اس کے ساتھ فاصلہ برقرار رکھتے سامنے دیکھ کہا۔

ہمم! وہ ہلکا سا مسکرایا۔ حنزلہ نے اسے دیکھا۔

شکریہ عاصم! حنزلہ نے پھر سے سامنے دیکھ کر کہا۔

کس لئیے؟ وہ حیران ہوا۔

تم نے ہی پلان کیا ناں ہمیں یہاں لانا؟ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں جما کر بولی

۔

تم پی کر آئی ہو کیا؟، میرے ساتھ بھی سیم ویسا ہوا جو تم سب کے ساتھ ہوا میں کیوں ایسا کروں گا؟ وہ بلکل نالاں دکھ رہا تھا۔ اسے جھٹکا لگا یہ کیسا سوال تھا؟ تذبذب کا شکار ہوتے دیکھ وہ ایک دم بات سنبھال گئی۔

مذاق کر رہی تھی، وہ ہنسی۔

جیسے میں تو سیریئس ہی ہو گیا ناں! وہ نفی میں سر ہلا کر بولا۔

تمھارا شوہر ہینڈ سم ہے ! مگر مجھ سے زیادہ نہیں ! عاصم نے اس کو سر سرا دیکھ کر کہا۔

کیا مطلب تم جانتے ہو ؟ وہ ایک دم چونکی۔

ظاہر سی بات ہے ،ایجنٹ ہے وہ اور غیرت مند مرد بھی، جانتی ہو اس نے کیا کہا؟

عاصم اب وہاں سے ہٹ کر پیچھے ہوا۔

کیا؟ وہ پلٹی اس کے مقابل آئی۔

اس نے کہا میری بیوی ناراضگی میں بیوقوفوں والی حرکتیں کرتی ہے مگر تم نے اگر کی تو میں ہڈیوں کا بھرتا بنانا اچھے سے جانتا ہوں ! وہ اس کے ماتھے پہ انگلی بجا کر بولا۔

واہ اور تم اس کی دھمکی سے ڈر گئے ؟ وہ تضحیک سے دیکھ کر جملہ کس گئی۔

نہ ڈرتا بس پھر اس سے سامنا ہو گیا وہ مانگنے والا فقیر تمھارا گدھا شوہر تھا۔وہ تنفر سے بولا۔

اوئے شوہر کے بارے میں مذاق نہیں ! وہ ایک دم انگلی اٹھا کر بولی۔

آئی بڑی منہ لگاتی نہیں ہو اور مجھے دھمکی دے رہی، وہ منہ بناتا وہاں سے چلا گیا۔

ایجنٹ مجھ پہ نظر رکھتا رہا ہے ! کوئی اپنی بیوی سے کیوں کر غافل ہو گا دل کے کسی کونے سے آواز آئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°55

تم کون سا کیس لڑنے کی تیاری میں ہو جعلی ہاشم کاردار ! افراء نے چائے کا کپ عین اس کے سامنے رکھ اس کے مقابل بیٹھنے کا ارادہ کیا۔

تم کب تک اس لقب سے مجھے نوازنے والی ہو ؟ وہ تعجب سے دیکھنے لگا۔

جب تک تمھارے ساتھ سفر میں ہوں ! وہ شانے اچکا کر بولی۔

ہمم ! وہ زیر لب مسکرایا۔

اوہ ہیلو کچھ ایسا ویسا نہ سوچنا مطلب جب تک مشن میں ہوں تب تک، وہ ایک دم چٹکی بجا کر بولی۔

اچھا جی ! وہ مسکرایا۔

ہاں جی، بالکل جی ! وہ ناک دائیں بائیں ہلا کر بولی۔

کیوٹ ! وہ بڑبڑایا۔

اس نے انکھیں دکھائیں۔

بیٹھنے کی زخمت کریں رائیٹر صاحبہ آخر آپ نے اپنی کہانیوں سے ملک کا بیڑا اتر میرا مطلب پار کروانا ہے، ایک دم زبان کاٹ کر اس نے لفظوں کی ترتیب درست کی۔

وہ ناز اور ادا سے بیٹھی۔

ویل میں زمینی تنازعہ کا کیس لڑ رہا ہوں۔ وہ افراء کی معلومات میں اضافہ کرتے بولا۔

اوہ! اس نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔

ویسے میں سوچتی ہوں کہ کیا مل جاتا ہے انسان کو زمین پہ جھگڑے اور قتل انسانیت نہیں رہی لوگوں میں! اس نے تاسف سے کہا اور پھر کرسی دائیں بائیں جھلانے لگی۔

ایول فلاسفر آف دا ہسٹری کون تھا مس رائیٹر! وہ دلچسپی سے اسے دیکھ کر بولا۔

بہت سے تھے تم کس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟ وہ سنجیدگی سے بولی۔

میکاولی! کہتاہے انسان کا باپ قتل کر دیا جائے تو وہ کچھ عرصے بعد اس کو بھول جاتاہے مگر کوئی اس سے اس کی زمیں چھین لے، یہ چیز ہر لمحہ اس یادرہتی ہے وہ کبھی نہیں بھولتا۔ وہ دونوں ہاتھ باہم جوڑ کر کہنے لگا۔

بڑاہے بیکار فلاسفر تھا! افراء نے منہ بنایا۔

بیکار کہاں تھا سچ ہی تو کہتاہے کہتاہے انسان خود غرض ہے، ضرورت کے لئیے وفاداری بیچ دیتا ہے loyalty changes تم کیسی رائیٹر ہو فلاسفی نہیں، پڑھتی، وہ خفا ہوا تھا۔

correction please میں برے لوگوں کو نہیں پڑھتی، وہ تصدیق کر کے بولی۔

لوگ برے نہیں پیدا ہوتے افراء، ان کے ارد گرد کا ماحول، انھیں برابناتاہے ان کی سنگتیں انھیں برابناتی ہیں، وہ نرمی سے بولا۔

ایک طرف تم دااپول کی فلاسفی جھاڑرہے ہو تمھیں یہ نہیں پتا کہ وہ کہتا تھا کہ انسان کے پاس جھنڈ نہ بھی ہوتے وہ تب بھی جھوٹا، دغاباز، ماکر، خود پرست تھا! وہ ٹیبل بجا کر بولی۔

وہ ایک دم منہ پہ ہاتھ رکھ گیا، افراء نے نظریں چرالیں۔اس کا جھوٹ پکڑا گیا تھا وہ بھی پڑھتی تھی ایول فلاسفر کو۔

اب کوئی سوال نہ پوچھنا! پھر وہ اکتا کر بولی۔اس نے زبان کاٹی۔

تم بھی متاثر ہو میکاولی سے رائیٹ! وہ ایک دم کھڑا ہوا۔

آہستہ چیخو! صرف پڑھا تھا اتنا بھی کوئی سرخاب کے پروں والا شخص نہیں تھا، وہ ناک بھوں چڑھا کر بولی۔

ہاتھ ملاؤ اب ہم پکا دوست ہیں! وہ ہاتھ آگے کر کے بولا۔

جاؤ ایجنٹ سے پوچھ کے شیشے دیکھ آؤ بلکے اسی سے پوچھ لینا کہ تم بندر لگ رہے ہو یا نہیں! وہ اسے نظر انداز کر کے بولی۔

ایول کوئین! اس نے بے ساختہ تبصرہ کیا۔

نیور مائنڈ! افراء شانے اچکاتے وہاں سے چل دی۔۔۔۔۔۔۔

○○○○○○

56

کتنا دلچسپ جملہ کہا تھا شہنشاہ سیاست نے

it is double pleasure when deceiver got deceive by another deceiver ۔

یہ زیادہ خوشی دیتا ہے جب ماکر کے ساتھ کوئی اور مکر کرے۔۔۔۔

ماکر کون ہوتا ہے، عقل مند یا چالاک؟ وہ کہتا تھا لیڈر کو ہمیشہ سننا سب کو چاہیے مرضی اپنی کرنی چاہیے، عام لوگوں کے دائرے سے نکل کر جو آگے کی سوچتے ہیں وہ عقل مند کہلاتے ہیں ہر انسان میں کامن سینس تو ہوتا ہے مگر عقل مند کچھ لوگ ہوتے ہیں، جو دور اندیش ہوتے ہیں، جو حالات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا جانتے ہیں، جو اپنا سفر طے کرنا جانتے ہیں۔۔

وہ کہتا ہے جہاں پیار سے کام نہ چلے وہاں خوف سے چل جاتا ہے، لوگ تب تک وفادار رہتے ہیں جب تک ان میں پیار ہوتا ہے جہاں پیار کہیں اور سے ملا ان کی ترجیحات بدل جاتی ہیں اس لئیے ڈرا کے لوگوں کو قابو میں رکھو۔ وہ پیار کریں نہ کریں تمھارے فرمانبردار ضرور رہیں گے۔ کچھ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کیسے نظر آتے ہیں کچھ لوگ تجربہ کرتے ہیں آپ واقعی کیا ہیں۔

فون سکرین کی روشنی چہرے پہ پڑ رہی تھی، اب فون بند کر دیا گیا۔

. کیا کتابوں سے بھی کوئی انسان اپنا پلان ترتیب دے سکتا؟

کون ولن تھا یا پھر ہیرو تھا، کہانی کچھ عجیب پگڈنڈی نمار استوں پہ رواں تھی.... 57ooooooo

!اسلام وعلیکم ! فون پہ

کونے میں کھڑی ایک زنانہ مدھم سی آواز گونجی۔

ہاں مبارک ہو آپ کو وکیل صاحب آخر کیس لڑنے کے لئیے تیار ہو گئے ہیں ! وہ شاید طنزیہ ہنسی تھی۔

ہاں میں جانتی ہوں زمین ان غریبوں کی نہیں ہے مگر اب ان کو ہی ملے گی، وکیل صاحب کی اتنی برین واشنگ ہو گئی ہے کہ اب وہ غریبوں کو وہ زمین دلائیں گے ۔وہ کیا ہے انسان گناہ کی وکالت شروع کر دیتا ہے پھر جب اسے لگتا ہے وہ غلط تھا وہ سدھارنے کی کوشش کرتا ہے پھر وہ نیکی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ ہم کون سا غلط کام کر رہے ہیں۔ وہ ہنسی تھی شاید۔

ماکر کے ساتھ مکر ہو تو کیسا لگتا ہے اب آپ سمجھنے سے رہے۔

ہم گھی ٹیڑھی انگلی سے نکالیں یا سیدھی سے گھی ہی نکالنا ہے ناں! وہ سنجیدگی سے بولی۔۔

ہم بس آپ کی دعائیں چاہیے ہماری ٹیم کو! یس۔اوکے خدا حافظ۔۔وہ کال کاٹ فون کیبنٹ میں رکھنے لگی۔

غلطیوں سے سیکھا جاتا ہے دہرائی نہیں جاتی غلطی، آپ یہ دوسری بار کر رہی ہیں۔ مردانہ آواز عقب سے گونجی۔

اوہ سوری! شاکر صاحب ڈاکٹر صاحب کا کیا سین ہے، وہ اندھیرے میں تھی منہ ڈھکا ہوا تھا۔

ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ وہ کنفرنٹ کریں اگر نہیں کر سکتے تو اکسپوز کامیاب ہوگئے ہیں۔وہ ہاتھ باندھے agent 7,9 کریں گے اور امید ہے ادب سے بولا۔

وہ اس کا شانہ تپھک کر keep calm and carry own ! گڈ وہاں سے چل دی شاکر نے ادھر ادھر دیکھا پھر فون اٹھا کر لا کر میں رکھ دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں نے تمھیں کبھی معاف نہیں کیا باری، میں تمھاری نہ تو پرواہ کرتی ہوں نا عزت! نہ کروں گی۔ گاڑی ایک بستی میں رکی تھی بریک کی وجہ سے ٹائر چرچرائے تھے۔ ایک دم جھٹکے سے گاڑی رکی۔

حنزلہ نے بے رخی سے منہ موڑ لیا۔

اتریں،، لہجے میں حکمانہ پن تھا وہ ڈھیٹ بن کے بیٹھی رہی۔

مجھے بالکل برا نہیں لگے گا اگر میں نے اپنے طریقے سے آپ کو اٹھا کر نکالا، وہ معنی خیز لفظوں میں بولا اسٹیرنگ پہ دونوں بازو رکھے اس نے انکھ سے اشارہ کیا،

حنزلہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

پتا نہیں سمجھتا کیا ہے خود کو؟، وہ بڑابرائی۔

آپ کا حق حلال کا شوہر اب چلیں! محترمہ! وہ گاڑی سے اترا۔

باہر نکل کر میری طرف کس دروازہ کھولو، وی آئی پی پروٹوکول کی عادی ہوں، وہ ابرو تن کر بولی۔

اوکے میڈم جیسا آپ بولیں شریف بندہ بیوی کی نہیں سنے گا تو کس کی سنے گا، وہ شانے اچکا کر نکلا اس کی طرف آیا، دروازہ کھولا، تین دن سے وہ ان کپڑوں میں تھی، دوپٹہ اس کے چلنے سے زمین پہ پوچا لگا رہا تھا وہ جھکا اور دوپٹہ لیکے اس کے کندھے پہ سیدھا کیا۔

معصوم لوگوں کو گھورنا جرم ہے، وہ اس کی کاروائی دیکھ رہی تھی جب عبدل بولا

۔

استغفار کرو، وہ منہ بنا کر بولی۔

حلال چیزوں پہ استغفار نہیں کرتے،

انتہائی گند لیکے پھرتے ہو دماغ میں وہ اس کو تاڑ کر بولی۔ وہ ہنس دیا اب وہ اس کی پیروی کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

59○○○○○○

ہم کہاں جا رہے ہیں باری! راستے میں چلتے اس نے اچانک باری کا ہاتھ پکڑ لیا شاید وہ گھبرا رہی تھی۔

عبدل نے گرفت مضبوط کی، اس کا ماسک درست کیا، بتاتا ہوں، وہ اس کا چہرہ تھپتھپا کر بولا۔

جلدی بتاؤ تم پہ بھروسہ نہیں ہے وہ جلدی سے بولی۔

اوہ تب ہی ہاتھ پکڑ لیا! وہ شریر ہوا۔

اس نے ہاتھ چھڑانے کی ناکام سعی کی۔

رہنے دیں، کوشش بیکار ہے، وہ مسکرایا اب وہ ایک گلی میں بڑھ رہے تھے۔

سامنے ایک گھر تھا۔ وہ گھر کو دیکھ ادھر ادھر جھانکا پھر دروازے پہ بیل بجائی۔

کیا تمھاری گرل فرینڈ کا گھر ہے؟ وہ ابرو تن کر پوچھنے لگی۔

توبہ توبہ کیسی باتیں کرتی ہیں؟ خوبصورت مشہور، اور امیر بیوی کے ہوتے یہ دو نمبری کام میں بھلا کیوں کرنے لگا۔ وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر بولا۔

زرا بھی ایکٹنگ نہیں آتی تمھیں، وہ نخوت سے بولی۔

مجھے کون سا آسکر لینا ہے میڈم آپ سے نکاح کی ڈگری مل گئی کافی ہے، وہ گردن اونچی کر کے بولا بیل پھر سے بجائی۔

و!!!وہ کچھ کہنے والی ہی تھی کہ دروازہ کھلا کوئی لڑکی سامنے آئی حنزلہ کے لفظ میں میں ہی دم توڑ گئے

وہ لڑکی اس سے کئی زیادہ خوبصورت تھی اسے دیکھتے ہی وہ انسکیور فیل کرنے لگی۔

○○○○○

60۔۔۔۔

کیا تم مجھ سے اب بھی خفا ہو ارزم! کمپیوٹر کے آگے بیٹھے ارزم نے نظر اٹھائی سامنے افراء کھڑی تھی۔

آپ کون! اس نے نظرانداز کرتے کہا۔

ہمم! وہ اس کے سامنے والے کمیوٹر ڈیسک پہ چڑھ کر بیٹھ گئی۔

پھر غور سے اسے دیکھنے لگی۔

اب میری توجہ بھٹکا رہی ہیں! ارزم کے کان سرخ ہو رہے تھے۔۔

میں نے تو کچھ نہیں کہا! وہ منہ بنا کر اداس ہو گئی

لکھنا کیوں چھوڑا آپ نے! وہ بنا اسے دیکھے پوچھنے لگا۔

نہیں معلوم کسی نے کہا کہ میں اچھا نہیں لکھتی! اس نے تبصرہ کیا۔

بس ایک کمنٹ کی وجہ سے؟ وہ حیران ہوا۔

ایک منفی کمنٹ کی وجہ سے! وہ لفظوں پہ دباؤ ڈال کر بولی۔

تو؟ وہ اب سیدھا ہوا۔

ننانوے مثبت خیالات پہ ایک منفی خیال بھاری ہوتا ہے، جیسے نوخوشیوں پہ ایک غم بھاری، ہم بے چاری رائیٹرز کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ وہ خلا میں دیکھ کر بولی۔

آپ کو مثبت سوچ رکھنی چاہیے جانتی ہیں ایک تجربے کے مطابق کہا جاتا ہے ایک بچہ مضر بیماری میں مبتلا ہوا ڈاکٹر نے منع کر دیا مگر وہ مثبت سوچتا رہا، کہ وہ ٹھیک ہو گا آج وہ بچہ آپ کے سامنے ہے اور ڈاکٹر قبر میں! وہ مسکرایا۔

وہ بھی مسکرائی، تم سٹرونگ ہو میں نہیں ہوں۔ اداسی سے بولی۔

راضی ہونے کی کیا قیمت ہے؟ وہ مدعے پہ آئی۔

کم بیک آپ کا! وہ شانے اچکا کر بولا۔

مشکل ہے! وہ اتری اور پلٹنے لگی۔

دوست کو خفا رہنے دینا مطلب خلیج !! میں نے کہیں سنا ہے خفگیاں فاصلے بڑھا دیتی ہیں؟

وہ بولا۔ تو وہ لمحے بھر کو چپ ہوئی دوستی میں دوست کو گھسیٹتے نہیں ہیں تناؤ بڑھنے لگتے ہیں پھر دوستی فارملیٹی بن جاتی ہے بس ہم اسے چلائے چلتے ہیں بنا سمجھے بنا ایک دوسرے کی قدر کیئے کوئی تمھارے برے دنوں کا اچھا سا تھی ثابت ہو تو اسے سنبھال کر رکھنا: تم دوستوں کے بارے میں بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ وہ اٹھی اور اس کے پاس آئی۔

لفظوں کو کاغذ پہ اتارنے کے لئیے صرف سیاہی کی نہیں پر سکون دماغ کی بھی ضرورت ہے، فالحال میں زرا مشکلوں میں ہوں۔ وہ پھیکا سا مسکرا کر اسے لاجواب کرتی وہاں سے چل دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

○○○○○○○

61

اسلام علیکم، عبدل باری نے والہانہ لہجے میں کہا۔

باری آؤو علیکم السلام! وہ لڑکی مسکرا کر پیچھے ہوئی دروازہ کھلا چھوڑا، حنزلہ کی تنابیں کھینچ گئیں،

آؤناں آپ بھی! وہ پھر حنزلہ سے ملی، مگر حنزلہ نے کوئی خاص رغبت نہ برتی۔

چلو آؤ اندر! وہ انھیں کہہ کے خود آگے کو ہوئی، گھر نہ اتنا بڑا تھا نہ چھوٹا، متوسط گھر، گھر کے اندر بائیں طرف قطار میں چھوٹے بڑے گملے تھے اور ایک آم کا درخت تھا، دائیں طرف ایک چھوٹا سا روم تھا، اس کے ساتھ گرل کا دروازہ کھول کے اندر کی جانب چلو تو چھوٹا سا برآمدہ جس کے دائیں طرف بیٹھک تھی، کونے میں کمرہ اس کے اندر سے ہی دوسرا کمرہ پھر کچن تھا، گھر صاف ستھرا تھا، باہر برآمدے میں چھوٹے دو صوفے رکھے گئے تھے درمیان میں چھوٹی میز تھی۔

اس طرف! وہ بیٹھک کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

حنزلہ گھر کو دیکھ رہی تھی۔

میں زینت کو کب! اس لڑکی نے حنزلہ کو دیکھ کہا۔

حنزلہ کے ذہن میں کچھ کلک ہوا۔ فلیش لائٹس کی کھچا کھچا آوازیں اس نے ذہن پہ زور دینے کی کوشش کی۔

حنزلہ! وہ بیک وقت مسکرائی۔

آپ کو کون نہیں جانتا! وہ مسکرائی۔

آپ! کو پتا نہیں کیوں لگ رہا ہے دیکھا ہوا ہے پر یاد نہیں آ رہا! لڑکی حجاب میں تھی۔

وہ پھیکا سا مسکرائی، پھر عبدل باری کو دیکھا۔

آپ لوگ باتیں کریں میں کچھ بنالیتا ہوں تب تک! وہ آہستگی سے اٹھا پھر کچن کی طرف چل دیا۔

حنزلہ رنجیدہ ہوئی اسے تو کچن کا بھی پتا فلرٹ نا ہو شوخا کہیں کا لڑکی کے سامنے فلیکس! اس نے منہ بنایا۔

زینت مسکرائی۔

ڈونٹ وری بھائی ہے میرا! عبداللہ انکل کی بڑی بھانجی ہوں، عبدل میرا رضاعی بھائی ہے! وہ ہلکا سا مسکرائی۔

اس کا کہنا تھا کہ حنزلہ کے دل سے منوں وزن کم ہوا۔

اوہ تب ہی بولوں کہیں دیکھا ہوا ہے! حنزلہ نے استفسار کیا۔

ارے نہیں ہم کبھی ملے نہیں ہیں، تم نے جو دیکھی تو وہ زلبری کی ماڈل تھی اور شہر ذاد کی ایکٹریس تھی، اس نے صوفے سے کشن لے کر گود میں رکھا۔

حنزلہ کا بھک سے سے جیسے دماغ اڑا۔

آپ اومائی گاڈ، فریحہ کارول! آئی مین آپ اتنی مشہور، ایکٹرس، ویٹ، اسے سمجھ نہ آیا کیا پوچھے۔

ہم اکثر کسی کو گڑھے میں دھکا دیکر اس کی جگہ لینا چاہتے ہیں مگر زوال آپ کا آپ کے عقب میں چلتا ہے اور جب موقع ملے وہ یوں ایک دم سے آپ کے سامنے آکر آپ کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لیتا ہے، وہ ٹھہر ٹھہر کر لفظ ادا کرنے لگی۔

حنزلہ اسے غور سے سن رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 62°°°°°°°

آپا! ! وہ زیرہ نہیں نظر آرہا؟ باری کچن کے دروازے سے بولا۔

ختم ہو گیا ہے آج بنا زیرے کے کام چلاؤ، وہ مسکرائی۔

حنزلہ نے مسکرانے کی سعی کی۔

یو آر لکی وومن بہت اچھا کک ہے! جوس کا گلاس حنزلہ کو پکڑاتے اس نے تبصرہ کیا۔

حنزلہ نے ایک نظر کھڑکی پار کھڑے اس شخص پہ ڈالی جو مہارت سے مصالحہ بھوننے میں مصروف تھا۔

لکی تھی یا نہیں وہ نہیں جانتی تھی، بس یہ جانتی تھی کہ وہ شخص اس کا من چاہا نہ سہی مگر محرم ٹھہرایا گیا تھا۔

ویسے کتنے سال ہو گئے تم لوگوں کے نکاح ہو۔

عبدل باری ٹرے میں مچھلی تل کر لایا تھا۔ حنزلہ نے گڑبڑا کے زینت کو دیکھا۔

چار سال چھے مہینے سات دن جواب عبدل باری کی طرف سے تھا۔

حنزلہ نے یک دم اسے دیکھا پھر شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔

لو حنہ! چکھو! زینت نے اسے سرو کیا۔

اس نے آرام سے جھجک محسوس کرتے ہاتھ آگے بڑھایا۔

فورک کی مدد سے پیسز کر کے عبدل نے اس کے آگے کیئیے۔

وہ چپ چاپ کھانے لگی۔

اس نے ایک نظر اس پہ ڈالی جو سفید شرٹ کے ساتھ بلیو پینٹ پہنے تھا اس کی گردن کی رگیں اُبھری تھیں ماتھے پہ سلوٹیں، کالر کے دو بٹن کھلے تھے، وہ اچھا خاصا بوڈی بلڈر تھا، حنزلہ نے سر سراتی نظر اس کے ہاتھوں پہ ڈالی اس کے دائیں ہاتھ پہ ایک تل سا تھا۔ پھر نظر اس کی آنکھوں کی طرف گئ وہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا وہ ایک دم ادھر ادھر دیکھنے لگی وہ مسکرا گیا اس کی اس حرکت پہ بے اختیار اس کا ہنسنے کا دل کیا۔

اکرام وبعام سے فارغ ہو کر وہ ایک روم میں تھے جہاں ٹیبل پہ فائل موجود تھی عبدل باری زینت سے کچھ ڈسکس کر رہا تھا، وہ انسکیور ہو رہی تھی۔ بار بار انگلیاں مروڑتے وہ عبدل باری کو دیکھ رہی تھی اس نے محسوس کیا گرمی کے سبب عبدل باری کے ماتھے پہ بال چپک گئے وہ اٹھی اس نے پنکھا لگایا مگر کاغذ اڑنے لگے۔

اوہ شٹ! عبدل باری نے جلدی سے کاغذ سمیٹے۔

اس نے بٹن بند کیا سوری وہ مجھے لگا گرمی ہے ! اس نے زبان کاٹی۔

کوئی بات نہیں، زینت نے کہا۔

عبدل نے اسے دیکھا۔

ایسے مت دیکھو مجھے لگا تمھیں پسینہ آرہا ہے تب لگایا تھا ! وہ آہستہ سے بولی۔

وہ نفی میں سر ہلا کر مسکرانے لگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

63°°°°°

یہ ڈاکٹر صاحب گونگے ہیں کیا ! عاصم نے ازرم کے کان میں کھسر پھسر کی۔

انٹروورٹ ہیں، سب سے بات نہیں کرتے،

یہ بڑی عجیب بات ہے، پتا نہیں لوگ اپنے آپ میں کیسے خوش رہ لیتے ہیں، وہ سیٹ سے ٹیک لگا کر بولا۔

سب اب ایک جیسے تو نہیں ہو سکتے، بس یہ تھوڑا انسکیور ہوتے ہیں تب فری بات نہیں کرتے 'ہوتے ہیں کچھ لوگ جو بہت سے اوپن ہوتے ہیں کسی سے بھی باتیں شئیر کر لیتے ہیں مگر بعد میں انھیں احساس ہوتا ہے کہ اگر اس بندے نے تمھارے راز افشاں کر دیئے تو؟ یہی ڈر ان میں انسکیورٹیز پیدا کرتا ہے، ہر کوئی

آپ کا دوست نہیں ہوتا دوست کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے کیونکہ آپ اپنے جنازے کے لئیے صف اول کا انتخاب کررہے ہوتے ہیں، انٹروورٹ ہونا برا نہیں ہے بلکے سکون ہے! ارزم نے تسلسل میں بات کرتے ہوئے فائل بند کی۔

تم کیا ہو آئی مین ایکسٹروورٹ؟ عاصم نے سوالیہ طور پہ اسے دیکھا۔

وہ مسکرایا۔ ہم جیسے لوگ تنہائی اور محفل دونوں میں ! ambivert نو سروائیو کرتے ہیں، حالات کے مطابق خود کو ڈھالنا ہم صرف اپنی پسند کے لوگوں کے ساتھ خوش ہوتے ہیں کمفرٹیبل رہتے ہیں۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔

اوہ انسانی دماغ پڑھنا کتنا مشکل کام ہوا پھر تو! عاصم نے استفسار کیا۔

انسان صرف دس فیصد اپنا اصل دکھاتا ہے باقی نوے فیصد اداکاری کرتا ہے، برملا سچ تھا ارزم نے شانے اچکائے۔

اوہ! تم بھی شہنشاہ سیاست کے فین ہو گیا! اچھا بنو مت پر دکھو ضرور! عاصم ہنس کر بولا۔

یو نیور نو! وہ ہنسا۔ پھر اٹھا اور فائل شاکر کی طرف لے کر بڑھ گیا۔

سارے شیطانی دماغ رکھتے ہیں! وہ بڑبڑایا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔64

اس نے پن پکڑنے کی کوشش کی مگر اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے پن گر گیا۔ حمدان نے سر تھام لیا۔

تب ہی اس نے آہٹ محسوس کی۔

کوئی جھک کر پن اٹھا رہی تھی۔ پھر پین پکڑا اس کے سامنے والی کرسی کھینچی اور بیٹھ گئی۔ وہ افراء تھی۔۔اس نے پین ٹیبل پہ بجایا پھر حمدان کے سامنے کیا۔

کی! وہ بیٹھی۔ حمدان نے اسے anxiety دو وجہ ہو سکتی ہیں اگنزائٹی اجنبیوں کی طرح دیکھا۔

جسمانی کمزوری یا دماغی کمزوری یا پھر!!! وہ چپ ہوئی غور سے ڈاکٹر کی انکھوں میں دیکھا۔

گلٹ! وہ مسکرائی۔

ڈاکٹر نے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔

میں رائیٹر افراء روعیل، وہ اپنی طرف اشارہ کر کے بولی۔

حمدان عباسی، کارڈیالوجسٹ۔

اس نے اسے بنا دیکھے کہا۔

سنا ہے اظہار دل پہ پڑا بوجھ کم دیتا ہے ! وہ شانے اچکا کر بولی۔

حمدان نے اسے دیکھا۔ الفاظ وزنی ہوتے ہیں بوجھ بڑھا بھی دیتے ہیں، وہ برجستگی سے جواب دینے لگا۔

لفظوں کی بناوٹ پہ اعتبار ہونا چاہیے کچھ لوگوں کی شخصیت سے زیادہ ان کے لفظوں کی بناوٹ انسان کو قائل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، رائٹ، افراء کہاں ہار ماننے والی تھی۔

کیا چاہتی ہو؟ وہ اس سے متاثر ہوا۔

سچائی،، وہ شانے اچکا کر بولی۔

وہ سانس بھر کے رہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔65

ایم بی بی ایس کلئیر کرنے کے بعد کچھ سال خاص ٹریننگ اور ٹیسٹ پاس کر کے میں فائنلی ڈاکٹر بن گیا تھا۔ میں خوش تھا میری شادی ہو چکی تھی میری دو بیٹیاں ہیں ہر طرف پیسے کی ریل پیل تھی جہاں صبح کو سرکاری سیٹ پر بیٹھ ماہ بھر کمایا وہیں شام کے وقت پرائیویٹ کرسی لگائی اور نوٹ چھاپتے رہے۔ بیسٹ ٹریٹمنٹ کے نام پہ لوگوں کو دو نمبری ادویات فراہم کرنا اور بدلے میں بھاری

بھاری فیس لینا، پھر ریڈیو پہ پوڈ کاسٹنگ میں اپنا قلع چت کرنا(اپنا نام بڑھانا ہند کو ڈائیلاگ)۔

ضمیر مر جائے تو انسان بے حس ہو جاتا ہے ڈاکٹر فرشتے ہوتے ہیں مگر کب موت کے فرشتے بن جائیں یہ کون جانتا یے؟۔

شروع میں سب اچھا لگتا ہے پھر گناہ پیچھا کرتے ہیں،اس کا احساس تب ہوا جب میرا اپنا بھتیجا میرے ہاتھوں۔۔

اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں کو دیکھا پھر افراء کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں کوئی ہمدردی نہ تھی۔

اس کا معدہ صاف نہیں کیا گیا تھا، وہ کومہ میں چلا گیا، دس سال بعد میرے بھائی کی اولاد ہوئی تھی وہ بھی میری وجہ سے۔۔۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا مگر افراء ٹس سے مس نہ ہوئی۔۔۔

خود پہ بیتی ہے تب پتا چلتی ہے خوف کسے کہتے ہیں۔وہ کہہ کر اٹھ گئی حمدان نے سر گرا لیا۔۔۔۔۔۔۔

تمھیں نہیں لگتا تم نے غلط کیا، وہ آواز سن کر ایڑھیوں پہ پلٹی تھی۔

عاصم پینٹ میں ہاتھ ڈالے نیچے دیکھتے بولا۔

افراء نے ایک غلط نظر تک نہ ڈالنے ج کا ارادہ کیا۔

کسی کو جج کرنے سے بہتر اسے سننا ہے، اس انسان کے گلٹ کو دور کرنے سے زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا؟ افراء، تمھیں اسے سننا چاہیے تھا۔ وہ اس کے سامنے آیا۔

تمھیں رضاکاری کا بھوت چڑھا ہوا تو جاؤ خود سنو، وہ تپ کر بولی۔

کسی کے برے وقت میں اسے نصیحتیں نہیں کرتے! وہ تاسف سے بولا۔

اور کسی کے برے حالات اور مجبوری کا ناجائزہ بھی نہیں اٹھایا کرتے، وہ دوبدو بولی۔

افراء ہر ایک کو سیکنڈ چانس ملنا چاہیے تاکہ وہ اپنی غلطی سدھار سکے! وہ نرمی سے بولا۔

تم دو چانس مجھے کام ہے وہ نظرانداز کرتی وہاں سے چلی گئی وہ بل کھا کر رہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

صحیح کہتا تھا میکاولی کسی کی اصلاح کرنا مشکل اور کسی کو بگاڑنا انتہائی آسان ہے۔وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔67

یار ارزم ایک سوال پوچھنا تھا تم تو اپنی رائیٹر آپا کو پڑھتے ہو گے رائیٹ؟ عاصم جو ارزم کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، دونوں کہیں جا رہے تھے پوچھنے لگا۔

آپا، استغفر اللہ! ارزم نے فورا کانوں کو ہاتھ لگایا۔

اوے الحمد اللہ بولو بڑی ہے تم سے! وہ جز بز ہو کے بولا۔

اوہ دال میں کچھ کالا ہے،؟ارزم نے آنکھیں مٹکا کر پوچھا۔

اب تم میرے پیچھے نہ پڑ جانا خدا کا واسطہ! وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا۔

ھاھا اچھا نہیں بولتا بٹ نائس چوائس! ارزم نے آنکھ مار کر کہا تو عاصم نے مسکرا کر اس کے شانے پہ بازو پھیلایا۔

اچھا چلو تم بتاؤ کیا ہر انسان انسکیور ہوتا ہے؟

ہاں! سب ہی ہوتے ہیں،انسکیورٹیز اصل میں ایک اندورنی خوف ہوتا ہے جو ہمیں ڈراتا ہے ہمیں کمزور کرتا ہے اور پھر ہمیں شیلڈ کے لئیے ابھارتا ہے، کیا آپ تفصیل سے جاننا چاہتے ہیں، وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

بالکل! وہ سنجیدگی سے بولا۔

توپھر ڈرائیو کریں کیونکہ مجھے پسند نہیں میں ون مین ون ورک کی تھیوری کو مانتا ہوں! وہ سستی دور کرکے بولا۔

اوکے باس! وہ انگلیوں سے سلیوٹ جھاڑتا گاڑی کی فرنٹ سیٹ سنبھال گیا۔

ہم انسان کے کچھ ٹراماز ہوتے ہیں، کچھ فوبیاز، کچھ انسکیورٹیز، بات سب سے پہلے انسکیورٹیز سے شروع ہوتی ہے، انسان کو ہر وقت ایک چیز تنگ کرتی ہے وہ ہے خوف، اس کی کمزوری مثال کے طور پہ کچھ لوگوں کا کلرڈل ہوتا ہے تو وہ خود کو دوسروں کے ساتھ کمپیئر کرتے ہیں، اگر چھوٹے قد کے لوگ ہیں تو لمبے قد والوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کمفرٹیبل فیل کرتے ہیں، لائق بچوں کے ساتھ اگر کم ذہین بچوں کو بٹھا دیا جائے تو وہ بھی انسکیورٹیز کو جنم دیتا ہے، اور اگر رائیٹر صاحبہ کی بات کریں تو۔۔۔

اب کی بار عاصم کے کان کھڑے ہوئے۔

ارزم مسکرایا۔

انھیں بھی شروع میں بہت مسلئہ تھا۔انھیں دوسرے رائیٹرز کی ریڈنگ لسٹ سے انسکیورٹیز ہوتی تھیں انھیں لگتا تھا کہ وہ اچھا لکھتی ہیں اور اچھا رسپانس نہیں ہے اس لئیے وہ ہر مہینہ نئ کہانی لکھتی اور گیس واٹ ان کی ان سکیورٹی ان کی طاقت بن گئی لفظ ڈھال بن گئے اور پھر انھوں نے اس پہ قابو پالیا۔وہ مسکرایا۔

عاصم ستائش بھرے لہجے میں زیر لب مسکرا دیا۔ارزم نے فون نکالا۔

آج سے ایک سال پہلے انھوں نے آرٹیکل لکھا تھا۔

پہلا حق۔

جس میں وہ لکھتی ہیں کہ ۔۔۔۔سناؤں ؟ارزم نے اسے دیکھا۔

ہاں یار،وہ گاڑی کو سڑک پے لے آیا۔

ہمم۔۔رائیٹر صاحبہ کا کہنا ہے کہ۔وہ اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔

لوگ خود سے ویسا پیار کیوں نہیں کر پاتے جیسے وہ ہوتے ہیں کیوں وہ انسکیور ہو جاتے ہیں لوگوں کی باتوں پہ، کیوں انھیں اپنے رنگ اپنی جسامت اور قد کو ہمیشہ لوگوں کی مرضی کی مطابق ڈھالنا ہوتا ہے بنانے والے نے ان میں کوئی کمی نہیں چھوڑی کوئی خوبصورت یا بدصورت نہیں ہوتا بس یہ ججمنٹ ہوتی ہے معاشرے

کی، ہم اپنے حصے کی جب لڑائی لڑ رہے ہوتے ہیں تب لوگ کہیں نہیں ہوتے مگر ہمیں جج کرنے میں صف اول میں پائے جاتے ہیں جو کچھ نہیں کرتے وہ تنقید کرتے ہیں، ہمارے کام کو سراہنے کے بجائے کیڑے نکالتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے خود کو اذیت دینا غلط بات ہے ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہم اپنی ذات کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے لوگوں کو خوش کرتے پھریں ہم پہ ہمارا پہلا حق ہے لوگ بعد میں آتے ہیں۔۔۔۔۔

کیسا لگا؟ ارزم نے جملہ ختم کر کے پوچھا۔

دل پہ لگا! وہ فورا دل تھام۔ کر بولا۔

توبہ! ارزم نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور پھر دونوں ہسنے لگے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔68

شام کا وقت ہو چکا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آئی گملوں میں رکھے پھول دیکھنے لگی، زینت کو کب کچن میں مصروف تھی۔

گملوں والی سائیڈ اوپر چھت کو جاتی سیڑھیاں تھیں، وہ جا کر چپ چاپ وہاں بیٹھ گئی، ہلکی ہلکی ہوا سے سکارف سے بال باہر کو آ رہے تھے۔ اس نے انکھیں بند

کیں پھر ہوا کو محسوس کرنے لگی، اسے سردی کا احساس ہونے ہی لگا تھا کہ اس نے محسوس کیا کسی نے اس کے گرد چادر ڈالی۔ اس نے آنکھیں کھولیں سامنے عبدل باری تھا۔ وہ اس کے گرد چادر ٹھیک کر رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے چادر کو لپیٹ کر کھسک کر ایک سائیڈ ہوئی یعنی وہ اسے بیٹھنے کا کہہ رہی تھی، وہ مسکرایا اور پھر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

وفاداری کیا ہے باری! اس نے پوچھا۔

انتظار! عبدل باری نے اسے دیکھ کر کہا۔

انتظار کیا ہے؟ وہ معصومیت سے پوچھنے لگی۔

جو میں آپ کا کر رہا ہوں! وہ اس کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لیکر بولا۔ا

تم میری شرط جانتے ہو! وہ ہاتھ چھڑا کر بولی۔

وہ اٹھنے لگا تو حنزلہ نے اس کا بازو پکڑ کر اسے پھر بیٹھنے پہ مجبور کیا۔

وہ دل پہ پھتر رکھ کے بیٹھ گیا۔

جانتے ہو میرے میک اپ آرٹسٹ سے لیکر، ڈیزائیزر سے لیکر کو سٹار میل ہیں!

وہ سنجید گی سے بول رہی تھی۔ وہ سن رہا تھا۔

میں تمھاری وفادار نہیں ہوں جانتے ہو کیوں ؟ وہ اس کا گریبان پکڑ کر اسے اپنی طرف موڑ کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

تم نے اس کو سزا نہیں دی، عورت اپنے پہلے لمس کو ہر لمحہ یاد رکھتی ہے چاہیے وہ اچھا ہو یا گندا۔۔اس نے زہر اگلا۔

اور میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی کبھی نہیں۔وہ جھٹکے سے اس کا کالر چھوڑ کر بولی۔

وہ اٹھا کچن میں گیا زینت کو کچھ کہا پھر آیا،اس کا ہاتھ پکڑا سختی سے اسے ساتھ لے جانے لگا۔

چھوڑو مجھے باری! وہ ایک دم ڈر گئی۔

عبدل باری اس کا بازو پکڑے ساتھ لا رہا تھا۔ سختی واضح تھی وہ سہم گئی اس نے اپنے شوہر کا یہ چہرہ پہلی بار دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔69

دوسری طرف!!!!

ویسے! تمھاری رائیٹر صاحبہ کو آئی مین چڑ کس بات سے ہے وہ دوست نہیں بناتی کیا؟ عاصم اور وہ ایک بلڈنگ میں داخل ہو رہے تھے، سکیورٹی احاطے سے گزر وہ بلڈنگ کی طرف بڑھے یہ کوئی سات آٹھ منزلہ بلڈنگ تھی۔

وہ کہتی ہیں دوست کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے ہمیں ان لوگوں کو دوست نہیں بنانا چاہیے جن سے وائب ملتی ہو بلکے ان کو بنانا چاہیے جو آپ کے خیال کی قدر کریں، جو آپ کے ہنر کی قدر کریں، جو محفل میں آپ کا ساتھ دیں اور خلوت میں آپ کی راہنمائی کریں آپ کو گائیڈ کریں نا کہ بھری محفل میں آپ کا مذاق اڑائیں! عاصم اب لفٹ کا بٹن دبا رہا تھا۔

وہ دوستوں سے نالاں ہیں، انھیں ویسے دوست نہیں ملتے جو وہ ڈیزرو کرتی ہیں! وہ جلدی دستبردار نہیں ہوتیں، مگر ہو جائیں پھر چپ رہتی ہیں، خود کو اکیلا کر دیتی ہیں جیسا کہ آجکل! ارزم نے شانے اچکائے۔

کیا دوستوں سے دستبرداری آسان ہے؟ عاصم نے سوالیہ طور پہ اسے دیکھا۔

انسان پہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ سب سے تنگ ہو جاتا ہے، اکثر ہم اپنے ذاتی مسائل کا غصہ دوستوں پہ نکال دیتے ہیں، دوست سچے ہوں تو سمجھ جاتے

ہیں کہ کوئی مسلئہ ہوگا، یا موڈ سوئنگ ہوں گے، یا پھر ایسے دوست جو اسے انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں! انا رشتوں اور دوستیوں کو کھا جاتی ہے ناں! وہ ہلکا سا مسکرایا۔

ہمم کیا اسے اچھے دوست نہیں ملے! اب وہ لفٹ سے باہر نکل رہے تھے۔۔

دوست اچھے برے نہیں ہوتے دوست دوست ہوتے ہیں، ہاں مگر جہاں آپ کی جگہ، عزت نا ہو جہاں آپ کی بات نہ سنی جائے وہاں اٹھنے بیٹھنے سے گریز کرنا چاہیے! وہ بھی اب یہی کرتی ہیں. ارزم نے فائل اس کو تھمائی اور جھک کر جوتے کے تسمے باندھنے لگا۔

عاصم نے ہونٹ بھینچ لیئے۔

ایک آخری سوال! دوست کے جانے سے زیادہ سے زیادہ کیا فرق پڑے گا ارزم!

آپ پھر کسی اور سے دوستی نہیں کر سکتے، آپ اپنی ساری باتیں پھر اسٹور کرنے لگتے ہیں آہستہ آہستہ چیزیں بھولنے لگتے ہیں، لوگوں سے خود کو دور کر دیتے ہیں، اکثر دوست سے خفگی پہ آپ اپنا تجزیہ کریں تو معلوم پڑے گا کہ آپ پہ خفگی اتنی

بری طرح سے اثر کر رہی ہے کہ آپ فوکس نہیں کر پا رہے، آپ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ الجھ جاتے ہیں، غصہ کرنے لگتے ہیں۔ ارذم ہانپنے لگا۔

دوست اگر آپ سے اعراض کرنا چاہے؟ سوال پھر سے تھا۔

آپ کا کسی کی زندگی میں پہلا قدم جیسا بھی ہو آپ کا الواع شاندار ہونا چاہیے کسی کی زندگی سے نکلنے کے لئیے ضروری نہیں برا بنا جائے اپنی ذات کے ٹکرے اٹھائیں اور چلے جائیں۔ دوستی میں گرہ لگ جائے تو اس میں پہلی سی بات نہیں رہتی۔ وہ پھیکا سا مسکرایا۔

چلیں اب میٹنگ میں یہ باتیں نہیں کرنی! اب وہ ریسپشن پہ جا رہے تھے

70__________

یہ کوئی سٹور روم سا تھا ایک بلڈنگ سی۔

گاڑی جھٹکے سے وہاں آ کر رکی، عبدل باری اترا پھر اسے اتارا، حنزلہ کا تنفس پھول رہا تھا۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چل رہی تھی۔

کسی ادمی نے اس کے لئیے دروازہ کھولا اب وہ اندر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

وہ راہداری تھی حنزلہ نے تھوک نگل کر ادھر ادھر دیکھا پھر اس کے بازو کے ساتھ چپک کر ساتھ چلنے لگی۔

کچھ دیر بعد وہ ایک کمرے میں تھی، عبدل باری کسی آدمی سے بات کر رہا تھا تب ہی دو نقاب پوش ایک ادمی کو لائے وہ نکاہت ذرہ تھا۔ا

عبدل باری نے حنزلہ کا ہاتھ چھوڑا وہ اسے دیکھتے ہی اس پہ جھپٹی۔ وہ زخمی شیرنی کی طرح اس کی طرف بڑھی میں جان سے مار دوں گی، میں جہنم میں پہنچادوں گی اسے وہ اسے ناخنوں سے زخمی کر رہی تھی، مکے برسا رہی تھی وہ گھونسے مار رہی تھی وہ کوئی جنونی لڑکی لگ رہی تھی، وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

جیسے شیر کے آگے گوشت کا ٹکڑا پھینک دیا ہو اور وہ جھپٹ پڑے حنہ نے اسے لات ماری اس کے پیٹ میں، عبدل باری اب کی بار آگے آیا۔ وہ آدمی درد سے کراہنے لگا وہ زمین پہ لیٹا تھا اوازیں نکالتا پیٹ پہ ہاتھ رکھے اس کا منہ خراشوں سے زخمی ہو چکا تھا وہ خون رسنے لگا۔

وہ ہانپ رہی تھی مگر رک نہیں رہی تھی۔

عبدل باری بالکل اس کے پیچھے تھا،اس نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر اس کے ہاتھ چل رہے تھے، باری نے اس کے دونوں ہاتھوں کو گرفت میں لیا اسے پیچھے ہٹانے لگا۔

چھوڑو مجھے،اسے میں زندہ نہیں چھوڑوں گی،وہ بپھری شیرنی لگ رہی تھی۔

حنہ مت کریں! وہ منت بھرے لہجے میں بولا۔وہ اسے پیچھے دھکیل پھر سے آدمی پہ برسی وہ ادھ مویا ہو چکا تھا۔

وہ لاتیں مار رہی تھی۔

عبدل باری نے اس کا بازو کھینچا وہ اس کے سراپے سے ٹکرائی پھر اس کی شرٹ کو مٹھی میں بھینچ دھاڑیں مار مار رونے لگی۔وہ اس کی چھاتی پہ ہلکے ہلکے مکے مار رہی تھی۔

وہ کیوں زندہ ہے کیوں زندہ ہے وہ بڑبڑا رہی تھی اس کے بال کھل کر کمر پہ بکھر گئے۔باری کا دل جیسے دھک دھک کرنے لگا اس کے ہاتھ ہنوز نیچے تھے۔وہ جانتا تھا لڑکی جذبات میں ہے مگر وہ اپنی حدود بھی جانتا تھا۔اس نے حنزلہ کو شانوں سے پکڑ آہستگی سے دور کرنا چاہا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

سرد مہری سے عبدل نے اسے دور کیا۔

پھر اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں پانی برس رہا تھا۔

جذبات میں بہکا مت کریں! وہ ترش روی سے بولا۔

ملعون کو لے کر جاؤ! پھر وہ اپنے آدمیوں سے بولا۔

یس سر! وہ آئے اور اس کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے۔

دیوار کے ساتھ کھڑے ہوتے وہ بیٹھتی چلی گئی۔ آہستہ آہستہ وہ اونچا اونچا سانس لے رہی تھی۔ عبدل باری نے اسے ترحم سے دیکھا۔

پھر اس کے برابر گھٹنوں بل بیٹھ گیا، حنہ نے شکوے بھرے انداز میں اسے دیکھا پھر چہرہ گھٹنوں پہ دے کر رخ بدل لیا۔

آپ گھر جانا چاہتی ہیں؟ وہ نرم لہجہ میں بولا۔

حنہ نے جھٹکے سے اسے دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو کون سا گھر؟

وہ! عبدل تھوڑا جھجھکتے ہوئے اس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔

زہر لگ رہے ہو! وہ چبا کر بولی۔

باری نے ہمدارنہ اسے دیکھا پھر ہلکا سا مسکرایا۔

مسکراتے ہوئے تو اور بھی زہر لگ رہے ہو! وہ پھر ہنکار بھرتے بولی۔

اس نے افف کیا۔

کیا افف مار نہیں سکتے تھے تم اسے وہ درندہ تھا اس نے بدتمیزی کی تھی مجھ سے سمجھ رہے ہو تمھیں اس کو جان سے مارنا چاہیے تھا۔ وہ ایک دم آگے بڑھ کر اس کا کالر پکڑ گئی۔

کیوں کیوں جانے دیا! وہ فاصلہ سمٹ کر رہ گئی۔ بولو جواب دو! وہ ہمت ہارنے لگی تھی، ساری توانائی ختم ہو گی تھی۔

باری نے آہستہ سے اس کے ہاتھ پکڑ کر دور کیئیے پھر ملائم ہاتھوں کو اس کے سامنے کیا۔

یہ ہاتھ گندگی میں اچھے نہیں لگتے حنہ! اس کی سزا اسے مل کے رہے گی آپ اپنی رہائی کی تیاری کریں۔ وہ کہہ کر اٹھا اور پلٹنے لگا۔

اور اگر میں نہ جانا چاہوں تو! وہ جھٹکے سے اٹھی۔

وہ رکا! آنکھیں بند کیں۔

امتحان نہ لیا کریں حنزلہ، گھر جائیں!! وہ بنا پلٹے بولا۔

نہیں جانا مجھے، وہ چیخی تھی وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

تم بہت بے حس ہو عبدل باری نفرت ہے مجھے تم جیسے ایگوئسٹک سائیکو سے

۔بھاڑ میں جاؤ تم سب دفعان ہو جاؤ۔ وہ چیخ رہی تھی گلہ پھاڑ رہی تھی۔ کانوں پہ

ہاتھ رکھ وہ چیختی رہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

71

جی عالم صاحب ہم نے سب دیکھ لیا ہے this case is effortless,

ہمیں زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ عاصم کرسی پہ براجمان تھا (easy).

وہ فائل کھول عالم کر صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

مجھے تم پہ بھروسہ ہے عاصم! تم کرلوگے ویسے بھی جیتنے کی عادت ہے تمھیں۔ وہ مسکرائے۔

اب کی بار کوشش کروں گا کہ جیت پکی ہو۔ ends justify

،وہ کمر سیدھی کر کے بولا۔ everything

کچھ کام انسان ایسے کرتا ہے جو شاید مورل نہیں ہوتے مگر انسانیت کے بچاؤ کے

لیئے تھوڑے لوگ قربانی دیں تو غلط نہیں ہوتا، ethical gain(

عالم صاحب سلش گلاس میں انڈیلا theory of utilitarianism،

۔

پھر عاصم کی طرف بڑھایا۔ عاصم نے نا سمجھی سے دیکھا پھر گلاس تھام لیا۔

بعض اوقات ہم ایک غلط قدم اٹھا کر نو صیحیح فیصلے کرتے ہیں، یہ سیاست ہوتی ہے، عالم صاحب ارزم کو دیکھ مسکرائے۔

but ehtical wrong can not be politically right! وہ ابرو تن کر بولا۔

بچے انسان بہت خود غرض ہے، حالات اسے ایک جگہ ایک جیسا ٹکنے نہیں دیتے، آہستہ آہستہ سب سرکنے لگتا اس کے قدم رشتے، دوست سب کچھ وقت کے چکر میں بہت کچھ چھوٹ جاتا ہے۔

میں آپ کی قدر کرتا ہوں مگر سر میں اس بات سے متفق نہیں ہوں، سب چھوڑ کر ایک چیز پانا کیا پانا ہے وہ تو سمجھوتہ ہوتا ہے، ہو سکتا ہے جو سہارا دکھ رہا ہو خسارہ ہو! وہ بہت ہی ادب سے بولا۔

بعض اوقات ضمیر کا سو جانا بہتر ہے بچے! ویسے تم نے یہ کام پہلے بھی کیئے ہیں پھر اب کیسا خوف؟ عالم صاحب نے کہا، تو عاصم کے جبڑے بھینچ گئے ارزم نے اس کے بازو پہ دباؤ ڈالا تاکہ نہ بولے۔

عاصم نے اسے دیکھا پھر آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔اس نے گلاس سامنے کیا۔

کیا تھا اس میں؟ کہہ کر وہ دھپ سے ارزم کے شانے پہ گرا۔۔۔

ایجنٹ! ہوم ورک از ڈن! ارزم نے فون پہ اطلاع دیا۔

وکیل صاحب کی خاطر داری میں کمی نہ رہے۔زنانہ آواز گونجی تھی۔

اوکے میم! اس نے کہہ کر فون کاٹ دیا۔

عاصم صوفے پہ لیٹا بے سدھ پڑا تھا

سوری وکیل صاحب پر انسانی فطرت بدلنے میں وقت لگاتی ہے آپ کو تھوڑا قاعدے سیکھنے ہوں گے ارزم نے اس کے قریب بیٹھ کر کہا

سارا سفر اس کی ہچکیوں میں گزر رہا تھا۔ عبدل باری نے گاڑی روکی۔ وہ روانی سے روتی رہی۔

جانتی ہیں عورت کے رونے سے اس کے دل کی وینز کٹ جاتی ہیں، اور زیادہ رونے سے بینائی چلی جاتی ہے، !اس نے پچھلی سیٹ پہ بیٹھی لڑکی کو فرنٹ مرر میں دیکھا۔

اس نے نظر اٹھائی،

میں نہیں چاہتا میری بیوی اندھی ہو جائے اور میرا ہینڈسم چہرہ اس کے سوا باقی سب دیکھیں، وہ ہلکا سا مسکرایا۔

وہ چپ رہی۔

وہ گاڑی روک کر نیچے اترا پچھلا دروازہ کھولا۔ اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اس نے نا سمجھی میں دیکھا۔

عبدل باری نے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا، حنزلہ نے آہستہ سے ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھا۔ عبدل باری اسے لیکر انھیں گلیوں میں چلنے لگا۔ وہ زینت کی طرف جا رہے تھے۔

آپ کا اپنا گھر نہیں ہے؟ وہ نا محسوس انداز میں بولی۔

گھر ہے مگر گھر والی نہیں ہے تو جب گھر والی آفیشلی آجائے گی تو گھر گھر لگے گا اور مجھے اس دن کا انتظار ہے! عبدل باری نے اس کے ہاتھ انگوٹھے سے مسل کر اس کی انکھوں میں دیکھا۔

انتظار نہیں کرتے، نہ ہی کرنا چاہیے تھک جائیں گے، کمر جھک جائے گی، ہاتھ کچھ نہ آیا تو؟۔۔۔

آپ کو اب بھی لگتا میں خالی ہاتھ لوٹوں گا! جو میرا ہوتا ہے میں اسے دور نہیں کرتا وہ میرا ہی رہتا ہے، آپ دور ہو کر بھی میری نظروں کے حصار میں تھیں، حنزلہ کے قدم سست ہوئے۔

وہ بھی رکا۔

جہاں آپ رکیں گی میں وہاں سے قدم آگے نہیں بڑھاؤں گا۔ وہ اس کے سامنے آیا گلی میں کوئی نہیں تھا، بلب کی روشنی ان کے چہروں پہ پڑنے لگی۔

ساکن زندگی، زوال زندگی ہے! وہ اس سے بنا نظر ملا کر بولی۔

آپ نہیں تھیں تو زندگی تب ہی ساکن ہو گئی تھی ہر چیز میں ٹھہراؤ آگیا تھا میں اب آپ سے اپنی زندگی کی دوڑ میں واپس جانا چاہتا ہوں، وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔

میں منع کر دوں تو؟ وہ نظر اٹھا کر بولی۔

اس بار میں گنجائش نہیں دوں گا! وہ آنکھیں گاڑ کر بولا۔

قید کرو گے مجھے ؟ وہ دلجمی سے اسے دیکھ کر بولی۔

وہ بھی آپ کی مرضی کے بغیر! وہ تھوڑا قریب ہوا۔

وہ پیچھے ہٹی، گھر چلیں! اس نے نامحسوس انداز میں کہا۔

وہ ہونٹ بھینچ گیا۔اس نے ہاتھ پہ گرفت کم کر دی۔کچھ دیر میں گھر میں تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

○○○○○○○○73

جب انسان پہ موت کا خوف طاری ہوتا ہے تو اسے دو خوف مزید آتے ہیں۔

سب کچھ چھٹ جانے کا خوف! ادھوری حسرتیں، لمبی چوڑی پلاننگ،

اور دوسرا خوف اعمال کا خوف۔ سب یاد آنے لگتا ہے کس کے ساتھ کتنا برا کیا تھا ، کہاں دھوکا دیا تھا؟ کہاں بے ایمانی کی تھی؟ کہاں کسی کا حق مارا تھا؟ اسے قفس کہتے ہیں۔

بعض اوقات نہ بولنے کے باعث ایسا لگتا ہے کوئی گلا دبا رہا ہو! آپ ہاتھ پیر چلاتے رہیں مگر کوشش بے سود، تب کون یاد آ رہا ہوتا ہے۔

خدا،

اللہ تعالیٰ

رب ذوالجلال۔

جو کہتا ہے انسان تو کتنا ناشکرا ہے تجھ پہ تنگی آئی تو تو مجھے پکارنے لگا میں نے تیری تنگی دور کی تو مجھے بھول گیا جیسے کہ تجھ پہ کبھی تنگی تھی ہی نہیں۔

آنکھوں پہ چشمہ ٹکائے چہرے پہ ماسک پہنے وہی لڑکی تھی۔ جو کمپیوٹر سکرین کو دیکھ رہی تھی اس کے ساتھ دوسری سیٹ پہ شاکر بیٹھا ہوا تھا۔

انسان کو یہ یاد دلانا بہت ضروری ہے کہ وہ بہت عظیم نہیں بلکے عام ہے، انسان میں سے اکڑ نکالنی ضروری ہے، لڑکی نے تبصرہ کیا۔

صحیح کہتی ہیں! شاکر نے اثبات میں سر ہلایا۔

انسان ہے نا، وہ جذبات پہ چلتا ہے، جذبات اسے اچھا اور برا بناتے ہیں، اسے وفادار اور دغاباز بھی یہی بناتے ہیں، ان پہ کنڑول ضروری ہے۔ وہ کرسی جھلانے لگی۔

رائیٹ! شاکر نے اسے دیکھا جو اپنے ناخنوں پہ پالش لگا رہی تھی۔

سفید رنگ پہ سرخی غالب آچکی تھی، فائلر کی مدد سے اس نے ناخن درست کیئیے۔

کھیل شروع کریں۔

کہتے رائیٹ confession موت کے خوف سے انسان! جو کرتا ہے اس جہاں وہ اپنے گناہ گن رہا ہوتا ہے، آج دیکھتے ہیں وکیل صاحب نے کیا کیا۔؟۔ وہ دونوں اب کمپیوٹر میں ابھرتی ویڈیو کو دیکھ رہے تھے جو لفٹ کی معلوم ہو رہی تھی۔۔۔

لفٹ کا منظر ہے جہاں عاصم اس انداز میں بیٹھا کی اس کی ٹانگیں پھیلی ہوئی ہیں، اس کا چہرہ گریبان کی طرف جھکا ہے ہاتھ لے سو دسائیڈوں میں گرے ہیں۔ماتھے پہ بال چپک گئے تھے۔

اچانک وہ زور سے کھانسنے لگا۔

اس نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔

اس نے ارد گرد دیکھا مگر سب دھندلا تھا۔

اس کا سانس جیسے بند ہوا۔اس نے اٹھنے کی سعی کی مگر پیر پھسلا، وہ ڈھے گیا۔

اف! وہ بازوں پہ زور دے کر اٹھا۔اس نے آنکھیں کھولیں، آنکھوں پہ ہاتھ مار کر صاف کیا اسے جیسے چکر آرہے تھے۔

کوئی ہے، آواز گلے میں دم۔توڑ گئی۔

اس نے لوہے کا دروازہ پیٹا۔کوئی کھولو! اس نے پھر سے دروازہ بجایا، مگر باہر کوئی آواز نہ تھی۔

ارزم میرے بھائی! اس نے کہا تھا۔

سکرین کے سامنے بیٹھے ارزم کے دل کو کچھ ہوا۔

شاکر نے اس کا شانہ دبا کر اسے کنڑول کرنے کا کہا۔

وہ جبڑے بھینچ بیٹھ گیا۔

وہ چلا رہا تھا اس کی انرجی جواب دینے لگی۔

لوہے کے دروازے پہ ہاتھوں سے وار کرنے پہ ہاتھ درد کرنے لگا۔

اب وہ رو رہا تھا اپنی بے بسی پہ۔وہ اکڑوں بیٹھ گیا۔وہ سر گھٹنوں پہ رکھ کر رو رہا تھا ،ارزم کی انکھوں میں کرچیاں چبھی تھیں۔

وہ تھک ہار کر بیٹھا تو اسے لگا اس کے پہلو میں کچھ ہے۔

اس نے دیکھا تو ایک کاغذ تھا۔۔

معلوم ہوا جیسے اس کا اعمال نامہ ہے۔وہ پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

پھر زور سے ہنسا۔جملہ لکھا تھا۔

ہر انسان اپنی کرنی میں گرفتار ہے۔اسے بہت کچھ یاد آیا۔۔۔۔۔۔۔

75oooooooo

ماضی۔

دیکھیں عارف صاحب میری بات سمجھیں آپ کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ آپ کیس لڑ سکیں، آپ کو وہ پیسے مل رہے ہیں اٹھائیں اور فیملی سیٹ کریں!

عاصم چائے کی چسکیاں لیتے ایک بوڑھے شخص کو کچھ بتا رہا تھا۔

میری بیٹی مر گئی وکیل صاحب آپ انصاف کے پیروکار ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں! وہ ملامت سے اسے دیکھنے لگے۔

دیکھیں عارف صاحب دنیا ہے، دنیا ظالم ہے وہ تگڑے لوگ ہیں مجھ جیسے وکیل تو وہ یوں خرید سکتے ہیں اور پھر۔

آپ کی کیا قیمت دی انھوں نے؟ وہ اس کے لفظ کاٹ کر پوچھنے لگے۔

آپ میری بات۔۔۔۔

کتنا ملا آپ کو! وہ اسے تاڑ کر بولے۔

عاصم مسکرایا۔

دس لاکھ! اقرار کیا گیا تھا، بوڑھے شخص نے اپنی فائل اٹھائی۔

اور ایک کھینچ کر طمانچہ اس کے منہ پہ مارا۔

یزدیت آج بھی زندہ ہے مجھے اب پتا چلا، وہ لعنت کرتے بولے

وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا، غصے سے انھیں دیکھنے لگا۔

تم بھی تباہ ہو گئے، میری بیٹی حرام موت نہیں مری تھی، ان ظالموں نے ثبوت ختم کر دیئے میری آخری بار اس سے بات ہوئی اس نے کہا وہ خطرے میں ہے مگر تم جیسے گھٹیا لوگ، انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔

میں تھوکتا ہوں تم پہ تمھارے اس انصاف پہ، پر وہ تم پہ جب تمھارے اعمال لوٹائے گا تب میں خوش ہوں گا، وہ کہتے وہاں سے چلے گئے۔

عاصم جبڑے بھینچ کر کرسی پہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اسے افسوس نہیں غصہ آنے لگا۔ اسے ملامت کا تھپڑ لگا تھا۔ اس کی گونج اسے سنائی دینی تھی۔ وقت پلٹنے کا خدشہ ہوا تھا۔ وہ انسکیور ہوا تھا۔ اب اسے واقعی لگ رہا تھا کوئی اس کا گلا دبا رہا ہے

____

OOOOOO

76

جب بھرم ٹوٹنے لگیں تو سب سے زیادہ نقصان روح کا ہوتا ہے، روح کے زخم دکھائی نہیں دیتے مگر اذیت انہی کی سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

اگلے دن خبروں کی ہیڈلائن میں کار ایکسیڈینٹ کا تذکرہ تھا۔

وکٹم سوکینہ کے فادر ایک کار ایکسیڈینٹ سے جاں بحق،۔۔

عاصم حسن جہاں کا تھا وہیں پہ بت بن گیا۔اسے زمین پیروں سے سرک کر نکلتی محسوس ہوئی،اس لگ رہا تھا پانی میں دھکا دے دیا گیا ہو اور ہاتھ بندھے ہوں اب وہ موت کا انتظار کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

!!!!دوسرا کیس

یہ کیس پنجاب کی زمین کا تھا جہاں غریبوں پہ تسلط کر کے غاصب ہو گئے تھے کچھ ایلیٹ عاصم نے حریف پارٹی کا کیس لڑ کر ایک بار پھر سے نوٹوں کی گڈی لی اور غریبوں کی بدعائیں سمیٹتا کورٹ سے باہر نکل گیا۔نہ جانے کتنے کیس ایسے تھے جہاں حریف اسے اس کی لالچ سے نوازتے مگر اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔۔

°°°°77

،پیسا بڑے بڑے فنکاروں کو کیسے گمراہ کرتا ہے کون جانے۔

پیسے کی دھن اور مستی ایسی ہے کہ ہماری عقل کہیں دور جا کر کٹیا بسا لیتی ہے۔

دانائی کیا ہے؟ عقل کیا ہے؟ کیا چالاکی ہی دانائی ہے؟، نہیں شیطان چالاک تھا مگر دانا نہیں اگر ہوتا تو مٹی کو سجدہ کر دیتا، جو اسے آگ سے پیدا کر سکتا تھا کیا اسے تباہ نہیں کر سکتا تھا، جب عقلوں پہ پردے پڑنے لگ جائیں تب غاصب اٹھنے لگتے ہیں، تب کچھ دکھائی نہیں دیتا پھر انسان اشرف المخلوقات سے شر الدواب یعنی بدترین جانور بن جاتا ہے۔ مجبوری اور عادت میں بہت فرق ہوتا ہے عادت انسان کو ڈھیٹ بنا دیتی ہے راستے پہ بھیک مانگنے والی ہٹی کٹی خواتین, عادتاً مانگ رہی ہوتی ہیں، وہ ڈھیٹ بن جاتی ہیں جہاں لوگ محنت کر کے پیسے کماتے وہاں بنا ہاتھ پیر ہلائے وہ پیسے بٹور رہی ہوتی ہیں، المیہ ہے پاکستان کا شمار ایسے ملکوں میں ہو گیا ہے جہاں بڑی تعداد میں بھیک منگے پھرتے ہیں حکومت کو چاہیے کہ اس مسئلے پہ گفت وشنید کر کے حل نکالیں، ورنہ ہر کوئی محنت کے بجائے حرام کمانے نکل آئے گا۔۔۔

ارٹیکل آتھر۔۔

ارزم ملک۔۔۔۔

آپ نے میرے آرٹیکل پہ رسپانس نہیں کیا مس! وہ ڈی ایم کر کے اب ریپلائے کا انتظار کر رہا تھا۔

. معزرت خواہ ہوں میں مصروف تھی! ریپلائے آیا

اوا چھا اب کچھ نیا لکھ رہی ہیں؟ اس نے جھٹ سے لکھا۔

سٹوری شروع کی تھی مگر کلائمکس نہیں ملا گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے۔

آپ رائیٹر ہیں وہ تو کہانیوں کو اپنی سمت موڑنا جانتے ہیں۔ آپ کر لیں گی مجھے آپ پہ بھروسہ ہے وہ مسکرایا۔

شکریہ! اس کا اب لاسٹ سین دکھائی دے رہا تھا، وہ اتنا بات نہیں کرتی تھی وجہ تھی باؤنڈری۔۔۔۔۔۔

باؤنڈریز!!!

ہر انسان کا ایک محور ہوتا ہے جسے وہ چاہتا ہے کبھی کوئی کراس نہ کرے مان لیں کہ اس کی حد ہوتی ہے وہ نہیں چاہتا کہ اس میں کوئی دوسرا عمل دخل کرے ورنہ انسان انسکیور ہو جاتا۔اور باؤنڈریز اچھی ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پہ اگر آپ لڑکی ہیں تو آپ کی باؤنڈری یہ ہونی چاہیے کہ کوئی عام انسان آپ تک رسائی حاصل نہ کر سکے، آپ کو اسلام شہزادی کا درجہ دیتا ہے اور شہزادی عام محفلوں میں نہیں بیٹھتی، وہ بے ڈھنگے لباس نہیں پہنتی، وہ کڑک دار لہجے میں بات کرتی ہے تاکہ جس کے دل میں میل ہو وہ ختم ہو جائے۔

جب آپ کو لگے کہ آپ کی وجہ سے کسی کا ایمان نقصان میں ہے تو اپنی ذات کو اس انسان سے دور کر دیں۔

آپ کی باؤنڈری یہ ہونی چاہیے کہ آپ باتوں میں مٹھاس نہ ہو کہ آپ پہ ہر شخص فدا ہو جائے یہ آپ کے ایمان کا معاملا ہے۔اپ کی باؤنڈری یہ ہے کہ آپ سجیں سنوریں مگر تبرج نہ کریں۔

____

تبرج کیا ہے؟

یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں زیب و زینت کرنا۔ آج ہم اکیسویں صدی میں جی کر جسے موڈرنائزیشن کہتے ہیں اسے ہزاروں سال پہلے جہالت کہا گیا۔

مثال کے طور پہ ہم جنس پرستی جہالت تھی آج اسے نیو نارمل کا نام دیا گیا ہے، چودہ سو سال پہلے کوئی ٹرانس جینڈر کا لفظ سنا نہ تھا مگر آج مرد عورتیں اپنے آپ کے جنس تبدیل کر رہے کیا یہ شرک نہیں ہے؟ کیا یہ جائز ہے۔ سرجری تب جائز ہے جب انسان کو اس کی اشد ضرورت ہو، ورنہ خدا کی بنائی چیزوں کے ساتھ کھلواڑ کرنا؟

کبھی کبھی عورت کی سمجھ نہیں آتی وہ کیا تھی کیا بن رہی ہے، وہ تو خاص ہے پاک ہے، وہ خوبصورت ہے اگر وہ پردے میں ہے اگر وہ نمائش کر رہی ہے تو وہ تبرج کر رہی ہے مطلب وہ اب بھی زمانہ جاہلیت میں رہ رہی ہے۔ خیرت کی بات ہے۔ ایک عورت کو اپنے خاندان سے اتنی محبت تو ہونی چاہیے کہ وہ انھیں آگ سے بچا سکے۔

°°°°°80

پے درپے آرٹیکل پڑھے جارہے تھے۔وہ ارزم ملک کے نام کو سکرین پہ ابھرتا دیکھ رہی تھی۔اس کے ہاتھوں میں کالے دھاگے باندھے گئے تھی(عجیب نمونی)

ورڈ گیم میم! شاکر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

؟؟اس نے اجنبیت سے دیکھا۔

کچھ لوگ اپنے لفظوں سے طاقتور بن جاتے ہیں انھیں پتا ہوتا ہے کون سا پتا کہاں شو کرنا ہے، انھیں بولنے کی مہارت حاصل ہوتی ہے وہ لفظوں کی بناوٹ سے لوگوں کا اعتبار جیتتے ہیں پھر طاقت حاصل کرتے ہیں، جیسے رائیٹر، بلو گرز، سوشل میڈ یا انفلوانسرز تمھیں غلط لگتا ہے کہ لوگ ہم پہ اعتبار کرتے ہیں وہ بنائے گئے لفظوں کی بناوٹ پہ اعتبار کرتے ہیں کچھ لوگوں کی شخصیت سے زیادہ ان کے لفظوں کی بناوٹ انسان کو قائل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔وہ چپ ہوا۔

طاقت کا مقصد؟ وہ کم بولتی تھی۔

ھاھا طاقت خود ہی مقصد ہے، طاقت مل جائے پھر باقی مقصد پورے ہونے لگتے ہیں طاقت کا ہونا آپ کو حکومت نہیں کرواتا اس طاقت کا اندازہ، اس طاقت کا استعمال، یہ حکومت کرواتا ہے۔۔

گڈ تم اچھا لیکچر دیتے ہو، کالج سے کیوں نکالے گئے تھے پھر! وہ اٹھی اور اسے سلگ کر دیکھنے لگی۔

وہ چپ ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔

OOOO

81

واپس وکیل صاحب کی طرف۔۔

بہت سے غلط کام کر لیئے، لیکن اب جسٹیفائی نہیں کر سکتا، مجھ پہ ضمیر کوڑے برسا رہا ہے۔

اس کے بعد میرے پاس ایک آپشن ہے استعفیٰ! اس نے خود کلامی کی۔

کیسے ہیں وکیل صاحب! لفٹ میں زنانہ آواز ابھری۔ وہ شاید ٹیکنالوجی کی مدد سے اصل نہیں تھی۔

وہ ہڑبڑاہٹ کا شکار ہوا اس نے منہ پہ آیا پسینہ صاف کیا۔

کیا ارادہ تھا آپ کا یہاں سے نکلتے ہی استعفیٰ دینا رائیٹ؟ وہ شاید ہنسی تھی۔

وہ!! کون ہیں آپ؟ وہ دم توڑتی آواز میں بولا۔

میں آپ کا سیاہ اعمال نامہ ہوں یا آپ کی سیاہ کاریوں کو دکھانے والا آئینہ ہوں، ملنا چاہیں گے؟

اس نے فوراہاں میں سر ہلایا۔

لفٹ کھل گئی تھی۔ کوئی لڑکی ہیل سے ٹک ٹک کرتی اس طرف آرہی تھی اس کے ساتھ دو مرد تھے اس نے کالے کپڑے پہنے تھے عربی رومال سے چہرہ ڈھکا تھا، بالوں پہ عربی اوڑھنی تھی۔

وہ چلتی ہوئی اس کے سامنے آرکی۔

انسان خود غرض ہونے کے ساتھ بیوقوف بھی ہوتا ہے جو زمین اسے راہ فرار دکھائی دیتی بعض اوقات وہ دلدل نکل جاتی ہے۔وہ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گھاڑ کر بولی۔

کیا چاہتی ہیں؟ وہ تھوک نگل کر بولا۔

ہمم لڑکی نے ہاتھ سے سوچنے کی اداکاری کی۔اس کے ہاتھوں پہ اب سیاہ نیل پینٹ تھی۔

کیس! لڑیں گے آپ، ورنہ جو آپ نے کنفیس کیا ہے وہ وائرل ہو جائے گا، وہ لفٹ میں لگے کیمرے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

عاصم کو احساس ہوا کہ وہ بری طرح ڈاج ہوا ہے۔

°°°°°°82

سائن! لڑکی نے پیپر اس کے سامنے کیا وہ اس کے ہاتھوں کو دیکھنے لگا۔

اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے کاغذ تھامے وہ کاغذ پلٹنے لگا۔

مجھے پھنسا رہی ہیں آپ! وہ روہانسا ہو گیا۔

کمال ہے وکیل صاحب! اب اتنا حق تو بنتا ہے ہمارا، وہ طنزیہ بولی۔

میں کورٹ تک جاؤں گا! وہ چلایا۔

پھر تو آمنے سامنے ملاقات زیادہ اچھی رہے گی! وہ محظوظ ہوئی۔

عاصم کے نتھنے پھولنے لگے۔

کوئی اتنا بے حس کیسے ہو سکتا ہے! وہ اس لڑکی کو گھور کر بولا۔

کوئی اتنا بے حس کیسے ہو سکتا ہے؟ وکیل صاحب! وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں گھاڑ کر بولی۔

میں نے جو کیا وہ میرا پروفیشن ہے! وہ صدمے سے بولا۔

I don't think so you even cracked a book ،وہ ہنسی۔

قانون آپ کو پڑھایا جاتا ہے تاکہ آپ انصاف کر سکیں مگر آپ جیسے لوگ، وہ اس پہ

غلط نظر ڈال کر دیکھتی سر جھٹک گئی عاصم کو اپنا آپ دو کوڑی کا محسوس ہوا۔

زیادہ فیس کے لوگوں کا کیس لڑنا گناہ ہے؟

ریپ، چوری، مرڈر، ڈرگز، ثواب کا ہی تو کام ہے لوگوں کے حق پہ ڈاکے ڈالنا کرنا یہ تو حلال طریقہ ہے کمائی کا نہیں؟ کل سے چوکڑی exploite, ان کو مار کے بیٹھنے کے دن ہیں! ہم بھی یہی کریں گے ٹھیک! وہ اپنے ساتھ آئے مردوں کے ساتھ بات کرنے لگی پھر تضحیک سے عاصم کو دیکھا۔

چچ، افسوس ہوتا ہے۔ آپ جیسے لوگوں کو دیکھ، اور غریبی میں ہ بھی آپ جیسے وکیلوں کی جیبیں بھرنے والوں کو دیکھ افسوس ہوتا ہے تب ہی ہم جیسے لوگ اس عمل پہ اترتے ہیں۔

آپ کیا خود کو پارسا سمجھتی ہیں؟ آپ کیا کر رہی ہیں کسی کو حبس بجا میں رکھنا تشدد کرنا یہ انسانیت ہے؟ وہ تنفر سے بولا۔

بہت ظلم ہوا آپ پہ مگر آپ سہتے رہے، چلیں اب سائن کر کے ہم سے بوجھ کم کریں اور جائیں بے چارے غریبوں کا کیس لڑیں، وہ چبا کر بولی۔

مسٹر ایجنٹ سیون نائن، اب باقی کا کام آپ جانیں۔ وہ کہہ کر پلٹ گئی وہ دونوں مسٹنڈے اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ وہ صدمے سے انھیں اور کبھی کاغذوں کو دیکھنے لگا۔

بلآخر وہ دستخط کر چکا تھا۔

آپ آزاد ہیں ! وہ ایجنٹ اسے اٹھا کر بولے۔

وہ سلگ کر رہ گیا۔

اللہ پوچھے گا ! اس نے مدھم سے آواز میں کہا۔

یہی بات کہوں گا اب سے جو بھی کریں قبر کو دھیان میں رکھ کر کیجیے گا، قبر میں شاہ و محمود صرف جسم تھے ان کے ساتھ کوئی رتبہ نہیں تھا۔اپ بھی عام انسان ہیں، آپ کے ساتھ بھی بدی اور نیکی لکھنے والے فرشتے ہیں، تو اب جو بھی کریں ضمیر کو جگا کر کیئیجے گا خدا حافظ۔۔۔آپ آخری بار باقی لوگوں سے ملنا چاہیں تو مل سکتے ہیں۔وہ اینجبٹ تھا۔۔

وہ مسکرا کر اس کے شانے ہاتھ رکھ کر بولا۔

جی بہتر ! اس نے اپنے منہ سے نکلتے سنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°83

اس کے چہرے پہ پٹی تھی۔اسے سڑک پہ اتارا گیا۔وہ اب اپنی پٹی کھول رہا تھا، اس نے خود کو کمزور پایا۔وہ تھوڑی دیر چلا فون اس کے پاکٹ میں بجا تھا۔وہ چونکا اور اٹھایا۔

عبدل باری اسپیکنگ! جانی پہچانی آواز گونجی۔

افراء کا خیال رکھیئے گا پلیز! وہ یک دم بولا۔

ہمم، کچھ کہنا چاہتے ہو اس سے؟ عبدل باری بولا۔۔

مجھے وقت چاہیے اسے بولیں کہ میرا انتظار کر سکتی ہے کیا؟ عبدل باری کے پاس کھڑی افراء کے گال تپش چھوڑنے لگے۔

وکیل صاحب! آپ کو نہیں لگتا ایسی باتیں براہ راست کی جاتی ہیں، عبدل باری نے ٹانگ کھینچتے کہا پھر فون کاٹ کر سائیڈ کر دیا۔

life doesn't get better by chance but with a change and he is changing ! وہ افراء کو دیکھ کر بولا۔

میری جگہ آپ ہوتے تو کیا کرتے؟ وہ کنفیوز ہوئی۔

میں تمھاری جگہ ہوتا تو یہ سوال کبھی کسی اور سے نہ پوچھتا، وہ مسکرایا اور چلا گیا۔

ویسے! وہ جاتے جاتے رکا۔

ہی نیڈ آ چانس! وہ مسکرا کر چلا گیا۔

افراء کے گال مزید تپنے لگے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°'84

تمھارے نکاح کے بارے میں تو پتا ہے مجھے حنہ پر کیسے ہوا،؟ سٹوری کیا ہے مجھے

جاننا ہے۔؟

زینت جو کچن سے ٹرے اٹھا کر لائی تھی اس میں سبزیاں تھیں جو وہ اب کاٹنے

کے لئیے لائی تھی.

حنزلہ پھیکا سا مسکرائی۔۔

کبھی کبھی ماضی کے صفحات پلٹنے پہ ایک تازہ درد جاگ اٹھتا ہے، وہ بولنے لگی۔

میں اپنی والدین کی پہلی اولاد اور بڑی بیٹی تھی، مجھ سے چھوٹا دائم اور پھر

اعراف۔

میری مما مصر کی تھیں جبکہ بابا عبداللہ انکل کے دوست گل خان میرا پورا نام

حنزلہ گل خان ہے، سات سال کی عمر جب میں میرے والدین یہاں پاکستان

میں شفٹ ہو گئے تھے، سب اچھا جا رہا تھا۔ راویتی عورتوں کی طرح میری دادی کو بھی میری مما سے شکوے تھے، پر باقی سب سیٹ تھا۔

عبداللہ انکل ہمارے گھر آتے جاتے رہتے تھے، ان کی بیوی بھی تھی، جو کہ غیر ملکی تھی ان کے ساتھ ایک لڑکا بھی ہوتا تھا جو ہمیشہ چپ رہتا تھا میں سات سال کی تھی وہ دس سال کا تھا۔ وہ عبدل باری تھا اور یہ اس سے پہلی ملاقات تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°85

ہیلو، سب اندر گپ شپ میں مصروف تھے تب وہ لڑکا اکیلا باہر جھولے پہ بیٹھا تھا۔ حنزلہ دو چوٹیاں بنائی ہوئے تھی وہ اس کے ساتھ دوسرے جھولے پہ آ بیٹھی۔

وہ چپ رہا۔

تمھیں بولنا نہیں پسند کیا؟ وہ لڑکی باتونی معلوم ہوتی تھی۔

وہ اسے سر سری نظر دیکھ چپ رہا۔

بابا کہتے ہیں بولنا بھی تھراپی ہے آپ کو بولنا چاہیے تاکہ آپ ٹھیک رہ سکیں! وہ معصومیت سے بولی۔

تمہارے بابا نے یہ نہیں بتایا کہ چپ رہنے سے بھی کوئی مرتا نہیں، وہ تند ہی سے بولا۔

مر جاتی ہے ناں روح مر جاتی ہے، وہ کمسن لڑکی بڑی بات کہہ رہی تھی۔

وہ چونکا وہ لڑکی اب اپنے سائیڈ سے چھوٹے سے پرس سے چاکلیٹ نکال رہی تھی۔

لو ایک تم کھاؤ ایک میں! وہ اس کی طرف بڑھا کر بولی۔

اسے یوں دیکھا کر پھر چاکلیٹ لی۔

تم کیوں چپ رہتے ہو کیا تمہارا کوئی دوست نہیں؟

وہ فورا بولا۔ نہیں!

سو سلی! دوست کیوں نہیں؟ وہ معصومیت سے بولی۔

تم بنو گی؟! وہ ایک دم بولا۔

میں تو تمھاری دوست ہوں تب ہی تو چاکلیٹ دی ورنہ میں شئیر نہیں کرتی۔وہ ہنسی تو وہ بھی ہنسنے لگا۔۔۔۔۔۔۔۔

٠٠٠٠٠٠ء

86

عبدل کی سوتیلی ماں اس کے ساتھ اچھا برتاؤنہ کرتی تھیں جو عبدل باری کسی سے ملنے پہ تنگ ہوتا تھا اب حنزلہ کے گھر جا پہنچتا، وہ دائم کو گھوماتا پھراتا۔وہ سب ایک قاری کے پاس پڑھنے جاتے تھے۔

حنزلہ بہت پیاری سی بچی تھی تب وہ نو سال کی تھی اور عبدل باری بارہ تیرہ سال کا تھا۔

قاری نے ہجرے میں حنزلہ کو بلایا،اور اسے غلط طریقہ سے چھونے لگا حنزلہ نے کراہیت محسوس کی۔

اس کے منہ سے باری نکلا! عبدل باری نے آواز سنی وہ اندر کی طرف بڑھا۔

اس نے غصے سے قاری کی طرف دیکھا۔قاری نے طیش میں آکر دونوں کو لمبی سے اسٹک سے پیٹا۔

وہ رو رہی تھی عبدل باری نے قاری کو گھونسا مارا اور وہاں سے حنزلہ کا ہاتھ پکڑ کر چلا آیا۔

جہاں اسے لگا تھا اس کا سب ساتھ دیں گے کوئی نہیں تھا۔

سب نے اسے مصری گندی اولاد کا نام دیا۔

وہ معصوم سے بچی اپنی معصومیت اسی دن کھو بیٹھی۔ عبدل باری اس سے ملنے آتا تو حنزلہ کی ماں اسے ملنے نہ دیتی۔

عبدل باری کھڑکی سے جھانکتا اور پھر چلا جاتا۔

مریم (حنزلہ کی ماں) نے اسے اور اعراف کو مصر بھیج دیا تھا۔اور خود کہیں اور شفٹ ہو گئے تھے۔

دائم یہیں تھا، وہ چپ رہنے لگا۔ گل خان نہیں چاہتے تھے کہ دائم باہر جائے اور وہاں کے ماحول میں پڑھے بھلے پتا نہیں بیٹیوں کو دور کرنے کا حوصلہ کہاں سے آ جاتا ماں باپ میں۔

سال گزرنے لگے تھے مگر حنزلہ اکثر ڈر کر اٹھ جاتی، چھے سال کا عرصہ گزرنے کے بعد وہ پاکستان واپس آ رہی تھیں۔

اگلے دن ہی ان کے نام پراپرٹی ہو چکی تھی اٹھارہ سال تک پہنچنے کے بعد وہ اس کی مالک تھیں۔

حنزلہ وقت سے پہلے مچیور ہو چکی تھی۔وہ اور بھی خوبصورت ہو کر آئی تھی۔

اسے جس کا انتظار تھا وہ عبدل باری تھا ائیر پورٹ پہ اس نے نظر دوڑائی مگر اسے نظر نہ آیا۔وہ چپ چاپ ڈیڈ کے ساتھ گاڑی میں چل دی۔

کیا اسے نہیں پتا تھا کہ میں آرہی ہوں،وہ دل میں سوچنے لگی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ooooooo87

عبداللہ انکل ان کے گھر آئے تھے،بیوی بھی ساتھ تھیں۔عین مطابق عبدل باری نہیں آیا تھا۔وہ اداسی سے رنگ بیل کے ساتھ کھیلنے لگی جو آوازیں ٹن ٹن کر کے فضا میں دھن رچا رہی تھیں۔

پھر اس نے کھڑکی سے دیکھا،وہ اپنی گاڑی کے بونٹ پہ بیٹھا تھا۔

حنزلہ نے اسے کوفت سے دیکھا۔

وہ کمرے سے نکلی تب اس نے زرد قمیض کے ساتھ سفید کھلا ساٹراؤزر پہنا تھا۔

وہ گیٹ سے باہر نکلی ہی تھی مگر اچانک سامنے وجود کو دیکھ اس کا دل دہل گیا۔
اس نے منہ ہاتھ رکھا اس نے بولنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ وہ فورا پلٹ گئی، قاری سٹور سے کچھ چیزیں لے رہا تھا اس نے حنزلہ کو نہیں دیکھا تھا مگر حنزلہ نے دیکھ لیا تھا وہ بھاگتی ہوئی کمرے کی طرف گئی، کانوں پہ ہاتھ رکھ اوندھے منہ لیٹ گئی، ماضی ساتھ چلنے لگتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°°88

میں نے اپنا بیسٹ فرینڈ کھو دیا تھا، شاید کچھ اس کی ایگو تھی، ایگو رشتے کھا جاتا ہے ناں۔ وہ پھیکا سا مسکرائی۔
ستمبر نو! میری زندگی کا بدترین دن! دائم کا تائیکوانڈو کا میچ تھا۔
سب خوش تھے، عبداللہ انکل کی فیملی بھی میچ دیکھنے آئی تھی۔ سب خوش تھے، اچانک اعراف کے ناک منہ سے خون آنے لگا، حنزلہ اس کو لیکر واشروم چلی گئی۔
اس کا منہ دھلایا واپس آئی سامنے عبدل باری پیروں کی قینچی بنا کر کھڑا تھا۔ ہاتھ سائیڈ پاکٹس میں ڈالے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ناگواری سے اسے دیکھ سائڈ ہو گئی۔

89::::::

بات کرنی ہے گل! وہ اس کے سامنے آیا۔

مجھے نہیں لگتا کسی مرد کو زیب دیتا کہ وہ راہ چلتی لڑکی کو راستے میں روکے۔وہ تلخی سے بولی۔

اعراف بچے آپ بابا کے پاس جاؤ! وہ اعراف کو دیکھ نرمی سے بولا۔

حنزلہ نے تلملا کر اسے دیکھا۔

وہ ہاتھ باندھ کر روایتی عورتوں کی طرح اسے دیکھنے لگی۔

چلیں! اس نے جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

میں کہوں نا تو؟ وہ عجیب نظروں سے دیکھ کر بولی۔

تو میں فورس نہیں کروں گا! وہ مسکرایا۔

ہاہ! اس نے استہزا سے اسے دیکھا۔

وہ سائیڈ پہ آئی جہاں بھیڑ کم تھی اگلی کرسی پہ وہ بیٹھی اس کے ساتھ قطار خالی تھی مگر پھر بھی عبدل باری پچھلی سیٹ پہ بیٹھا۔

تم نہیں آئے تھے باری! وہ شکوہ کر رہی تھی اس کی آواز زکام زدہ تھی۔

میں نے انتظار کا نہیں کہا تھا گل! وہ اسے لاجواب کر گیا۔

دوست انتظار کا نہیں کہتے باری، وہ بنا پلٹے غصے سے بولی۔

تم بلاوجہ روڈ ہو رہی ہو! وہ شاید پیدائشی ڈھیٹ تھا۔

جب تمھارے پاس کوئی نہیں تھا تب میں نے تمھارا ساتھ دیا باری! وہ اسے جتا رہی تھی

میں نے نہیں کہا تھا، وہ بے پرواہی سے بولا۔

یہی چیز! یہی دوستوں کو نہیں کہا جاتا کہ میری کیئر کرو، میرا ساتھ دو کیوں کہ وہ جانتے ہیں بنا کہے کیسے دوست کا ساتھ دینا ہے، تم نے

اوکم آن گل میں نے تمھیں سپیس دی ہے! وہ زچ ہو کر بولا۔

دوستی میں اتنی سپیس بھی نہیں ہونی چاہیے باری کہ دوست واپس نہ آ سکیں! وہ پلٹی تھی اس کے چشم کنارے نم تھے۔

تم سے فیور چاہیے! وہ لمحہ بھر چپ ہوا پھر اس کی طرف دیکھا۔

میں نا دوں تو! وہ ڈھیٹ ہوئی۔

میں بغاوت پہ اترنے والا ہوں، وہ جتا کر بولا۔

بابا تم سے میرا نکاح کروانا چاہ رہے ہیں، جبکہ میں کریئر فوکسڈ ہوں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

کس میں مجھ میں یا شادی میں وہ تلخی سے بولی۔

اگر میں کہوں دونوں میں تو؟ وہ اس کو ہرٹ کر رہا تھا اسے خود بھی نہیں پتا تھا۔

وہ چپ چاپ اٹھی۔

خود منع کر دو! جاتے جاتے پلٹی۔

میں نہیں کر سکتا گل۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ اس کے پیچھے آیا۔

اب تم۔ سمجھنے کی کوشش کرو، دوست نہیں تمھاری ناں؟ تو فیور بھی کسی اور سے مانگو، راستہ چھوڑو، وہ بے دردی سے اسے سائیڈ کرتی جلدی سے فیملی کی طرف بڑھی دائم میچ جیت چکا تھا وہ سب خوش تھے حنزلہ کا دل چور چور ہو چکا تھا یہ بات شاید اعراف جان چکی تھی، بہنیں کیوں اتنا کچھ جان جاتی ہیں صرف ایک نظر میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کچھ دن بعد سب گل خان ہاؤس میں تھے، عبدل باری بیزار سا منہ بنائے ہوئے تھا یوں لگتا تھا جیسے کسی بچے کو مہمان کے گھر لانے سے پہلے کان کھنچے گئے ہوں کہ ٹک کے بیٹھنا۔

حنزلہ گھر نہیں تھی، سب خوش گپیوں میں مصروف تھے جب بیل بجی،

میں دیکھتا ہوں، دائم نے کہا اور دروازے کی طرف گیا۔

اسلام و علیکم برادر! حنزلہ نے تھکے لہجے میں کہا۔

وعلیکم السلام لیڈی! وہ پیار سے بولا۔ کیا ہوا میرا بچہ تھک گیا ہے؟ دائم نے اس کا بیگ اٹھاتے کہا۔

دائم اتنا لاڈ نہ کیا کرو میری عادتیں خراب ہو جائیں گی پھر میں ہر جگہ بھائی والا پیار ڈھونڈتی پھروں گی! وہ لاونج کے اندر داخل ہوئے تھے، جب حنزلہ کی آواز پہ سب نے نظریں اٹھائیں، سب اسے پیار سے دیکھ رہے تھے، مریم ٹرے میں لوازمات لا رہی تھیں، اعراف بابا کے پاس بیٹھی تھی، عبداللہ اور گل خان مصروف تھے۔ جب کہ عبدل باری اسے تند نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ سب سے

مل کر وہ سائیڈ ہو گئی وہ جانتی تھی سب اس کے آنے سے خوش تھے سوائے باری کے ،اس نے زخمی سی مسکان اچھالی۔

میں چینج کر لوں ! مما میں کھانا نہیں کھا رہی آرام کروں گی میرے سر میں درد ہے کوئی ڈسٹرب نہ کرے ،وہ کچھ سنا کر بولی۔ وہ اٹھی اور اوپر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ چینج کر چکی تھی ،جب اس کا فون بجا۔

میسج تھا۔

نیچے آؤ! سکرین پہ بیسٹ بڈی کا میسج شو ہوا۔

وہ فون سائلنٹ کر کے بیڈ پہ دراز ہو گئی ،انکھوں پہ ہاتھ رکھ لیا۔اسے پتا تھا ان کے جانے کے بعد مما سے چھترول ہونی ہے مگر وہ یہ بھی جانتی تھی دائم اسے بچا لے گا۔-----------

ooooo

بہن بھائیوں کا رشتہ سب سے خوبصورت رشتہ ہوتا ہے، کسی سے سنا تھا کہ جب بہن بھائی بات کرتے ہیں تو فرشتے وقت روک دیتے ہیں۔ بھائیوں کا ساتھ ہونا بہت ضروری ہے، اگر ایک سمجھدار بھائی اپنی بہن کا دوست اور گائیڈ بن جائے تو اسے فضول کی ناجائز دوستیاں کرنے سے بچا سکتا ہے۔

دائم۔ بھی ایسا تھا، حنزلہ سے ڈیڑھ سال چھوٹا تھا مگر گھر کا مرد چھوٹا ہو یا بڑا وہ ساتھ ہو تو قلعہ معلوم ہوتا ہے، بھائی چار دیواری ہوتے ہیں، بازو ہوتے ہیں محافظ ہوتے ہیں، بہن کو خوب تنگ کرنے والے مگر کوئی اجنبی ہوا بھی چھو گزرے تو محتاط ہو جانے والے۔ اس کے لیئے سب سے لڑنے والے نمونے ہوتے ہیں، جہاں اسے خوب زچ کرتے وہیں کوئی اور رلا دے تو اسے زمین میں گاڑ دینے کا حوصلہ رکھنے والے۔

ایک بار حنزلہ کو ایک نمبر پریشان کر رہا تھا دائم پاس بیٹھا تھا اس نے غور کیا۔ پھر بنا پوچھے اس کا فون لیا حنہ چپ ہوئی دائم نے اپنے نمبر سے کال کی ڈیٹا نکالا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی لڑکی کی سم استعمال کر رہا۔

حنہ اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اب کال کر رہا تھا۔ حنہ نے اس کے منہ سے نکلنے والے لفظوں کی کڑواہٹ کو محسوس کیا اس نے آخری جملہ یہ کہا تھا۔

اگلی بار گھر میں گھس کر ماروں گا اگر دوبارہ کال کی تو۔ حنہ نے اسے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

کال بند ہو چکی تھی نمبر کہ پروفائل اڑ چکی تھی۔ وہ مسکرائی۔

او قات اپنی یہاں سے باہر جانے کی نہیں ہے پر لوگوں کو ڈرا کر رکھنا چاہیے، وہ ہنسا تھا۔

وہ بھی ہنسی۔ اس نے بے اختیار بھائی کے کندھے پہ سر رکھ دیا۔

بہنوں کو بھائیوں سے کچھ نہیں چھپانا چاہیے حنہ لڑکیاں یہ سوچ لیتی ہیں کہ وہ گھر میں کچھ نہ بتائیں گی اور وہ خود ہینڈل کر لیں گی، عورت کے پاس سوائے عزت کے کچھ امارت نہیں ہوتی حنہ اسے ڈرنا نہیں چاہیے کوئی تنگ کرے تو فوراً گھر کے مرد سے رابطہ کرے، بنا اس ڈر کے اگر اس نے بتا دیا تو اسے گھر بٹھا دیا جائے گا لڑکیاں ایموشنل ہوتی ہیں مرد اسی چیز کا فائدہ اٹھاتے ہیں، اور یہ بات آپ کو ایک مرد کہہ رہا ہے تو آپ کو سوچنا چاہیے کہ اس میں کتنی سچائی ہے، مرد

مردوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں وہ مردوں کی خصلت سے واقف ہوتے ہیں تب ہی وہ اپنی بہنوں کو دوستوں کے سامنے نہیں آنے دیتے۔۔۔وہ روانی میں بولتا گیا۔

کیا میرا بھائی بھی ویسا مرد ہے؟حنہ نے نظریں اٹھائیں۔۔

معاذاللہ! وہ ہلکا سا مسکرایا۔

حنہ نے گھیرا تنگ کیا۔

آئندہ کوئی نمبر بلاک مت کرنا ڈائیریکٹ مجھے فارورڈ کر دینا باقی میں دیکھ لوں گا۔

دائم۔ تم پھر میری عادت بگاڑ رہے ہو تم نہ ہوئے تو کیا کروں گی۔وہ شکوہ کناں نظروں سے بولی۔

میرا بچہ میں ٹرین کر رہا ہوں نا اگلی بار جب نہ ہوا تو خود ہینڈل کر لینا بلکے سر پھوڑ دینا، بال کھینچتے آتے ہیں نا ناخن بھی بڑھا کر چڑیلوں جتنے کر لینا۔وہ ہنسا تو وہ بھی ہنس دی وہ اس کے بال سہلا رہا تھا حنہ کو سب سے محفوظ کندھا تب بھائی کا لگا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اعراف کیا تم ٹھیک ہو! رات کا سمے تھا جب حنزلہ کی آنکھ اعراف کے کھانسنے پہ کھلی تھی۔

آپا چیسٹ پین ہے بہت! وہ نکاہت سے بولی۔

رکو میں کچھ کرتی ہوں! وہ بیڈ سے اتر کے اس کے پاس آئی جو بیڈ کے کنارے بیٹھی جھک رہی تھی۔

حنزلہ سے کوئی پوچھتا کہ سب سے برا لمحہ کون سا ہوتا ہے تو وہ جھٹ سے کہہ دیتی اپنے گھر والوں کو تکلیف میں دیکھنا۔

وہ اب اس کی کمر کو سہلا رہی تھی۔

مجھے لگتا ہے تمھارے ٹیسٹ کروانے پڑیں گے کل چلتے ہیں ہاسپٹل،

خود ٹھیک ہو جاؤں گی۔ وہ آہستہ سے بولی۔

ایک کھینچ کر دوں گی کان کے نیچے، بابا قائد کا زمانہ نہیں ہے کہ گھر بیٹھے ٹھیک ہو جاؤ گی بیماری ہے تو علاج بھی ہو گا۔

اب پین کلر لو اور سو جاؤ، وہ اس کے گال کھینچ کر بولی۔

ٹھیک ہے ٹھیک ایک ماں کم تھی جو:::: وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی۔

غلط بات اعراف مذاق میں بھی بے ہودگی کی بات نہیں کرتے ماں ماں ہوتی، گندی باتوں کی مثال اس پیڑ کی طرح ہے جو بس ہوا میں رہتا ہے اس کی جڑیں کھوکھلی ہوتی ہیں، کچھ بولو تو اچھا ورنہ چپ رہو۔

اوکے ایم سوری، وہ شرمندہ ہوئی۔

اس نے نرمی سے کہا۔ crack a book of ethics okay

ٹھیک ہے! وہ کہہ کے چت لیٹ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔93

کیا وہ ایک بار بھی معافی نہیں مانگے گا! کلاس کے دوران اس نے سوچا۔اس کے ساتھ اس کی دوست بیٹھی تھی۔

حنہ کیا سوچ رہی ہو! اس نے حنزلہ کو ہلایا۔

کچھ نہیں یار اعراف کی طبیعت خراب ہے تو اس کے بارے میں سوچ رہی ہوں! وہ چیئر کے ہینڈل پہ سر رکھ کر بولی۔

اللہ ٹھیک کرے گا تم دعا کیا کرو، دوا سے زیادہ دعا میں اثر ہے، تانیہ نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔

ہم اللہ کرے کوئی اچھا ڈاکٹر مل جائے دوائیاں پر اثر ہوں تا کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے۔اس نے افسردگی سے کہا۔

جانتی ہو ایک بار موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں درد ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلاں جگہ اجوائن کا درخت ہے وہ کھالو آرام آ جائیگا، موسیٰ علیہ السلام نے یوں ہی کیا تو آرام ہو گیا، کچھ دن بعد پھر درد ہوا تو وہ درخت کی طرف چل دیئے افاقہ نہ ہوا تو انھوں نے پوچھا یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا شفا میرے ہاتھ میں ہے ! سمجھی،اس لئیے کہہ رہی ہوں پر اثر دعائیں زندگی سنوار دیتی ہیں۔

ویسے سچ بتاؤں میں نماز کے بعد دعا نہیں کرتی جانتی ہوں کہ یہ بری بات ہے پر !

اس نے نظر جھکائی۔

اللہ تمھارا دل نرم کر دے، یا کوئی معجزہ کرے جس سے تمھارا دل خود کرے دعا کرنے کا، وہ اس کا گال چھو کر بولی۔

آمین،اس نے زیر لب کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°94

کہیں جا رہے ہیں آپ لوگ ! صبح صبح وہ لیٹ اٹھی تھی، اس کی مما ریڈی ہو رہی تھیں۔

ہاں سویٹی آج عورت مارچ ہے تو ایز آ فیمنسٹ میں بھی شامل ہو رہی ! وہ تیار ہو کر بولیں۔

اعراف نے انھیں حیرت سے دیکھا۔

فیمنزم کا ایجنڈہ کیا ہے مما؟ وہ فریج سے جوس نکال کر ٹیبل پہ رکھنے لگی۔

پھر کیبنٹ کھول کر بریڈ نکالی۔

میل اینڈ فی میل آر ایکول ! وہ پرس میں کارڈز ڈال رہی تھیں۔

اوہ اچھا ! تو آپ کا کوئی حق مارا گیا ہے مما؟ وہ جوس انڈیل رہی تھی۔

اعراف جاہلوں والی باتیں مت کرو ہم جیسی عورتیں ان عورتوں کی نمائندہ ہوتی ہیں جو اپنے لئیے آواز نہیں اٹھا سکتیں، جو باہر نہیں نکل سکتیں جن کے ریپ ہوتے ہیں جنھیں انصاف نہیں ملتا۔ اس کی ماں غصہ ہو گئیں تھیں۔

ارے ارے غصہ نہ ہوں یہ ٹھنڈا جوس پیئیں۔ وہ نرمی سے بولی ان کے سامنے کرسی کھینچ کر بولی انہوں نے اسے نخوت سے دیکھا۔

میرا جسم میری مرضی !اس نے لفظ دہرائے۔آپ اس سے اگری کرتی ہیں ؟وہ گھونٹ پی کر بولی۔

ظاہر ہے جسم پہ حق آپ کا اپنا ہوتا ہے رائٹ ،وہ آہستہ آواز میں بولیں۔

اوہ تو مطلب ہمارا حق ہے تو ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اپنے جسم کو قبر کے کیڑوں سے بچائیں۔

چلیں کچھ دکھاتی ہوں۔

وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر ٹی وی لاونج میں لے گئی۔

جہاں دائم بیٹھا تھا۔

دائم آپ ہمیں زرا پرائیویسی دیں گے برو؟وہ پیار سے بولی۔

وائے ناٹ !وہ مسکرا کر وہاں سے اٹھ گیا۔

مین !اعراف نے ماں کی طرف انکھ ماری۔

نیوز چینل آن ہو چکا تھا۔عورت مارچ دکھائی جارہی تھی ،ڈھول پیٹتی عورتیں ،ننگے سر ناچتی عورتیں ،گندے گندے نعرے لگاتی عورتیں ،سکرٹ میں ملبوس عورتیں۔

اوماں! وہ زوردار ہنسی۔

آزادی! رائیٹ! ماں کی طرف طنزیہ دیکھا۔

یہ حال پاکستان کا ہے چلیں زرا باہر کی طرف جاتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ ٹی وی کا چینل بدلنے لگی، ماں چپ چاپ سرخ چہرا لیئے اسے دیکھنے لگیں۔ اوہ۔ کم آن لک دیئر! اس نے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا۔

موبائل کنیکٹ کر کے اس نے ویڈیو چلائی۔

توآپ یہاں اپنے رائیٹس مانگ رہی ہیں، وہ کوئی گوراتھا جو انگریزی میں عورتوں سے سوال کر رہا تھا۔

افکورس ہمیں ہمارے رائیٹس سے محروم رکھا جاتا ہے ایک عورت بولی۔

او اچھا تو کیا کوئی ایسا قانون ہے جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ مرد کو یہ مراعات حاصل ہیں اور عورت کو نہیں اینکر کا سوال تھا۔

عورتوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔

اچھا چلیں کوئی ایسا رائیٹ بتادیں جو ملک کے آئین میں لکھا گیا ہے جو مرد کو حاصل ہے مگر عورت کو نہیں؟ سوال پھر سے اینکر کی طرف سے تھا۔

عورتیں لاجواب تھیں۔

ایسا کوئی حق قانون میں نہیں ہے، ٹھیک تو برابری میں سزائیں بھی برابر ملتی ہیں تو پھر عورت کو جرموں کی سزا مردوں سے کم کیوں ملتی ہے کیا عورت کو یہ مراعات دی گئی ہے؟ وہ مائیک عورتوں کی طرف کر کے پوچھنے لگا سب نے ہاں میں سر ہلایا۔

اگر ایسا ہے تو آپ یہاں کون سے رائیٹ کے لئیے جمع ہوئی ہیں؟ اب کی بار اینکر ہنسا تو عورتوں کے سر پہ لگی تلوؤں تک بجھی۔

دیکھا مما! عورت آزاد ہے اور آزادی اسے دین نے دی ہے، اسے پہلا حق دینے والا مذہب اسلام تھا۔ جس نے اسے پہلا حق زندگی کی ضمانت سے دیا۔ جہاں اسے درگور کیا جاتا تھا اسے عزت دار حق ملا۔

آپ بائیبل اٹھا کر دیکھیں آپ کو وہاں طلاق جیسی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، ہندومت کو دیکھیں جہاں ستی کی رسم، شوہر کے مرنے پہ عورت کو زندہ جلادیا جاتا، مگر اسلام اسلام یہاں بھی بازی لے گیا۔

حضرت زینب کی جب زید بن حارثہ سے شادی ہوئی وہ ناخوش تھیں تب طلاق کا حکم آیا اور بتایا گیا عورت اپنا محرم چننے پہ آزاد ہے اس کی زبردستی شادی نہ کروائی جائے۔ آپ الٹا مردوں کی برابری کرنے لگی ہیں۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ اونٹنی پہ بیٹھ کر فوج لڑا رہی تھیں حضرت علی نے اونٹنی کے پیر کاٹ دیئے مگر بی بی عائشہ کو محفوظ ٹھکانے لے گئے کیونکہ وہ جانتے تھے اگر جنگ جاری رہتی تو وہ عورت ذات تھیں۔

عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ ضرور اچھی لگتی ہیں مگر برابری کرتی نہیں، وہ مسکرا کر بولیں۔

سڑکوں پہ ناچنا گانا عورت کا شیوہ نہیں ہے ایسے تو زمانہ ابو جہل میں ہوتا تھا جہاں شیزائیں ناچتی تھیں، اس قوم کے لیئے نبی کریم روے تھے؟ جو آج برہنہ ہے اور اوپر سے ایکٹریس بھی عورت کارڈ کھیل رہی ہیں۔

دنیا میں سپورٹ کرنے سے اگر ان کی آخرت تباہ ہو جائے تو؟ برہنہ جسموں کو سپورٹ کرنا ہمارا کلچر نہیں ہے۔ ہمارا کلچر تو حضرت زینب کا قصہ ہے جو سر بازار چادر کے لیئے احتجاج کرتی رہیں۔ ہم تو اس دین کے پیروکار ہیں جہاں کی مومنہ

عورتوں کو بولا گیا کہ گریبان تک چادر لو، کیوں کہا گیا کہ اللہ کو ہمارے لباس سے غرض نہیں ہر گز نہیں وہ ہماری حفاظت چاہتا ہے تب ہی اس نے مردوں کو چار شادیوں کی اجازت دی۔جب وہ کہہ رہا ہے کہ عورت مرد کی ملکیت میں ہے تو محفوظ ہے تو آپ کون سی آزادی کی ڈیمانڈ لے کر جا رہی ہیں۔وہ روانی میں بولتی رہی کہ اس کا سانس اکھڑنے لگا۔

ایم۔سوری مما، مگر انسان کا تو اپنے جسم پہ اختیار نہیں ہم اپنے فنکشن کنڑول نہیں کر سکتے تو ایسے بے ہودہ بینرز!اس نے نحوست سے ٹی وی کو دیکھا پھر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

اس نے پھر نیچے جھانکا اس کی ماں اب جوتے اتار رہی تھی گئی عورت مارچ بھاڑ میں،اعراف مسکرادی۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°95

حنزلہ!بیٹے اعراف کا خیال رکھنا ہم جلد آجائیں گے!اگلے دن گل خان نے حنزلہ سے کہا۔وہ دائم اور مریم کہیں جا رہے تھے۔

جی بابا!وہ مسکرا کر الوداع کہنے لگی۔

تمھیں مجھ پہ بھروسہ ہے بچے میں تمھارے لئیے بہتر سوچتا ہوں وہ ان کے ساتھ قدم ملا رہی تھی۔

مجھے سب سے زیادہ بھروسہ ہے آپ پہ پر بابا آپ ایک بار باری سے پوچھ لیں!

وہ پھیکا سا مسکرائی۔

ہمم ٹھیک انھوں نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

مریم گل خان بیگ لے کر آئیں دائم گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

بائے خیر سے جائیں! اس نے مسکرا کر کہا۔

خیال سے رہنا، دائم نے ہانک لگائی۔

اوکے باس! وہ دو انگلیوں سے سیلوٹ جھاڑتے بولی۔

دروازہ بند کر کے وہ اپنے کمرے میں آگئی اس نے آج ساری الماریاں سیٹ کرنی تھیں۔

وہ کام میں جت گئی اعراف سو رہی تھی حنزلہ نے اسے جگائے بغیر کام سنبھال لیا۔

کیا مجھ کال کر کے منع کر دینا چاہے ؟ نہیں وہ مرد ہی کسی نے اس کے ہاتھ تو نہیں باندھے میں کیوں منع کر و مردوں کے پاس تو راہ فرار ہوتی ہے وہ تو منع کر سکتے۔ نووے میں تو منع نہیں کرنے لگی، خود کرے ورنہ بھگتے گا پھر۔وہ نفی میں سر ہلا کر دراز کھنگالنے لگی۔۔۔۔؟

ooooo

96

مبارک ہو بھائی صاحب مبارک ہو ! عبداللہ درانی نے گل خان کو گلے لگایا۔

عبدل باری کے تاثرات نارمل تھے۔البتہ۔اس کی سوتیلی ماں کچھ ناخوش تھیں۔مگر اداکاری پوری کر رہی تھیں۔

وہ کمرے سے اٹھ اوپر چھت پہ گیا۔

اس نے فون نکالا ! کال ملائی جو ایک منٹ بعد اٹھالی گئی۔

پچھتاوے زندگی کا حصہ بن جائیں تو کیا ہوتا ہے ؟ وہ سنجیدگی سے بولا۔

زیادہ کچھ نہیں ہوتا وہ لاپرواہی سے بولی۔

تمھیں میں نے منع کرنے کا بولا تھا گل ؟

زبان تمھارے پاس بھی تھی کوئی گری پڑی چیز نہیں ہوں میں جسے تم یوں کھری کھری سنا رہے ہے مرد ہو نامرد بنو جاؤ منع کردو نکاح تو ویسے بھی نہیں ہوا۔

کیا تم نہیں جانتی دو دن بعد نکاح ہے؟ وہ دانت جما کر بولا۔

وہاٹ !اس کے لئیے بھی حیرت تھی۔

جی صحیح سنا اب بھی موقع ہے گل انکار کردو۔

اس کا کہنا تھا وہ نہ جانے کیا کہہ رہا تھا گل فون بیڈ پہ اچھال چکی تھی اور ہم تن گوش بیٹھ چکی تھی۔

کیا تم سن رہی ہو؟ آوازیں گھل۔ملنے لگیں۔

ماں باپ اتنے اتاولے کیوں ہو جاتے ہیں؟اس نے حیرت سے سوچا۔ کبھی کبھی ان کے فیصلے جنھیں بعد میں قسمت کا نام دیا جاتا ہے اولاد کے بہت نقصان کر جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔97

اگلے دن وہ بیگ باندھ رہی تھی چپکے سے اس نے بیگ تیار کیا اس نے سوچا کچھ دن کسی دوست کے ہاں رہ کر واپس آجائے گی۔وہ چپ چاپ اتر رہی تھی جب اس کے بابا اور مما بیٹھے تھے۔

حنزلہ سمجھدار ہے وہ سب سنبھال لے گی! مجھے میری بیٹی پہ مان ہے! گل خان تھے۔

پھر بھی کچھ زیادہ جلد بازی نہیں کر دی ہم نے میرا مطلب اسے وقت بھی نہیں دیا۔۔ مریم بولیں۔

بعض اوقات وقت نہیں دیکھا جاتا بس نفع نقصان دیکھا جاتا ہے زندگی کا پل بھروسہ نہیں ہے میری بیٹی محفوظ ہاتھوں میں ہے مریم! وہ مسکرا کر بولے۔

ویسے بھی اسلام ہمیں سادگی کا حکم دیتا ڈریس تو آچکا تھا حنہ کا بس اللہ میری بیٹی کے نصیب اچھے کرے اور اسے گمراہ نہ کرے، گل خان نے ہاتھ اٹھائے تو حنہ کے دل کو کچھ ہوا جیسے ڈوبنے لگا۔

ماں باپ لفظوں کی بیڑیاں کیوں ڈال دیتے ہیں اس نے افسردگی سے سوچا پھر بیگ کو دیکھا نفی میں سر ہلایا اور کمرے میں واپس چلی گئی۔ یہ موقع بھی اس نے جانے دیا۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°98

نکاح کی تقریب ہو چکی تھی وہ اب خان سے درانی سرنیم حاصل کر چکی تھی۔

اس نے لرزتے ہاتھوں سے نکاح نامے پہ دستخط کیئے۔

حنزلہ نے سفید گاؤن پہنا تھا۔

حنزلہ نے عبدل باری کو دیکھا جو اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

یہ کیوں مسکرا رہا اسے الجھن ہوئی۔

کیا میں نے غلطی کر دی؟اس نے سوچا کیا یہ بدلہ لے گا؟اس نے عبدل باری کو گھورا سب اسے دعائیں دے رہے تھے۔وہ مسکرا کر دعائیں سمیٹ رہی تھی۔

عبدل باری سے اس کے دوست مل رہے تھے۔

لقمان غازی! عبداللہ انکل نے اسے ایک نوجوان سے انٹرڈیوس کروایا۔

نائس ٹو میٹ یو! عبدل باری نے والہانہ انداز میں کہا۔

بہت مبارک ہو آپ کو؟وہ کافی شاندار شخصیت کا مالک تھا اس نے خوش دلی سے کہا۔

شکریہ عبدل باری نے مسکرا کر کہا۔

اب وہ عبداللہ انکل کے ساتھ کہیں سائیڈ میں چل رہا تھا۔شاید وہ کوئی ضروری بات کر رہے تھے۔

حنزلہ نہ جانے کہاں گم بیٹھی تھی۔

دائم اب عبدل باری کے ساتھ مسکرا کر باتیں کر رہا تھا وہ یقینا بہن کی نادانیاں بتا رہا تھا وہ انھیں دیکھ مسکرادی۔ مگر عبدل باری کی مسکراہٹ تپا رہی تھی، اسے دل میں کھٹک رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°°°99

اعراف کرسی کا سہارا لیکے بیٹھی تھی، حنزلہ نے محسوس کیا وہ ٹھیک نہیں ہے ! وہ اٹھ کر اس کی طرف جانے لگی ہی تھی۔

مسز درانی ! عبدل باری کی بھاری آواز پہ وہ پلٹی۔

نئی دلہن یوں اٹھ کر نہیں پھرتی ! شاید اس نے طنز کیا تھا۔

آپ طنز کر رہے ہیں ؟ وہ اس کے پاس صوفے پہ فاصلے پہ بیٹھی۔

اوایک دن میں تم سے آپ ! یعنی گڈ ہو گیا ! وہ استحقاق سے مسکرایا۔

اگر عزت راس نہیں آرہی تو بتادیں ! وہ چبا کر بولی۔

نونوایسے ٹھیک ہے ہر رشتے میں اک تم اور اک آپ ہونا چاہیے ! وہ بھنویں اکھٹی کر کے بولا۔

جی سرتاج، وہ بھی طنز کر کے منہ موڑ گئی۔

کیسا لگ رہا ہے لڈو پھوٹ رہے ہوں گے رائیٹ اتنے اچھے لڑکے سے نکاح پڑھ کر! ایک اور طنز۔

جی جی میرا دل کر رہا بھنگڑے ڈالوں، وہ آنکھیں گھما کر بولی۔

ارے نہیں وہ آفر میرے لئیے محدود رکھیں فی حال شریف بن کر بیٹھو۔ وہ تپانے والے انداز میں بولا۔

تمھارا کوئی ایسا ویسا پلان تو نہیں ہے پتا نہیں مجھے تمھارے تیور اچھے نہیں لگ رہے؟ کیا کرنے والے ہو میرے ساتھ، وہ گھبرا کر بولی۔

زیادہ کچھ نہیں! وہ اس کے قریب ہوا۔

شکل تک نہیں دیکھوں گا! وہ آنکھ مار کر بولا۔

حنزلہ کے سر پہ جیسے برف ڈال دی گئی ہو۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔

ویلکم! اس نے گردن اکڑائی۔ حنزلہ۔ کو پیاس کا احساس ہوا۔ اس نے ٹیبل پہ بڑھے جوس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

عبدل باری نے گلاس تھوڑا دور کر دیا۔

اہاں ؟وارن کیا تھا،وہ چبا کر بولا۔حنزلہ کی پوریں نم ہوئیں۔

تم مجھے ہرٹ نہیں کر سکتے میں نے تمھیں یہ حق نہیں دیا! وہ ہمت جمع کر کے بولی۔

اب سے آپ پہ محترمہ سارے حق میرے ہیں،وہ طنزیہ ہنسا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

100°°°°°

دو دن بعد ہی عبدل باری ہسپانیہ روانہ ہو چکا تھا۔یہ خبر جہاں سب کے لئے حیرت کا باعث تھی حنزلہ کا نارمل ایکٹ تھا۔

بتا کے گیا ہے وہ؟ گل خان نے پوچھا۔

جی! پہلی بار اس نے جھوٹ بولا۔

کیوں ؟انھوں نے کھانا کھاتے پوچھا۔

ٹرینگ کے لئے !اس نے مدھم۔لہجے میں کہا۔

کون سی ٹرینگ ؟انھوں نے حیرت سے پوچھا۔

پتا نہیں بابا آپ فکر نہ کریں آجائے گا۔وہ حوصلہ دے کر بولی۔

ٹھیک ہے بچے جیسا تم بہتر سمجھو! وہ مسکرائے مگر وہ مسکرا نہ سکی۔

اعراف کو کل ہسپتال لے جاؤ اس کا کڈنی ایشو ہے میں اسے درد میں نہیں دیکھ سکتی! مریم نے روہانسی آواز میں کہا۔

آپ فکر نہ کریں وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ بیٹی تھی اسے پتا تھا اس نے اپنا کارڈ کیسے چلانا ہے۔ اس کا کام حوصلہ دینا تھا اپنی اندر کی خواہشات مار کے

ہیلو! مسٹر عبدل باری سے بات ہو سکتی ہے؟، آخر اس نے ایک ماہ بعد کہیں سے نمبر نکالا اور اس پہ کال کر دی۔

میڈم! آپ کون اور کہاں سے بات کر رہی ہیں؟ سوال کیا گیا۔

جی میں ان کے جاننے والی ہوں کیا آپ میری بات کروا سکتے ہیں؟ اس نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

سوری میڈم آپ کی ویلڈ آئی ڈی درکار ہے، بھاری آواز پھر سے گونجی۔

آپ انھیں انفارم کر دیں حنزلہ گل بات کر رہی ہوں،

!اوکے میم سٹے ٹیون

سوری میم وہ کسی حنزلہ کو نہیں جانتے، رابطہ منقطع ہوا۔

حنزلہ کا دل چھلنی ہوا۔

سزا؟ کس چیز کی؟ کیا گناہ ہو گیا تھا، وہ چکرا کر رہ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°102

اعراف کی سخت دن بدن خراب ہو رہی تھی، بیماری کھل کر سامنے نہیں آ رہی تھی، سال گزر چکا تھا عبدل باری نے اس سے رابطہ رکھنے کی زحمت نہیں کی جبکہ عبداللہ انکل باقاعدہ ہر ماہ چکر لگا رہے تھے۔

آج دائم کا میچ تھا سب خوش تھے، عبداللہ انکل اور ماریہ (وائف) بھی شامل ہونے جا رہے تھے۔

سٹڈیم میں بھرپور شرکت ہوئی تھی لوگ دھڑا دھڑ بیٹھتے جا رہے تھے بچوں نے اپنے پسندیدہ پلئیر کے فوٹوز اٹھائے تھے، خوب نعرے لگائے جا رہے تھے۔

دائم اپنے تائیکوانڈو سوٹ میں آیا،اس کے سامنے ایک تگڑا پلئیر تھا، ٹیم مقابلے کے لئیے تیار تھیں، ریفری کی سیٹی بجی اور کھیل شروع ہوا۔

کھیل کے تین راونڈ میں حریف سر فہرست رہا مگر آخری راؤنڈر ز دائم کے تھے، وہ جیت چکا تھا حریف نیچے گرا ہوا تھا دائم نے اسے ہاتھ دیکر اٹھایا گلے لگایا۔

اسے میڈل پہنایا جارہا تھا، گل خان کے ساتھ کھڑے ہو کے اس نے سینہ کشادہ کیا، مرد ہی محسوس کر سکتے ہیں باپ کا ان کو حوصلہ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔وہ پھولے نا سما رہا تھا۔

حنزلہ ریکارڈ کر رہی تھی، یہ اس کی زندگی کا خوبصورت لمحہ تھا مگر لمحے بدلتے وقت کہاں لگتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°103

تو آج تو ٹریٹ پکی! ماریہ نے دائم کو ذو معنی نظروں سے دیکھ کہا۔

جی آنٹی! ضرور، دائم نے ہاں میں ہاں ملائی۔

بابا؟ حنزلہ نے گل خان کو پکارا۔

جی بیٹے! وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سفید رنگ کے کپڑے پہنے تھے کیوں کہ دائم کا پسندیدہ رنگ تھا۔

بابا میں اعراف کو گھر لے کر جا رہی ہوں آپ انجوائے کریں، اس نے معذرت کی۔

اچھا ٹھیک ہے مگر ڈرائیور کے ساتھ! وہ اسے فورس نہیں کر سکتے تھے۔

حنزلہ نے چادر ٹھیک کی اعراف کا ہاتھ پکڑا اور سٹڈیم سے نکلنے لگی۔

make a move girl اس نے اعراف سے کہا۔

ہیلو حنزلہ گل! وہ کوئی چالیس سالہ گوری سے خاتون تھیں۔

ہیلو! معاف کیجیے گا پہچانا نہیں! اس نے معصومیت سے کہا

۔

میں شازی! آئی مین شازیہ لودھی یو نو، ماڈل انڈسٹری کی ایکٹو ممبر تمھیں میں نے دیکھا تم مجھے اس پروفیشن کے لئیے فٹ لگی ہو! وہ اسے سر سے پیر تک دیکھ کر بولیں۔

ایم سوری آنٹی بٹ میری کوئی انٹینشن نہیں ہے فل وقت میں مصروف ہوں۔اس نے بہانہ کیا۔

اوڈارلنگ کوئی بات نہیں یہ میرا کارڈر کھو موڈ بدلا تو!!اس نے حنزلہ کے گال چھوئے۔

جی ٹھیک ابھی زرا میں جلدی میں ہوں!اس نے اعراف کا ہاتھ پکڑا۔

سی یو!وہ بائے کرتی چلی گئیں۔

توبہ آپ ان چکروں میں نہ پڑنا فضول کے کام،اعراف نے چھبتی نظروں سے اسے دیکھا جو چلی گئ تھی۔

وقت ہے کہاں جو برباد کروں،اس نے اپنے بیگ میں کاغذاڑھستے ہوئے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°104

ایک سال بہت ہوتا ہے عبدل باری میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی، گاڑی میں بیٹھے اس نے سوچا۔

اعراف اس کے کندھے سے لگی پڑی تھی، گاڑی سڑک پہ رواں تھی۔

کسی انسان کا حق نہیں کہ وہ دوسرے انسان کو اذیت میں رکھے اور تم مجھے اذیت دے رہے ہو باری، آنسو گر کے اعراف کے بالوں میں جذب ہوا۔

میں تم سے وفادار رہی ہوں مگر تم ڈیزرو نہیں کرتے، ابھی تم سے نفرت کرنے لگی ہوں، کیوں؟ مجھے خود بھی نہیں پتا، وہ اداسی سے باہر دیکھ رہی تھی منظر خوبصورت تھا مگر دل کا موسم ساتھ نہیں دے رہا تھا اس نے سر سیٹ پہ ٹکا کیا

105___________

رپورٹس کلئیر آ رہی ہیں حنہ! شاید یہ نارمل پین ہو! ڈاکٹر رپورٹس سامنے رکھ کر حنزلہ سے مخاطب ہوئی۔

ایسا کیسے ہو سکتا ڈاکٹر! وہ درد میں ہے! وہ حیرت سے رپورٹ دیکھنے لگی۔

الٹرا ساؤنڈ اسکین شدہ رپورٹ یہی بول رہی ایوری تھنگ سے فائن، پھر بھی میں پین کلرز دیتی ہوں۔

اعراف انگلیاں مروڑنے لگی۔ حنزلہ نے اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھ کر آنکھوں سے تسلی دی۔

اوکے تھینک یو ڈاکٹر! وہ فائل اٹھا کر ان سے مصافحہ کرنے لگی۔اعراف بھی پھیکا سا مسکرائی۔

چلیں اعراف اس نے اعراف کا دوپٹہ سیٹ کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ ہسپتال سے نکل آئی۔

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا، ہر کسی کو اپنا دکھ سب سے بڑا لگتا ہے۔یہی حال حنزلہ کا تھا۔

وہ بار بار فون دیکھ رہی تھی۔

کسی کی کال کا انتظار ہے حنہ؟اعراف نے پوچھا۔

ہمم،وہ چپ ہوئی۔

کسی کا انتظار نہیں کرتے،راستے اور سفر طویل ہو جاتے ہیں مدتیں بیت جاتی ہیں قدم لڑکھڑانے لگ جاتے ہیں۔وہ مسکرائی۔

مس فلاسفر! جانتی ہو ایک گھر میں ایک فلاسفر ہو اور ایک کمانے والا ہو تو کس کی بات کی ویلیو ہوتی ہے؟حنزلہ نے چلتے ہوئے پوچھا۔

a philosopher is child of his ظاہر سی بات ہے

environment تواس کی ! وہ شانے اچکاتے بولی۔

نہیں ! فلاسفر دوراندیش ہوتے ہیں وہ یاتوماضی میں جیتے ہیں یا مستقبل کی پیشن گوئی کرتے ہیں جب کہ ایک عام آدمی حال کو جیتا ہے، توعام آدمی فلاسفر سے زیادہ ویلیو رکھتا ہے وہ محظوظ ہوئی۔

ھاھاناٹ فنی، وہ انکھیں گھما کر بولی۔

تم نے ایسا کرو بہت سی فلسفیانہ باتیں لکھو میں شائع کروایا کروں گی۔

اور پھر کیا ہو گا اعراف نے اسے گھورا۔

پیسا ! وہ انکھ مار کر بولی۔

توبہ ہے، قارون جیسی خواہشات ! وہ ہنس کر کانوں کو ہاتھ لگا گئی۔

\-----؟----------------

ooo

ہیلو بابا! گھر پہنچنے کے دس منٹ بعد اسے کال موصول ہوئی۔ کسی اجنبی کی آواز تھی۔

کک کون! اس نے ہچکچاہٹ سے پوچھا۔

بیٹی ہوں میں! کون سا ہسپتال! وہ لرزش بھرے ہاتھوں سے فون تھامے بولی۔

پلیز انھیں ہسپتال پہنچائیں۔ وہ روتے ہوئے بولی اس نے سر تھام لیا۔

کیا ہوا آپی؟ اعراف نے اس دیکھا تو فوراً اس کی طرف بڑھی۔

انکل کی گاڑی کا ایکسیڈینٹ ہو گیا اعراف، مجھے جانا ہے۔ وہ جلدی سے چپل پہننے لگی۔

میں بھی ساتھ چلتی ہوں! وہ بولی۔

نہیں میں شانزے کو بول رہی ہوں تمھاری طبیعت نہیں ٹھیک میں خود جا رہی ہوں، وہ اس کا گال چھو کر بولی۔

پلیز گاڈ! اعراف نے روتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔

دروازہ بند کرلو کسی اجنبی کے لئیے دروازہ نہ کھولنا۔ وہ اسے ہدایت کر کے نکل رہی تھی سامنے گھر سے شانزے ان کے گھر آئی وہ اعراف کو حوصلہ دے رہی تھی۔

کچھ نہیں ہوگا کوئی چھوٹا سا ایکسڈنٹ ہو گیا ہو گا، حنزلہ سنبھال لیں گی۔ وہ اسے حوصلہ دینے لگی۔

میری بہن اکیلی گئی ہے شانزے! میرا بھائی، وہ کہاں، بابا، مما، انکل آنٹی، اللہ انھیں کچھ نہ کرنا پلیز خدایا ہم پہ رحم کر!.... وہ رو رہی تھی۔

اعراف سنبھالو خود کو پلیز وہ اس کے بال کانوں کے پیچھے کر کے بولی۔

عبدل بھائی! اسے فوراً خیال آیا۔

بھائی! فون ہے آپ کے پاس؟ وہ فوراً اس کی طرف مڑی۔

ہاں یہ لو! انھوں نے فون اسے دیا۔

وہ اب کوئی نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

اس نے بیڈ کے نیچے سے ایک کاپی نکالی اس میں صفحے پلٹے، مطلوبہ نمبر نکالا اور رنگ کی۔

یہ میرا نمبر ہے گڑیا، سیکرٹ تمھیں جب بھی بھیا کی ضرورت ہو تو جسٹ ون رنگ، عبدل باری نے اسے نمبر دیا تھا۔

ہیلو! کال اٹھاتے ہی اس نے دم توڑتی آواز میں کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

107°°°°°

وہ دیوانہ وار ایمرجنسی کی طرف بھاگ رہی تھی۔

مریضوں کی حالت خطرناک ہے یہ کوئی پولیس کیس لگتا ہے۔ایک ڈاکٹر نے کہا۔

سر پلیز ٹریٹ دیم! حنزلہ گڑگڑائی۔

آپ کون! وہ حیرت سے بولے۔

میں اس وقت ایک بیٹی، بہن اور بہو ہوں سر میرا سارا خاندان ہے اندر پلیز! اس نے ہاتھ جوڑے۔

سب اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ ہر کوئی اس کی حالت دیکھ رہا تھا وہ نارمل نہیں لگ رہی تھی۔

دائم! اسٹریچر یہ اس کی نظر پڑی وہ فورا بھاگ کر اس طرف آئی۔ وہ با مشکل سانس لے رہا تھا۔

دائم! وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

تایا نے کیا! وہ بس اتنا بولا۔

حنزلہ کے پیروں سے زمیں نکل گئی۔۔

اس نے دائم کو دم توڑتے دیکھا،

دائم! وہ چیخی تھی ہسپتال کی چھت اس پہ جا گری ہو جیسے۔۔

اونگیٹو پلیز! ڈاکٹر ریسپشن کی طرف بڑھے۔

سر الریڈی کمی ہے! لڑکی بولی۔

وہاٹ؟ ڈاکٹر نے حیرت سے دیکھا۔

ڈاکٹر حمدان پلیز اندر چلیں پیشنٹ کی حالت تشویشناک ہے، نرس فورا آئی۔

حنزلہ دیوار کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی، اس کی شرٹ پہ سرخ دھبے لگے تھے

اسٹریچر یہ موجود شخص اس کا بھائی تھا۔ وہ زندہ لاش ہو گئی کوئی پوچھتا کہ اذیت کیا ہے تو وہ کہتی لڑکی کے کندھے پہ لاشوں کا بوجھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پولیس ہسپتال میں اس کے سامنے تھی۔

میڈم کسی پہ شک ہے آپ کو، ایک اہلکار نے سوال کیا اس نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

سر لاشیں اٹھوانے میں مدد کریں گے ! اس نے غیر متوقع جواب دیا۔

سینئیر نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

ڈاکٹر بار بار اس سے آ کر سوری کر رہے تھے۔

کوئی اس سے پوچھتا ہے سب سے بری گالی کون سی ہے تو وہ کہتی ڈاکٹر کے منہ سے نکلنے والی سوری۔۔

مسٹر عبداللہ کی رپورٹ ! ان کی حالت بدتر ہے مس وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

نرس اس کی طرف آئی وہ فورا بھاگی۔

وہ بامشکل سانس لے رہے تھے۔

اس اٹیک کے پیچھے، بچے، غیر ملکی لوگ ہیں، میرے گھر میں ذاتی کمرے میں سنگھار میز کے ساتھ فریم ہے اس کے پیچھے خفیہ دروازے ہے۔

ہر چیز کا کوڈ حنزلہ باری ہے، بچے، وہ اس کا چہرہ تھام کر بولے ان کے جسم پہ کوئی جگہ خالی نہ تھی جہاں سے خون نا رس رہا ہو۔

میں تمھیں اس کی وفاداری کی ضمانت دیتا ہوں بچے! انھوں نے عبدل کے بارے میں کہا۔

آپ چپ رہیں انکل پلیز۔وہ رو رہی تھی۔

وقت نہیں ہے بچے، تم موقع ملتے ہی شہر چھوڑ دو بچے یہ لوگ بھیڑیے ہیں، عبدل باری آجائے گا۔وہ وہ::: درد سے ان کی زبان اٹک رہی تھی۔

نرس! حنزلہ نرس کی طرف مڑی ان کی دھڑکن تیز ہوئی بہت تیز پھر ایک سیدھی لکیر اور ایک اور جان ختم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°109

پولیس موبائل میں حنزلہ بیٹھی تھی۔اس کی آنکھیں خشک تھیں منہ پہ قفل تھا، اس کے پیچھے ایمبولنس کا شور تھا۔

اس سے کوئی پوچھتا بدترین آواز کون سی ہے تو وہ کہتی ایمبولنس کی۔۔۔۔

دھڑا دھڑا گاڑیاں اس کے گھر کے آگے رکیں، وہ بامشکل اتری۔

عاصم حسن ان کا رشتے دار تھا وہ بھی پہنچ چکا تھا۔

اعراف نے پھٹی پھٹی نظروں سے بہن کے سفید و سرخ رنگ لباس کو دیکھا پھر اس کے پیچھے ایمبولینس کو۔ اعراف کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔

لوگ بین کیوں کرتے ہیں کتنے جاہل لوگ ہیں! وہ دوسروں کے جنازوں پہ عورتوں پہ تبصرہ کرتی تھی۔ آج دھاڑیں مار کر روئی۔

حنزلہ نے اس کی طرف قدم بڑھائے۔ اس کا خاندان اجڑ گیا تھا، اس کی آنکھیں چندھیا گئیں عاصم نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا رشتے داروں نے سب سبھاؤ سے سنھبال لیا تھا۔

پانچ جنازے ایک قطار میں تھے وہ گنگ تھی۔ عبدل باری بدبخت ماں باپ کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکا۔ اور جنازہ اس کے بغیر دفنا دیا گیا۔

حنہ میرے ساتھ میرے گھر چلو! عبدل باری دوسرے دن پہنچ گیا تھا وہ خوب رویا۔

حنزلہ بیڈ کی پائنتی پہ بیٹھی تھی۔

عبدل باری، اس کی طرف بڑھا، اس نے اجنبیت سے نظریں اٹھائیں۔ کوئی ملال ؟

وہ چپ چاپ اس کی طرف گیا اس گھٹنوں پہ سر رکھ وہ بلک بلک رو دیا۔

مجھ سے بڑا بد بخت بھی کوئی ہو سکتا گل۔ وہ سفید کپڑے پہنے تھا اس کے بال ماتھے پہ گرے تھے۔

نہیں تم سے زیادہ بد بخت کوئی نہیں ہے، وہ تاسف سے بولی۔

وہ اور زور سے رونے لگا۔

تمھاری بد عا لگ گئی مجھے ! وہ اس کی قمیض مٹھی پہ بھینچ کر رونے لگا۔

مجھے کس کی بد عا لگی پھر ! حنزلہ نے غیر دانستہ لہجے میں کہا۔

وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

چلو میرے ساتھ ! وہ کہہ کر اٹھا۔

کہاں ! وہ صدمے سے بولی۔

گھر ! وہ آنکھیں پونچھ کر بولا۔

میرے گھر والے قبرستان میں ہیں، وہ نیم مردہ حالت میں بولی۔

حنزلہ وہ۔۔۔ شانزے ہانپتی ہوئی آئی۔

اعراف کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔۔

عبدل باری نے سنا تو فوراآگے بڑھنے لگا۔

وہ بھی اس کے ساتھ اعراف کے کمرے کی طرف بڑھی۔

کچھ دیر میں وہ ہسپتال میں تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

:::۔

110

ایم سوری حنزلہ! اسٹاف کی طرف سے بہت بڑی غلطی بلکے جرم ہو گیا۔

نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے رپورٹس مکس ہو گئی تھیں۔

اعراف کے دل میں شگاف ہیں جس وجہ سے اسے چیسٹ پین ہوتا ہے، دل میں

کہتے ہیں۔اس میں خون بہنا، aortic dissection دراڑاس کو

کا پھٹنا! جسمانی اعضاء کی خرابی شامل ہے۔ vessel

وہ پھٹی پھٹی نظروں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

واؤ! وہ ہنسی اس کی ہنسی میں اذیت تھی عبدل باری کا دل جیسے مٹھی میں جکڑ دیا گیا ہو۔

اچھا تو آپ کا نا اہل سٹاف مجھے یہ بتا رہا ہے کہ میری بہن کو بھی میں سپرد خاک کر دوں ہاں؟ وہ چیخی تھی۔

گل آرام سے! عبدل باری اس کو پکڑ کر حوصلہ دینے لگا۔

دور ہٹو۔ تم سب تم اذیت ہو، گھٹن ہوتی ہے تم سب مجھے، وہ چیخ رہی تھی۔

میں میں اسے مرنے نہیں دوں گی۔ میں ٹاپ ہاسپٹل میں جاؤں گی، سب مجھے چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں۔ نہیں اسے جینا ہو گا۔ وہ جنونی ہوئی۔

عبدل باری اس کا سر سینے سے لگا کر سہلا رہا تھا۔

وہ نہیں جا سکتی باری، وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

وہ ٹھیک ہو جائے گی گل چپ ریلکس! وہ اسے حوصلہ دے رہا تھا وہ اس کی شرٹ بھینچے ہوئے تھی عبدل باری نے اس کے سر پہ لب رکھے۔

بس، میں ہوں ناں میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

تم نہیں ہو! اس نے اجنبیت سے باری کو نظر اٹھا کر دیکھا۔

تم نہیں تھے تم نے مجھے چھوڑ دیا تھا مجھ سے دستبرداری دے دی تھی ناں۔ آج میں تم سے دستبردار ہوتی ہوں۔ وہ اسے جھٹکے سے دور کر کے بولی۔

گل وہ زخمی دل لئیے اسے بلانے لگا۔ وہ شرمندہ بھی تھا۔

جو ساتھ تھے وہ تو قبر میں چلے گئے۔

دائم وہ کیوں گیا۔ بڑی تو میں تھی مجھے موت کیوں نہ آئی وہ دھاڑیں مارنے لگی

سٹاف مڑ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

کیوں اللہ کیوں! وہ چیخ رہی تھی۔ عبدل باری کے اشارے پہ نرس نے اسے انجیکشن لگا دیا۔

تم! وہ مڑی۔ سی کی آواز نکلی مگر وہ کچھ مزاحمت کرتی ہمت ختم ہوئی اور وہ باری کے بازوؤں میں جھول گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

○○○

111

! سوری سر مشن گیا بھاڑ میں، میں استعفیٰ دے رہا ہوں

نہیں ضرورت مجھے اس سب کی۔۔ وہ کال پہ کسی سے بات کر رہا تھا۔

یہ تمھارے بابا کی خواہش تھی عبدل باری۔ مردانہ بھاری آواز اس کی سماعت میں اتری۔

مرنے والے مر جاتے ہیں خواہشات ساتھ لے کر مرتے ہیں۔ وہ ٹرانس کی کیفیت میں بولا۔

میں جانتا ہوں تمھارا زخم گہرا ہے مگر میں جانتا ہوں تمھارے بابا کے قاتل کون ہیں! آواز طمع دلا رہی تھی۔

عبدل باری کے کانوں سے دھواں نکلنا شروع ہوا اس کی مٹھیاں بھنچ گئی، جبڑے بھنچ گئے،

مسز کیم من جی، داموسٹ فیمس کورین ایکٹریس مانی جاتی تھیں۔ انھوں نے اسلام قبول کیا مگر ایجنسی کے کچھ رولز ہوتے ہیں۔ جنھیں وہ توڑ چکی تھی۔ اس کا شوہر کیم جان تھا جو کہ ایک مافیا سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اس سے پراپرٹی چھیننا چاہتا تھا اس نے کیم من جی کو مروانا چاہا تب اس نے خفیہ ایجنسی سے رابطہ کیا، اسے کوریا سے بازیاب کروا کے پاکستان لانے والے تمھارے بابا تھے۔ کورین ایجنسی

سے کم جان نے تمھارے بابا کی ڈیٹیل نکلوائیں، ان پہ پہلا اٹیک مصر میں ہوا تھا۔ تمھاری مام ایک الگ ایجنٹ تھیں وہ ایک کرسچن تھی۔

جانتا ہوں آگے کی تفصیلات مجھے معلوم ہیں۔ اور کچھ؟ وہ اجنبیت سے بولا۔
تمھارے بابا نے تمھارے لیئے میسج چھوڑے ہیں، چیک کر لینا۔ ایجنسی کو تمھاری نہیں تمھیں ایجنسی کی ضرورت ہے! وہ کچھ جتا کر بولے۔ عبدل باری نے کال کاٹ کر سر تھام لیا۔
کہاں پھنسا دیا بابا! وہ تلخی سے گویا ہوا۔
ہسپتال کے روم کے اندر دیکھو تو حنزلہ بیڈ پہ دراز تھی جبکہ دوسری طرف نظر دوڑائی جائے تو اعراف کو سرجری کے لیئے کے جایا جا رہا تھا۔
وہ بے بس تھا سب ہاتھ سے پھسلتا معلوم ہو رہا تھا۔ مگر زبان پہ کوئی شکوہ نہ تھا۔۔۔۔۔۔۔

حنزلہ کو ہوش آچکا تھا وہ اب چپ چاپ لیٹی ہوئی تھی۔عبدل باری اس کے پاس سٹول پہ بیٹھا تھا اس نے حنزلہ کا ہاتھ پکڑے رکھا تھا شاید وہ سو گیا تھا۔

حنزلہ نے ناگواری سے اسے دیکھا ہاتھ چھڑایا اور رخ موڑ لیا۔وہ اب اٹھنے کی سعی کرنے لگی۔

گل! وہ بیدار ہوا تو اس کی سیدھی طرف بڑھا۔

کیا کر رہی ہو تمھیں اسٹروک کا خطرہ ہے! وہ اسے بیٹھانے لگا۔

میری بہن! اس نے اس کا ہاتھ دھتکارا۔

وہ ٹھیک ہے گل! اس کی سرجری کامیاب رہی ہے! وہ ہولے سے بولا۔

سرجری! اس نے اچھنبے سے دیکھا۔اسے کاٹا گیا،اس کو چیرا لگایا گیا؟۔اس نے دل پہ ہاتھ رکھ لیا۔

وہ درد میں تھی،وہ اسے غصے سے دیکھنے لگی۔

اس کے کان سرخ ہوئے۔

حنہ سرجری ضروری تھی تب وہ ٹھیک ہو گی۔وہ اسے پچکارنے لگا۔

پیسے کون دے گا باری! وہ حیرت سے بولی۔

میں نے کر دئے ہیں ڈپوزٹ حنہ تم ریلکس ہو اسے تمھاری ضرورت ہے۔ وہ اس کا چہرہ تھپتھپا کر بولا۔

مجھے بھی تو اس کی ضرورت ہے اسے کیوں میرا خیال نہیں ہے کیوں نہیں ٹھیک ہو جاتی وہ! وہ اس کی شرٹ پکڑ کر رو دی۔

حنہ بس کرو، پلیز وہ اسے سہلاتے ہوئے بولا۔

میں جیتے جی مر گئی باری مجھے تباہ کر دیا گیا میں اترا رہی تھی اپنے گھر پہ مجھ سے میرا گھر چھین لیا گیا۔ وہ بلک بلک کر رو دی۔ وہ اسے حوصلہ دینے لے لفظ ڈھونڈتا رہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

113°°°°°°

ایک ہفتے بعد۔۔۔۔

وہ اپنے گھر میں تھا حنزلہ کو چھوڑ وہ بہت دنوں بعد آیا تھا۔

گھر سائیں سائیں کر رہا تھا۔

وہ ہر گملے کے ساتھ ہاتھ لگاتا کیا پتا کس کو بابا نے چھوا ہو۔

وہ ان کے کمرے میں گیا الماری کھولی ان کے کپڑے دیکھ وہ خود سے لگائے گھنٹہ روتا رہا۔

کبھی تصویر دیکھ روتا کبھی چیزیں دیکھ۔

گھنٹی نے اس کے عمل میں دخل دیا۔ وہ آنکھیں صاف کرتا دروازے کی طرف بڑھا۔

اسکوٹر پہ ایک لڑکا تھا۔

عبدل باری بھائی؟! لڑکے نے جاننا چاہا۔

جی! اس نے حیرت سے لڑکے کو دیکھا جو دبلا پتلا تھا۔

یہ حنزلہ باجی نے بھیجا ہے، اس نے ایک باکس عبدل باری کی سمت بڑھایا۔

ہمم وہ چپ چاپ اسے دیکھنے لگا۔

میں چلتا ہوں، وہ لڑکا واپس چابی گھما کر بولا۔

شکریہ! وہ ہولے سے بولا۔

اب وہ دروازہ بند کر کے کمرے کی طرف آیا درمیان میں ایک چھوٹی میز تھی اس نے ڈبہ اس پہ رکھا۔ پھر کھولا۔

تمھارے بابا کی امانت!

عبدل باری نے نوٹ نکال کر پڑھا۔

نیچے پراپرٹی کی دستاویزات تھیں جو حنزلہ کے نام تھیں۔

اس کے ساتھ کچھ زیورات تھے۔جو اس کی ماں نے دیئے تھے،۔اور بھی کچھ چیزیں تھیں۔وہ ایک ایک چیز دیکھتا گیا کچھ بچپن کے کھلونے تھے۔

اس نے اب تک سنبھال کر رکھے تھے اس نے مسکرا کر سوچا۔

تمھارے بابا کا لاک روم ہے جس کا پاسورڈ حنزلہ باری ہے۔باقی کی لڑائی تم خود لڑو گے۔مجھے میری لڑائی لڑنی ہے فی الحال

امید کرتی ہوں اب سے تم مجھے نظر نہ آؤ جا رہی ہوں شہر چھوڑ کے پیچھے مت آنا، ورنہ حرام موت مرنے کے علاوہ کوئی چارا نہیں بچے گا۔

وہ اس کاغذ کے پلندے کو خالی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔

سب خراب کر دیا میں نے۔اس نے سر پیٹا۔ڈبہ کو خالی آنکھوں سے تکنے لگا۔

وہ اٹھا اور دیوار کی طرف بڑھا جہان تصاویر چسپاں تھیں اس کی فیملی کی۔

اسی قابل ہوں میں ! اس نے دیوار پہ مکے برسانے شروع کئے۔ وہ سخت نالاں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

114°°°°

وہ اعراف کو لے کر کراچی چلی گئی تھی۔ وہاں جاتے ہی اس نے جاب کا سوچا، دھکے کھانے کے بعد معمولی سی آفس کی جاب ملی مگر وہ اعراف کے لئے سوچ رہی تھی سال مزید گزر گیا۔

تایا نے اس کے حصے کی زمینوں پہ تسلط جما رکھا تھا۔

وہ آفس کا سامان چیک کر رہی تھی جب اس کے ہاتھ کارڈ لگا۔

میں شازی ! اسے کچھ کلک ہوا۔

اس نے فوراً فون اٹھایا اور کال کر دی۔

وہ ٹوٹی ہوئی تھی مگر وہ جڑ کر پھر سے مضبوط ہونا جانتی تھی یہ اس کا ہنر تھا۔

ہیلو، ! شازی میم، میں حنزلہ وہ سٹیڈیم کچھ یاد ہے۔

جی جی وہی، وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔

جی مجھے فیحال ضرورت ہے۔ وہ ایک دم بولی۔

ٹھیک میں پہنچ جاؤں گی۔

یس !اس نے کال بند کرتے کہا۔

پھر الماری کی طرف بڑھی کوئی ڈریس مناسب نہیں لگ رہا تھا۔پر ملاقات ضروری تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°115

وہ شازی کے سامنے ٹیبل کا فاصلہ چھوڑ کرسی پہ موجود تھی۔

سب سے بڑی غلطی کی کل !وہ یہ تھی کام کی تلاش میں کبھی بھی کسی کو نہ بتاؤ کہ تم مجبور ہو،لوگ مجبوریوں کا فائیدہ اٹھاتے ہیں۔وہ کافی اندرانڈ بلیتے بولیں۔

نمبر ٹو!کوئی زیادہ پیسے آفر کرے تو فورا منع کر دو پیسا طاقت ہے مگر بعض اوقات ایسی طاقت کو ناں کہنا زیادہ طاقت ہے۔وہ آگے کو ہو کر بیٹھیں۔

تیسری چیز،چھٹی حس !تمھاری چھٹی حس شارپ ہونی چاہیے تمھیں نظروں کے معنی سمجھنے آنے چاہیں جہاں کچھ ڈیمانڈ ہو اسے لات مار کر آگے بڑھو۔وہ پر اعتماد سی بولیں۔

دشمن بنانے ہیں تو کھل کے بناؤ، وہ تمھاری کامیابی کا ایندھن بنتے ہیں، وہ ٹکر ٹکر ان کی طرف دیکھ کر بولیں۔ ہاتھ میں ایک سگریٹ تھا جس کا دھواں حنزلہ کو کھانسنے پہ مجبور کر رہا تھا۔

دو دن بعد تمھارا شوٹ ہے مجھے یہ گھسی پٹی لڑکی نہیں ماڈل چاہیے سمجھی۔ وہ اٹھیں اور اس کی طرف آئیں اس کی ٹھوڑی پکڑ کر بولیں۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بعض اوقات زندگی یہ سوچنے کا موقع نہیں دیتی کہ کیا صحیح ہے کیا غلط ہے بس وہ سپاٹ دیتی ہے کہ فراری یہیں ہے فرار ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۶۶۶۶۶

116

خوبصورت ہے! والک بھی اچھی کی ہے، آئی تھنک لوئیرل پیرس گالا کے لئیے شی وڈ بھی وداس اوور فائیو سپر ماڈلز! وہ شاید شو کنڈکٹر تھا۔ وہ اس کے فوٹوز دیکھ متاثر ہوا۔

شازی نے ستائشی نظروں سے حنزلہ کو دیکھا۔

تھینک یو سر! اس نے مسکرا کر داد وصول کی۔

ابھی تم کو اور ہوم ورک کی ضرورت ہے، وہ پن سے اس کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

میم مجھے ٹرین کریں گی ڈونٹ وری سر میں نہ خود کو نہ آپ کو شرمندہ کروں گی، وہ پر اعتماد لہجے میں بولی۔

گڈ یہی امید ہے تم سے او کے شازی کام سمجھا دینا مجھے باقی کام بھی دیکھنے ہیں، وہ سیٹ سے اٹھا اور باہر نکل گیا۔

یس! وہ شازی کی طرف مڑی دونوں نے خوشی سے ایک دوسرے کو گلے لگایا۔

تمھارا اچھا وقت آ چکا ہے لڑکی، وہ اس کی ٹھوڑی چھو کر بولیں۔

تھینک یو! سب آپ کی وجہ سے پاسیبل ہے وہ احسان مندانہ انداز میں بولی۔

ڈونٹ وری میرا کام یہی ہے تم اب فوکسڈ رہو یہاں تم نے زرا سستی دکھائی تمھارا کرئیر وینش! وہ گلے کی طرف اشارہ کر کے بولیں۔

ہمم اس نے ہونٹ بھینچ معصومیت سے انھیں دیکھا۔ پھر لمبی سانس لی۔ وہ اب آفس سے باہر نکل رہی تھی۔ آج اسے اڑنا تھا اور جگہ کم پڑ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ oooo

116

لوگ ہمارے ساتھ ایسے برا کرتے ہیں جیسے انھیں کوئی دیکھ ہی نہیں رہا۔ خدا معاف کرتا ہے انسان بدلہ لیتے ہیں یا پھر حساب میں حساب لوں گی سب سے۔ وہ شیشے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ بولی۔

ہیلو! اس نے لپک کر فون اٹھایا۔

عاصم حسن؟ اس نے پوچھا۔

جی حنزلہ گل بول رہی ہوں۔

جی.جی کام تھا تب کال کی

وہ ناخنوں کی نیل پالش دیکھ رہی تھی۔

اوکے ٹھیک پھر میٹ اپ رکھتے ہیں، اس نے گھڑی دیکھ کہا۔

شیور خدا حافظ، وہ کال کاٹ چکی تھی۔

اس کی زندگی کا یہ سال بھی گزر گیا تھا۔اعراف پوری طرح ٹھیک تو نہ ہوئی مگر سرجری کی وجہ سے وہ افاقے میں تھی۔

اس کی قسمت کا ستارہ چمکا تھا برانڈز اس کے ساتھ شوٹ کے لیئے بے تاب تھے وہ سرخیوں میں تھی اور یہ بات اس کے دشمنوں کے لیئے خطرناک تھی۔

دو چیزیں انسان کے لیئے انتہائی ضروری ہیں۔زندہ رہنا۔اس کی سکیورٹی.اس نے بھی یہی کیا اس نے شہرت حاصل کی پھر سکیورٹی جمع کی «

ریاست بھی تو یوں ہی کرتی فرسٹ ڈیفنس دین اٹیک! وہ پالیسی پہ چل رہی تھی۔اس نے پلان کے مطابق کام کیا اس نے ہمدردیاں بٹوریں۔

مونسٹر پیدا نہیں ہوتے بنائے جاتے ہیں اور وہ بن گئی تھی۔اسے اب جو چاہیے تھا وہ اس کا حق تھا اور حق نہ ملے تو چھیننا پڑتا ہے، جھپٹنا پڑتا ہے لڑنا پڑتا ہے، جنگ کرنی پڑتی ہے اور اس سب سے پہلے ایک چیز ضروری ہے وہ ہے تیاری۔

خوف ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو ہمیشہ تیار رہنا سکھاتا ہے۔

جنگ کے لیئے ہمیشہ تیار رہو، چاہے وہ سرحد پہ ہو خود سے یا دشمنوں سے۔۔۔

میں نے ہر چیز کا فائدہ اٹھایا انسان خود غرض ہے ناں میں بھی بن گئی میں نے نہ صرف حساب لیا بلکے میں نے اپنے حریفوں کو دھول چاٹنے پہ مجبور کیا۔ انھیں غرور تھا ان کے پاس مضبوط ستون ہیں میں نے ان کے پاس دیواریں رہنے دیں اور چھت چھین لی۔

اس کام میں میرا ساتھ عاصم نے دیا۔

جھوٹ کو سچ میں سچ کو جھوٹ میں ملا کر کیسے پیش کرنا ہے وہ یہ جانتے ہیں، لفظوں کو ترتیب دیا، ٹھوس اور کاری لفظ ڈھونڈے نکال کر حریف کے منہ پہ مار دیئے۔ میرے ساتھ جس نے برا کیا میں نے ڈبل برا کیا۔

وہ چال چل چکے تھے میں دوہری چال چلنے لگی اعراف مجھ سے خفا تھی کہ مجھے یہ سب خدا پہ چھوڑ دینا چاہیے تھا، بلکل مگر خدا بھی ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کریں رائیٹ۔

میں نے عاصم کا فائدہ اٹھایا وہ مجھے پسند کرتا تھا اور یہ بات میں جانتی تھی۔ مگر وہ اس بات سے آشنا نہیں تھا میں شادی شدہ تھی۔ مجھے افسوس نہیں ہے مجھے پھر

سے موقع ملا میں پھر یہی عمل دہراوں گی۔ جو مجھ پہ انگلی اٹھائے گا میں اس کو اتنا مجبور کر دوں گی کہ وہ موت خود مانگے۔

میں کیس جیت چکی تھی مگر جو ہاری تھی وہ میرا ضمیر تھا۔

اتنا سب مل گیا تھا سکون نہیں تھا۔ کہیں نہیں۔

شاید میں اسے مس کرتی تھی، کیا اس نے میری دھمکی کو سنجیدگی سے پلے باندھ لیا تھا میں یہ سوچتی رہی۔

کتنا بے وقوف ہے وہ میں کیوں حرام راہ اپنانے لگی۔ دین تو ہجرت کا کہتا ہے، میرے لئیے جائز نہیں تھا خود کو تکلیف پہنچانا۔ مجھے جو صحیح لگا میں نے کیا۔

مگر پھر سے وہ میری زندگی میں آ گیا شاید وہ گیا ہی نہیں تھا۔ یا اسے جانا ہی نہیں تھا۔

میں نے اس سے دستبرداری دی تو اس نے مجھے ڈھیل دی مگر شاید اب ڈھیل ختم ہو گئی ہے۔ وہ مجھے دور نہیں کرے گا اور میں شاید ہونا بھی نہیں چاہتی۔

یہ اعتراف کرتی ہوں، کہ میں نے ہزار کوشش کی اس سے بے وفائی کی مگر میرے ہاتھ خالی رہے شاید یہاں صرف وہی بس سکتا ہے اس نے لمبا سانس لیا

--

اعراف کو کھو دینے کے بعد مجھے لگا کہ بس زندگی ختم ہو گئی ہے مگر جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ اب خاتمہ ہے وہ دراصل شروعات ہوتی ہے۔ اسے کافی سالوں بعد دیکھا تھا وہ بلیک ٹی شرٹ پہنے بلیک کیپ پہنے کوئی واردات کرنے جا رہا تھا اسے دیکھ مجھے پھر سے جینے کی طمع ہوئی اور اب اس کے ساتھ جینے کی خواہش ہے۔ میرے ساتھ ظلم ہوا اور پھر میں ظالم بن گئی اگر میں اپنی نظر سے خود کو دیکھوں تو آج بھی ایک بسمل میرے اندر ہے اور مجھے کوئی افسوس نہیں۔

یہی میری کہانی ہے۔---------- 118

زینت نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔

خوش رہو۔ وہ اس کی ٹھوڑی چھو کر بولی۔

ویسے وکیل کو پتا ہے کہ تم نے اسے استعمال کیا؟ وہ کچھ سوچ کر بولی۔

ہاں وہ جانتا ہے ہم عورتیں کتنا بھی سمجھدار ہوں مردوں سے دو قدم پیچھے ہی رہتی ہیں۔ میرے تایا نے عاصم کی فیملی کا بھی بہت نقصان کیا تھا اسے بھی موقع مل گیا تھا دوست کا دوست دشمن اور دشمن کا دشمن دوست! وہ ہنس کر بولی۔

ہم اب تمھیں پھر اگلے مشن کے لئیے بھی تیار رہنا ہے۔ میری جنگ میں شرکت کرو گی! زینت نے کہا۔

اس نے چونک کر دیکھا۔

مطلب؟

سمجھاتی ہوں۔ وہ سیدھی ہوئی۔ وہ ہانڈی تیار کر چکی تھی اس نے گیس بند کیا۔

چلیں! وہ اسے ایک کمرے کی طرف لے ائی۔

لائٹس آن کی یہاں ہر طرح کی ایکٹریس ماڈلز اور جانی مانی شخصیات کی تصاویر تھیں۔

وہ یک سوئی سے اگے بڑھ کر دیکھ رہی تھی۔

اس نے حیرت سے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ ان میں ایک تصویر زینت کوکب کی بھی۔

فیصل انڈسٹری! اس نے خود کہنا سٹارٹ کیا۔

خوبصورت لڑکیوں کو ڈھونڈنا انھیں شوز آفر کرنا۔ انھیں شہرت دیکر مطلب کے کام کروانا سب یہ کرتے ہیں اور جب لڑکی نہ بات مانے تو وکٹم بن جاتی ہے شکار ہو جاتی ہے یہ ان لڑکیوں کی تصاویر ہیں جنھوں نے پچھلے ماہ خودکشی کی۔ وجہ ظلم۔ ان کی نیوڈ وائرل کردی جاتی ہیں۔ انھیں ٹارچر کیا جاتا ہے ان کے فالورز بڑھانے کے لئیے ان کے اکاؤنٹ پہ نازیبا تصاویر شائع کی جاتی ہیں اور ہر وہ کوشش کی جاتی ہے جس سے لڑکی کے پاس کوئی راستہ نہ بچے، پھر یہ لڑکیاں ایکسپرٹ کی جاتی ہیں۔ ایسا صرف بالی ووڈ کی موویز میں دیکھا جاتا تھا مگر سچ میں ایسا ہے یہ انڈسٹری کا ڈارک ٹروتھ ہے۔

سچ اور حقیقت میں فرق تو جانتی ہو گی۔

یعنی جسے زیادہ لوگ تسلیم کریں وہ سچ ہے اور جو اس سچ کے پیچھے چھپے اصل کو ڈھونڈے وہ حقیقت ہے۔

کیا آپ بھی؟ حنزلہ نے اس کی طرف دیکھا۔

مجھے باری نے بچالیا تھا میں نے انھیں سرعام پکڑانے کی کوشش کی مگر

وہ شانے poor has no voice without proof،

اچکائے بولی۔

مجھے ہراس کیا گیا مجھ سے سب چھین لیا گیا تب سے میں خفیہ ایجنسی میں کام کر رہی۔ وہ استحکامت سے بولی۔

ہمم، حنزلہ نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھا۔

مجھے وقت چاہیے۔ حنزلہ نے کہا۔

ضرور وہ مسکرادی۔

اسے ابھی لائحہ عمل تیار کرنا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔119

کیا ہم مل سکتے ہیں، عاصم نے میسج ٹائپ کیا۔

رنگ ٹون بجنے پہ اس نے جھٹ سے فون دیکھا۔

کیفے کا نام جگمارہا تھا۔

اس نے کپڑے بدلے سکائے بلیو فارمل شرٹ کے ساتھ بلیک پینٹ اور کالے جوتے پہنے وہ تیار تھا۔

اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور گاڑی دوڑاتا گھر سے نکل گیا۔

کچھ دیر میں وہ کیفے میں تھا اس کے سامنے ارزم تھا۔

ارزم اجنبی معلوم ہو رہا تھا اس کے چہرے پہ واقفیت کے کوئی تاثر نہیں تھے۔

مجھے لگا تم معافی مانگو گے! عاصم نے شروعات کی۔

آپ کے لگنے سے کیا ہوتا ہے! وہ اسٹرا ہلانے لگا۔

مجھے یہ بھی لگا تھا کہ ہم دوست ہیں! اس نے پھر سے کہا۔

میں نے تو آپ پہ ایسا کچھ ظاہر نہیں کیا! وہ لاپرواہی سے بولا۔

تو کیا تم میرے دوست نہیں ہو؟ اس نے ہمت جتا کر پوچھا۔

دیر کر دی سوال پوچھنے میں۔۔

اب اس کا جواب نہیں ہے ہاں تب اگر آپ پوچھتے کہ میں آپ کا دوست ہوں یا نہیں تو جواب دیتا۔ وہ اس سے بنا نظریں ملا کر بولا۔

کیا دوست سے پوچھنا ضروری ہے کہ وہ آپ کا دوست ہے یا نہیں؟ عاصم نے چھبن محسوس کی۔

بالکل، نظروں کا ارتکاز کہیں اور تھا۔

وجہ؟ عاصم نے پھر سے پوچھا۔

ہمارا کام دوستیاں پالنے سے زیادہ بڑا ہے۔

تم مجھے سیدھے سیدھے بھی بتا سکتے تھے! وہ شکوہ کر رہا تھا۔

مجھ سے پہلے بہت سے لوگوں نے ٹرائے کیا تھا۔ وہ اس کا جواب اسے ہی موڑ رہا تھا۔

ھاھا میں سدھرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ نرمی سے بولا۔

گڈ! بے تاثر چہرہ۔

تم میرے چھوٹے بھائی کی طرح ہو۔ وہ مسکرایا۔

پر آپ مجھے اپنے نہیں لگتے! وہ صاف گوئی سے کام لے رہا تھا۔

تمھاری ناراضگی بنتی ہے۔ وہ کالر کے بٹن کھول کر بولا۔

شاید ہمیں چلنا چاہیے مجھے اور بھی کام ہیں۔ وہ اٹھنے لگا

کسی اور کے ساتھ یہی عمل دہراؤ گے؟ وہ طنزیہ بولا۔

ضرورت پڑی تو اگلا نمبر پھر سے آپ کا ہو گا۔ وہ آنکھوں پہ چشمہ لگا کر بولا۔

میں کوٹ ادو کا کیس لڑنے کے لیئے تیار ہوں، اس نے ہانک لگائی۔

گڈ! فری آپی کو بتادوں گا کے آپ سدھر رہے ہیں۔

اسے فرق نہیں پڑتا اسے ویسے بھی وائٹ کالر پسند ہے۔ وہ ہنسا تھا۔

لڑکیاں بے شک افسانوی کرداروں پہ مرتی ہوں وہ اصل زندگی میں بلیو کالر کو ترجیح دیتی ہیں ناکہ وائیٹ کالر کو، وہ شاید اسے الرٹ کر رہا تھا۔

مجھے معاف کر دینا ارزم! وہ آخری جملہ بولا۔

میں معاف کر دیتا ہوں اور پھر بھلا بھی دیتا ہوں وہ آگے بڑھا۔

غلطیاں؟ اس نے پوچھا۔

نہیں غلطی کرنے والوں کو۔ وہ اسے گنگ چھوڑ چلا گیا۔

تھوڑا ایموشنل ڈرامہ کیا کرو لڑکے! بلیوٹوتھ سے وہی آواز ابھری ارزم مسکرا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ کیس میں اتنا سنجیدہ ہو گیا تھا کہ وہ کیس اسٹڈی کے لئیے مختص ہو کر رہ گیا کمرے کیں محصور ہو کے وہ پلان تیار کر رہا تھا بلآخر وہ اپنی دو نمبری کی مدد سے حل نکال چکا تھا۔

ایک آخری غلط کام سارے غلط کاموں کا مداوا کرنے کے لئے اسنے سوچا۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ایک شخص کے کھیت سے چرواہے کی بکریوں نے فصل چرلی۔اب زمیندار سخت غصہ تھا وہ اپنا معاملہ لے کر حضرت داؤد کی خدمت میں خاضر ہوئے چنانچہ انھوں نے لائحہ عمل طے کرتے یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کسان کو دی جائیں،چرواہا اس انصاف سے مطمئن نہیں تھا چنانچہ معاملہ سلیمان علیہ السلام کے پاس لایا گیا انھوں نے دانائی سے کام لیتے فیصلہ کیا کہ کسان بکریاں رکھ کے چرواہا زمین اور دونوں ایک دوسرے کی چیزوں کی دیکھ بھال کریں گے۔جب فصل بڑھ جائے گی تو بکریاں واپس ہو جائیں گی۔

عاصم نے آرٹیکل پڑھا،رائیٹر کا نام پڑھ دلخیز مسکان اس کے لبوں کو چھو گئی۔۔

اچھا کام کرنے سے پہلے اچھی دلیل ہونی بہت ضروری ہے وہ آپ جو چو کنار کھتی ہے اور عاصم کے لیئے وہ دلیل کافی تھی اب وہ کیس لڑنے کے کیئے کوشاں تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

121

تم تیار ہو مس حنزلہ! شاکر نے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر بلیوٹوتھ سے حنزلہ کو مخاطب ہوا۔

آئی واز برن ریڈی!! وہ ایک سرخ رنگ کے فٹ سے گاؤن میں ملبوس تھی۔

اس کے گلے میں سفید رنگ کا چاندی کا نیکلس تھا جہاں کیمرہ فٹ تھا وہ نگینوں میں نگینہ معلوم ہوتا تھا۔

اس نے ہائی ہیلز پہنی تھیں۔ ٹیلز میں ٹریکر موجود تھا۔ بال جوڑے میں تھے، بازو برہنہ تھے۔ وہ اپسرا الگ رہی تھی۔

وہ شاید کوئی فارم ہاؤس تھا۔

تم جانتی ہو تمھیں کیا کرنا ہے حنزلہ؟ شاکر کی آواز گونجی۔

اچھے سے جانتی ہوں اب کیا اب بار بار پوچھ کر میرا دماغ کھائیں گے؟ وہ چبا کر بولی۔

کیا کرنا چاہیے پھر بیٹھ کر کر کرے کا پیکٹ لیں اور آپ کی پرفارمینس دیکھیں وہ جل بجھ کر بولا۔

ویسے آپ کی شکل دیکھ کر لگتا ہے آپ یہی چیز افورڈ کر سکتے ہیں۔ وہ طنزیہ بولی۔

ویسے مجھے میرے دوست پہ ترس آرہا، وہ بھول گیا تھا مائیک آن ہے، اس نے عبدل باری کو کہا۔

بہت ہی بدلحاظ ہیں آپ! حنزلہ بولی تھی۔ اس کہ کڑواہٹ واضح تھی ہیل کی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔

تمھاری بیوی نے مجھے بدلحاظ کہا ہے۔ وہ عبدل باری کی طرف دیکھ بیچارگی سے بولا

ڈونٹ وری وہ میری زوجہ ہیں کبھی غلط نہیں کہتی! وہ فلیکس کرتے بولا۔

صحیح جوڑی ہے ویسے تم کسی کی سنتے نہیں اور وہ کسی کی مانتی نہیں ترقی کرو گے۔ شاکر نے اس کی طرف کی اچھالی۔

انشاءاللہ، وہ محظوظ ہوا۔

122------

وہ کوئی فارم ہاؤس تھا، اس کے قدم ڈگمگائے تھے۔

ب باری! اس نے کپکپاتے اس کا نام لیا۔

ڈر لگ رہا ہے! وہ نرمی سے پوچھنے لگا۔

کیا میری قربانی ضروری ہے، وہ اپنے بازو پہ سکارف کر کے پوچھنے لگی۔

آپ کو لگتا ہے میں آپ کو کچھ ہونے دوں گا؟ لہجے میں نرماہٹ تھی۔

اگر اس نے کچھ کیا تو؟ وہ چل رہی تھی راہداری میں کئی لوگ تھے۔

آپ کی طرف بڑھنے والا ہر ہاتھ کٹے گا، آپ کی طرف اٹھنے والی ہر نظر بینائی کھو دی گی آپ کی طرف بڑھنے والے قدم کبھی چل نہیں سکیں گے، کیا اب بھی مجھے آپ کو یقین دلانے کی ضرورت ہے مسز عبدل؟ اس نے لفظوں پہ زور دے کر کہا۔

حنزلہ کا دل کیا رقص کرے اس کے قدموں میں مضبوطی در آئی۔ اس نے ٹھنڈا سانس لیا۔

شوہر محترم، میں تیار ہوں !اس نے کان سے لگے آویزے (جھمکا جس میں مائیکروسافٹ بلیوٹوتھ) پہ ہونٹ رکھ کر کہا۔

وہ مسکرادیا۔

شکریہ مجھ پہ یقین کرنے کا۔اپنے دائیں طرف کے کمرے میں دیکھیں۔وہاں ایک لڑکی کھڑی ہے جس نے بلیو جینز پہنی ہے ؟

ہمم،،اس نے نظر دوڑائی۔

! جائیں اس کے گلے ملیں اوراس کے بالوں سے وہ کلپ نما چیز نکالیں

ہیں ؟اس نے حیرت سے کہا۔

عورت کارڈ کھیلنے کا وقت ہے مسز! وہ مسکرایا۔

اوہ۔

اب وہ لڑکی کی طرف بڑھی۔

ارے اتنے پیارے بال ہیں باندھے کیوں ہوئے ہیں ؟ وہ ملنے کے بعد بولی۔

اوہ سچ میں کیا، لڑکی مسکرائی۔

ہاں ہاں کھولو! یار ویسے بھی پارٹی ہے سب نے کھولے ہوئے۔ وہ اس کے ٹھوڑی چھو کر بولی۔

رائیٹ۔ لڑکی نے جلدی سے بال کھولے۔

حنزلہ نے کلپ اٹھایا۔

واو کتنی پیاری لگ رہی ہو اچھا میں آتی! وہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

لڑکی بالوں سے فلیکس کر رہی تھی اس نے آنکھیں گھمائیں۔

پیاری نہ پیاری۔

مسز جیلس نہ ہوں تھی تو وہ پیاری! آواز ابھری۔

نظروں کو قابو میں رکھیں شوہر صاحب! وہ چبا کر بولی۔

جیسا حکم ملکہ! اس نے دانت کچکاتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔۔

°°°°123

وہ سب سے مل رہی تھی، ہر چہرہ اس کیمرے میں ریکارڈ ہو رہا تھا۔

اسے اپنا مشن پورا کرنا تھا۔

اس نے بھیڑ سے دور جا کر ایک کمرے کی طرف رخ کیا۔ جہاں واشروم میں کوئی تھا۔ وہ بھاگی اور وہاں ٹی وی کے پیچھے کیمرہ چھپا دیا۔

پھر کمرے سے نکلی ادھر ادھر دیکھ! سنبھل کر دوسری جانب بڑھی۔ وہاں ایک بار نما جگہ تھی جہاں صرف پاس دکھا کر جا سکتے تھے۔

اس نے ایک شخص سے جان بوجھ کر ٹکر ماری۔

اور یئلی سوری سر! وہ اداکاری کرنے لگی۔

اس طرف واشروم ہے سر! اس نے باآسانی اس کی پاکٹ سے پاس اچک لیا۔

اب وہ بار میں گئی، اس نے موقع دیکھ ویٹر کو بلایا اور پھر اشارہ سمجھا دیا۔ اس نے بالوں میں ہاتھ پھیر کر ادھر ادھر دیکھا کسی کو شک تو نہیں ہوا۔

مشن ڈن! ویٹر نے اشارہ کیا۔

وہ وہاں سے نکلی۔

فارم ہاؤس میں بیک یارڈ تھا جہاں سیکورٹی گارڈز تھے۔ وہ فوراً گڑ بڑا کے پیچھے ہوئی۔

کیا کوئی جگہ رہ گئی ہے، اس نے ہدایت جاننی چاہی مگر رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔

ہیلو! اس نے آویزے پہ کہا۔

ہیلو سوئیٹ! عقب سے آنے والی آواز نے اس کے پیروں سے زمین کھینچ لی۔

وہ پلٹی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°124

کہیں کسی کا انتظار تو نہیں ہے؟ وہ ایک عورت تھی جو کافی موٹی تھی۔

وہ بس ایک دوست کا! وہ بہانہ کر کے بولی۔

اوہ اچھا! عورت ہنسی۔

اس کے پیچھے دو مرد برآمد ہوئے۔

وہ گرتے گرتے بچی۔

عبدل! اس نے زیر لب کہا تھا۔

عورت نے اسے جھٹکے سے آگے بڑھ کر بالوں سے پکڑا اس کا توازن بگڑا۔

کت---- گالی۔ عورت نے سختی سے اس کے بال پکڑے تھے۔ وہ درد سے کراہنے لگی اور ہمت جمع کر کے اس نے عورت کو پیچھے دھکیلا۔

اس نے کلپ کی مدد سے اس کے شانے پہ وار کیا۔

مرد آگے بڑھے اس نے بیگ سے اسپرے نکال اور فوراً ان کی طرف اس کا رخ کیا۔

وہ آنکھیں ملنے لگے۔

وہ وہاں سے بھاگی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ مین گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

اس سے پہلے وہ کراس کرتی کوئی بھاری چیز اس کے سر پہ لگی اور وہ زمین بوس ہو چکی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°125

آہ۔ میرا سر! وہ سر میں ہتھوڑا بجتے محسوس کر رہی۔

وہ سر تھام کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی مگر اس نے محسوس کیا اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ جوڑا کھل چکا تھا اس نے جبڑے میں درد محسوس کیا۔ شاید کسی نے اس پہ ہاتھ تھا۔

باری! اس نے زیر لب دہرایا۔ آنکھیں جھٹکے سے کھولیں، اس نے بہت ہاتھ پیر مارے، ایک بلب اس کے اوپر ہل رہا تھا۔

بند کرو اسے ! وہ چلائی تھی۔

اوہو اوہو کون چلا رہا ہے ! کوئی مردانہ آواز آئی تھی۔ کوئی اس کی طرف چلتا آرہا تھا۔

کون ! اس نے جھانکنے کی کوشش کی۔ مگر دھندلاہٹ تھی۔

سکندر ربانی ڈارلنگ مجھے نہیں پہچانا؟ اچانک سے وہ ایک دم اس کے سامنے آیا ۔وہ ایک گندے دانتوں والا موٹا سا مرد تھا جس کے چہرے سے ناپاکی ٹپک رہی تھی۔

حنزلہ کی گردن پہ ایک دم۔ جیسے کسی نے سانپ رکھ دیا ہو۔

اس نے اسے دیکھا پھر سے کمزور کوشش کی رسیاں کھولنے کی۔

اہاں ! تمھارے نازک ہاتھ تھک جائیں گے ،دیکھو تم کسی اور کو ٹریپ کرنے آئی تھی اور تم خود ٹریپ ہو گئی۔ وہ چیچ کرنے لگا۔

ذلیل انسان کھولو مجھے ! وہ چلائی۔

کہتے ہیں کہ جنگ میں کمزور مت پڑو طاقت بڑھاؤ تم نے طاقت نہ بڑھائی تو مارے جاؤ۔

گے ! دشمنوں کے دائرے میں جب تم اکیلے ہو تو لڑتے رہو یہاں تم جیت جاؤ یا پھر مارے جاؤ۔ تو میری دشمن ! وہ اس کے سامنے آیا۔

کیسا لگ رہا ہے فیلنگ گڈ ؟ مجھے ناں کیا تھا ناں ! وہ غرایا۔

ہر بار موقع ملا تو ہر بار کروں گی۔ وہ برابر کی آواز میں دھاڑی۔

نچ ! وہ اس کے پاس آنے ہی لگا تھا کہ ۔

مجھے ہاتھ لگانے سے پہلے دس بار سوچنا میرا شوہر تمھیں زندہ گاڑ دے گا۔۔ وہ زخمی شیرنی تھی اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔

وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا دھڑام سے دروازہ کھلا مسٹنڈے اوندھے منہ دور گرے تھے۔

وہ عبدل باری تھا اس کا محافظ ۔

وہ پھرتی سے اس کی طرف آیا۔ مخالف حملے کے لیئے تیار نہ تھا۔ عبدل باری کے ہاتھوں میں راڈ تھا۔اس نے کھینچ کے ضرب لگائی وہ گھٹنوں بل گرا۔

کت ---اس نے حنزلہ کو گالی نکالی۔ عبدل باری کا ضبط ٹوٹا وہ بار بار اسے پیٹ رہا تھا۔۔۔۔

آئیندہ میری بیوی پہ انگلی اُٹھائی تو زمین میں گاڑ دوں گا! اس کے پیٹ پہ ایک زور دار کک مار کر عبدل پیچھے ہٹا۔

حنزلہ سہمی ہوئی دیوار کے ساتھ لگی تھی معلوم ہوتا تھا اس کی ٹانگوں سے جیسے سانس نکل گیا ہو۔

عبدل باری نے سکارف اٹھایا اس کے بال کیچر سے باندھے وہ اس کے سامنے تھا ،اس کے بالوں کو پیچھے کر رہا تھا حنزلہ نے اس کی شرٹ کو پکڑے رکھا۔ وہ لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔

میں ہوں ناں پھر ڈرنے کی کیا بات ہے! وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر بولا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی اس کے سینے سے سر لگائے وہ رو رہی تھی۔

بس کریں آپ کے آنسو دیکھ کر میٹر پھر جائے گا، گھر چلتے ہیں! وہ اسے الگ کر کے بولا۔

آئی کانٹ والک! کانپتی ٹانگوں کو دیکھ اس نے نظریں جھکا لیں۔

عبدل باری نے بیڈ سے چادر کھینچی اس کو کھڑا کر کے اسے کے گرد چادر لپیٹی اور پھر اسے اٹھا کر ڈائیر یکٹر کے اوپر سے گزرا۔

حنزلہ نے منہ اس کے گریباں میں چھپایا ہوا تھا، وہ پچھلے دروازے سے نکلا باہر میڈیا تھا اور وہ حنزلہ کی بدنامی نہیں چاہتا تھا۔اس نے کار کے پاس جا کر قدم روکے۔

دائیں طرف پینٹ کے سائیڈ میں چابی ہے نکالیں!! وہ سنجید گی سے بولا۔

حنزلہ نے اثبات میں سر ہلاتے چابی نکالی۔

لاک کھول لیں گی؟اس نے پوچھا۔

پھر لاک کے قریب جھکا حنزلہ نے چابی گھما کر گاڑی ان لاک کی احتیاط سے اسے اندر بیٹھایا اچانک اس نے دیکھا حنزلہ کی ہیل اسے بری طرح زخمی کر چکی تھی اس نے جھٹکے سے ہیل کی اسٹریپ کھولی اور اٹھا کر پچھلی سیٹ پہ پٹک دیں۔

مت کرو مہنگی ہیں! وہ بے ساختہ بولی۔ تو عبدل نے اسے گھورا۔وہ۔ معصوم بن گئی۔

کوئی کام سیدھا نہیں ہے ! وہ بڑبڑایا پھر سیدھے طرف آ کے سیٹ سنبھال کر اب وہ گاڑی آگے بڑھا رہا تھا۔

ڈسپنسری کے سامنے اس نے گاڑی روکی شام کا وقت تھا، سڑکوں پہ گہما گہمی تھی۔

حنزلہ نے جاتے اس۔ کی پشت دیکھی پھر سیٹ سے ٹیک لگادی۔

باجی یہ لونا ! ایک بچہ گاڑی کے قریب آیا اس کے پاس کی چین تھیں۔

میں کیا کروں گی بچے ! وہ اداسی سے بولی۔

باجی کسی کو گفٹ ہی کر دو میری بہن بھوکی ہے ! بچے نے چھوٹی بچی کو سامنے کیا۔

اوہ، حنزلہ نے اسے پیسے دیئے۔

باجی یہ حلال نہ ہوا چھوڑیں رہنے دیں، وہ لڑکا عمر سے چھوٹا مگر باتوں میں بڑا معلوم ہوا۔

حنزلہ نے مسکرا کر اس سے ساری کی چین خرید لیں پھر اپنا سکارف اتار کر بچی کو دیا۔

اتنے میں عبدل باری وہاں آگیا۔

سیٹ پہ کی چین دیکھ پہلے چونکا پھر بچوں کو خوش دیکھ اس نے جان لیا۔

چلتے ہیں! اس نے نرمی سے کہا تو حنزلہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔

127°°°°

پولیس جمع ہو چکی تھی کیمرے میں سب ریکارڈ ہو چکا تھا کتنی ہی لڑکیاں بازیاب کروائی جا چکی تھیں۔

میڈیا طاقت میں آ چکا تھا ہر طرف انڈسٹری ٹرول ہو رہی تھی کئی دوسری اداکاروں نے بھی خاموشی توڑی۔ پبلک جاگ چکی تھی اور عوام کے جاگنے کے مطلب ہوا سیاست کا جاگنا، اگر عوام اپنے دقیانوسی مسائل چھوڑ کر حکومت میں دلچسپی لے تو کون سا ملک ترقی نہ کرے گا۔

اس کی سب سے بڑی مثال ایل جی بی ٹی کیو ہے جب رنگ و نسل کو چھوڑ ملک کے باشندوں نے جہالت کے اس قانون کو نافذ ہونے سے روکا تھا۔ تو کون سا کام مشکل ہے پچیس کروڑ آبادی کے لئیے۔

سوئی عوام ایک کرپٹ سیاست کی ضامن ہے جبکہ ایک ایکٹو یوتھ کے ہوتے کرپشن کا جواز ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ارسطو ان لوگوں کو شہری نہیں مانتا تھا جو ملک کے کاموں میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ وہ فیمنسٹ نہیں تھا وہ کہتا تھا عورت بھی شہری نہیں ہے آج جس ویسٹ کا اتنا اثرورسوخ ہے وہ کے دانا کہتے ہیں عورت بوجھ ہے پیدا ہوتی ہے تو ماں باپ پہ، بڑی ہوتی ہے تعلیم حاصل کرنے جاتی ہے تو استاد پہ بوجھ، پھر جب جواں ہو کے افئیر چلاتی ہے تو محبوب پہ بوجھ اور اگر شادی ہو جائے تو شوہر پہ بوجھ، یہ فلسفہ ارسطو کا ہے جو کہ اس کی کتاب میں باقاعدہ درج ہے۔

عورت کمزور ہے نادان ہے مگر معصوم نہیں ہے عورت کو معصوم نہیں ہونا چاہیے یہاں دنیا میں معصومیت سے بڑی سزا کوئی نہیں ہے۔ جو ڈر گیا وہ مر گیا والی کہاوت کہیں آج کے دور میں فٹ نہیں آتی سب جو دور گیا وہ بچ گیا جتنا کتنا انسان خود کو بچا کر رکھے اتنا محفوظ ہے۔

تھامس کہتا ہے انسان بہت زیرک ہے۔ اتنا کہ وہ اپنی خوشیوں کے لئیے کسی اور کے پیٹ پہ لات مار سکتا ہے، انسان اتنا لالچی ہے کہ اسے بات منوانے کے لئیے طاقت کی ضرورت ہے، انسان کے اندر ایک درندہ ہوتا ہے جو چاہتا ہے اس کی خواہشات پوری ہوں چاہے اس سے باقیوں کا نقصان کیوں نہ ہو ہر انسان مکمل نہ

اچھا ہوتا ہے نا کامل برا ہوتا ہے وہ بس ماحول کے مطابق خود کو ترتیب دیتا ہے اس کا مقصد صرف خود کو نقصان پہنچانے سے بچانا ہوتا ہے، وہ ایسے کام کرتا ہے جس سے اسے تسکین ملتی باقی معنی نہیں رکھتے انسان ہمیشہ سے عزت کے لئیے مقابلہ میں رہا ہے، وہ چاہتا ہے لوگ اسے سنیں اور پھر وہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا فارمولا اپلائے کرتا ہے۔ یہ انسان کی ڈارک پکچر ہے۔-----------

°°°128

حنزلہ نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں وہ کسی کمرے میں موجود تھی،اس کے پاس زینت تھی۔

اگربتی کی مہک سے اس نے اٹھنے کی سعی کی۔

لیٹی رہو حنہ! زینت نے اس اٹھنے سے منع کیا۔

اس کے کپڑے تبدیل ہو چکے تھے۔

وہ باہر سے آیا تھا ہاتھوں میں گلاب تھے اس نے سائیڈ میں رکھے، زینت اٹھ کر باہر چلی گئی۔

وہ اس کے پاس بیٹھا، ماتھے سے بال ہٹا کر پیچھے کیئیے، پیشانی پہ رخسار پہ زخم تھے۔

عبدل نے آہستگی سے اس کے ماتھے پہ لب رکھ دیئے۔ حنزلہ نے آنکھیں بند کیں آنسو ٹوٹ کر بکھرنے لگے۔

ایم پراوڈ آف یو، اس نے جھک کر حنزلہ کے کان میں کہا اسے اپنی لو جھلستی محسوس ہوئی۔

وہ مسکرادی۔

گیٹ ول سون مسز، وہ پھر اٹھ کر دور ہوا۔

شکریہ، حنزلہ نے فقط یہی کہا۔

مجرم پکڑے گئے ہیں یہ آپ کی بدولت ممکن ہوا۔ وہ پیار بھری نظروں سے دیکھ کر بولا۔

ہمم جانتی ہوں، وہ گلاب سونگھ کر بولی۔

آگے کا کیا پلان ہے؟ باری ذو معنی نظروں سے پوچھنے لگا۔

شادی کر کے سیٹ ہونا چاہتی ہوں بس ایک ہینڈسم نوجوان مل جائے۔ وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔

جی میڈم ضرور آپ کی خواہش جلد پوری ہو جائے گی۔ وہ استحقاق سے بولا۔

وہ ہنس دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°129

شیریں انسپکٹر باسم سے ملاقات ہوئی؟، شاکر نے کرسی گھسیٹتے ہوئے پوچھا۔

جی سر ہو گئی تھی، لیڈر کا پوچھ رہا تھا میں نے کوڈ ورڈز میں بتایا۔ وہ فائل ترتیب سے رکھے جا رہی تھی۔

گڈ، کیسا ہے؟ وہ تم لوگ پہلے بھی مل چکے تھے رائیٹ؟! وہ سوالیہ طور پہ اسے دیکھنے لگا۔

جی سر محض اتفاق! وہ سرسری نظر شاکر پہ ڈال کر بولی۔

اوہ اچھا۔ وہ مسکرایا۔

ڈاکٹر حمدان کا کیا سین ہے؟

سر آپ کو بتانا بھول گئی تھی وہ اسٹاف اور بڑے ڈاکٹروں کے بارے میں کیس کرنا چاہتے ہیں وہ بھی بنا ثبوت کے۔

ڈاکٹر سنکی کیوں ہوتے ہیں،؟ شاکر بور ہوا۔ دھت سے فائل میز پہ پٹکی۔

پتا نہیں سر، شاید انھیں بھی دوائی کچھ دو نمبری ملی ہو گی۔ وہ ہنسی۔

بات تو ٹھیک ہے، ویسے ہر انسان کو ضروری نہیں ٹھوکر لگے کچھ ایسے بھی سنھبل جاتے ہیں۔ مگر ہم ان میں نہیں شمار ہوتے۔

آپ کی سٹوری بھی سننی ہے مجھے وہ معصومیت سے بولی۔

پھر کبھی فلاحال کام! وہ دوبارہ سے بات گول کر گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

130°°°°

سیون نائن۔، ہونٹ مسلسل ہل رہے تھے

وہ اسے دہرا رہا تھا اس نے کاغذ پہ پین سے لکھنا شروع کیا وہ بار بار لکھتا اور کراس کر کے نفی میں سر ہلاتا، تنگ ہو کے اس نے کاغذ دور کیا پھر وہ کرسی پہ پیچھے ہوا سوچیں گردش کرنے لگیں ہونٹ ہلنے لگنے سیون نائن، ہاتھ میز پہ ٹک ٹک کرنے لگے، آنکھیں موندھے جیسے وہ سیون نائن کا ورد کر رہا ہو، پھر جھٹکے سے اس نے انکھیں کھولیں کاغذ پہ پھر سے کچھ گھسیٹا۔

کوڈ نیم۔ L.G

اس نے جلدی سے فون نکالا۔

سے۔ G اے آئی، کوئی ایسے نام بتاؤ جو لام سے شروع ہوتے ہوں اور سر نیم وہ عجلت میں بولا۔

کچھ ہی سکینڈ میں اس کے سامنے پوری لسٹ تھی، پھر وہ خود پہ ہی ہنسنے لگا ایک لڑکی کے کہنے پہ وہ اب اے آئی سے ڈیٹا لے رہا تھا اس نے گردن اونچی کی سر کھجایا۔

کیا جاتا ہے اتنی بری چیز بھی نہیں ہے، خود کو تسلی دیکر وہ دھیرے سے ہنسا۔

باسم سر سب ٹھیک ہے، تھانے دار نے اسے یوں ہنستے دیکھ پوچھا۔

نہیں وہ کچھ نہیں بس، چاچا چائے تو بھیج دیں پلیز، وہ مسکان سمیٹ کر بولا۔

جی ضرور۔ وہ بھاری بھر کم وجود اب چائے لانے چلا گیا۔

باسم اب کال پہ کسی کے ساتھ بحث میں مصروف دکھائی دے رہا تھا وہ ڈیٹا شئیر کر رہا تھا۔ کال بند ہوئی چائے اس کے سامنے تھی۔

شکریہ چچا، چائے آگئی مطلب سکون آگیا، وہ مسکرا کر بولا۔

میں چائے نہیں پیتا سر، باسم جس نے ابھی گھونٹ ہی پیا تھا اسے اچھو لگا۔

سر آپ ٹھیک ہیں، وہ آگے کو ہوئے اور ٹشو دیا۔

خالد چچا، آپ چائے نہیں پیتے اس نے صدمے سے پوچھا۔

نہیں سر! وہ سنجیدگی سے بولے۔

آپ زندہ کیسے ہیں، اس کے معصومیت بھرے سوال سے تھانیدار ضرور بوکھلایا تھا۔

باسم نے اداکاری کرتے انکھوں پہ ہاتھ رکھ لیا۔

کیسے لوگ ہیں چائے بھی نہیں پیتے! وہ جیسے رونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

سر آپ بھی تو پہلے نہیں پیتے تھے! خالد صاحب جٹ سے بولے۔

وہ ایک دم سیدھا ہوا، ہاں چچا پر مجھے معلوم ہوا ہے کہ چائے اتنی بھی بری نہیں ہے۔ وہ کیا بتاتا اسے ایک لڑکی نے صرف اس وجہ سے ریجیکٹ کیا تھا کہ لڑکی نے پوچھا تھا چائے کیسی لگتی ہے تو اس نے جھٹ سے بول دیا زہر۔ کافی بھرا مگ کب اس پہ الٹا دیا گیا اسے خود بھی پتا نہ چلا۔ تا سے اس لئیے رد کیا گیا کیوں کہ اس نے چائے نہیں پی تھی سر ئیسلی۔

چائے کے آگے کچھ نہیں میں انھیں دوست نہیں رکھتی جن کی زندگی میں چائے کی اہمیت نہ ہو۔

بے چارہ ہاتھ مسل کے رہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

131

سر لگتا ہے اب پھر سے کسرت کے دن آچکے ہیں، حوالدار نے فائل باسم کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

ملک کے لئیے کچھ بھی !اس نے مسکرا کر کہا۔

ویسے کم پولیس والے دیکھے ہیں جو آپ جتنے ایمان دار ہوں !اس کا جملہ سننا تھا کہ حلق اندر تک کڑوا ہوا۔

پانی ملے گا !پیاس کا احساس شدت سے ہوا، چہرے کے تاثرات نارمل کرنے کی سعی کی گئی۔

ویسے سر !یہ ڈاکٹر حمدان کا کیس بھی آر پار ہے !وہ کرسی گھیسٹ باسم کے سامنے بیٹھا۔

وہ کیوں ؟اس نے ایک نظر اٹھا کر فائل کا ٹائٹل دیکھا۔

تگڑی پارٹی ہے سر بے چارہ ہار جائے گا۔

ہر انسان کے اندر کا درندہ جب سویا رہتا ہے وہ ٹھیک رہتا ہے جب جاگتا ہے تو پھر وہ سب کو ٹھیک کرتا ہے، کیا سمجھے، باسم دلخیز مسکان دکھاتا اٹھنے لگا۔

کیا مطلب سر؟ حوالدار نے ڈنڈا کرسی کے ساتھ کھڑا کیا اور اٹھ کر باسم کی طرف آیا۔

مطلب صاف ہے انسان گناہوں کی وکالت کے بعد گناہوں کا نہ صرف مداوا کرتا ہے بلکے ہر اس انسان کو کوٹھری سے باہر نکال کھڑا کرتا ہے جو شیطان بنا پھرتا ہے، ڈاکٹر صاحب بھی یہی کرنے لگیں ہیں۔ وہ پر اعتماد تھا۔

آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟ وہ منہ پہ ہاتھ رکھ سوچنے کی اداکاری کرنے لگا

۔

سکس سینس یو نو! باسم نے ماتھے کی طرف اشارہ کیا۔

مجھے بھی مل جاتی کاش یہ سکس سینس چیز! وہ خفگی سے بولا۔

یو آر لکی کہ چھٹی حس کم کام کرتی ورنہ کرسڈ زندگی کیا ہوتی شاید تم نہ جی پاتے! وہ اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔

ایسا بھی کیا ہے؟ وہ الجھن کا شکار ہوا۔

چھٹی حس تیز ہو تو کھرا کھوٹا سب واضح دکھتا ہے، دوستوں کی اوٹ میں چھپے دشمن، بکاؤ رشتے، منافق ماحول سب! یاداشت جاتی نہیں ہے کوئی چھوٹی بڑی غلط بات دل سے جاتی نہیں ہے اور یہ اس سکیس سینس کا نقصان ہے۔اس نے ماتھے پہ تین انگلیوں سے زور دیا۔

پھر تو نہیں چاہیے ہم ایسے ہی ٹھیک ہیں، اس نے فوراتوبہ کی تھی، باسم زخمی سا مسکرادیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

132°°°°

میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے آپ میرا ساتھ دیں نا دیں میں پھر بھی لڑوں گا، حمدان نے دبی دبائی آواز میں کہا۔

اور کیا کریں گے سنکی ڈاکٹر آپ اکیلے! اب کی بار شاکر بولا۔

حمدان نے کڑھتی نظر اس پہ ڈالی۔

افراء نے بھی جھٹکے سے گردن شاکر کی طرف موڑی جو بے نیاز بازو باندھے انھیں دیکھ رہا تھا۔

میرا کیس عاصم لڑے گا! حمدان نے پاس بیٹھے عاصم کو کہا۔

افراء کے منہ سے پانی کا فوارہ چھوٹا وہ زور سے تالی مار ہنسی۔

ڈاکٹر صاحب یہاں آپ کی چوائیس غلط ہے یہ ہاشم تھوڑی ہے جو سب سنبھال لیں گے !افراء نے نفی میں سر ہلاتے بامشکل ہنسی کنڑول کی۔

عاصم نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

پھر چپ چاپ بیٹھا رہا اس سارے معاملے میں وہ چپ تھا افراء کو بے چینی ہوئی۔ شاید وہ کچھ زیادہ بول گئی تھی۔

ایم سوری وکیل صاحب وہ کچھ زیادہ بول گئ، میز پہ بیٹھے سب کے سامنے اس نے کہا۔

عاصم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ جیسے پوچھ رہا ہو سب کے سامنے معافی کیوں مانگ رہی ہو پاگل لڑکی۔

اور وہ جیسے نظروں سے کہہ رہی ہو کہ غلطی پہ تو سب کے سامنے کی ہے۔

انسان کو اتنا بے حس نہیں ہونا چاہیے کہ وہ لفظوں کا استعمال خنجر کی طرح کرے، ہمیں نہیں پتا ہوتا کون کس کیفیت سے گزر رہا اس طرح کس کی دل آزاری ہو جائے اسے خیال کرنا چاہیے۔ ارزم نے میل کارڈ شو کیا۔

ارزم crack a book of ethics عاصم نے اسے جھڑکا۔

شی از لیڈی! اس نے آہستگی سے کہا۔

پھر افراء کو دیکھا، کوئی بات نہیں پر آئیندہ وائٹ کالر کو بلیو کالر پہ ترجیح نہ دیجئے،

پڑھا ہے نمل میں نے کہ ایسے بھی کون سے ٹریٹ تھے ہاشم کے اس کے ساتھ

جو ہوا وہ کارمہ تھا مکافات تھا، سمجھیں آپ، وہ دانت جما کر بولا۔

ارزم کے ہونٹ یک دم مسکرائے۔

وہ::: افراء کچھ کہنے لگی تھی کہ چپ ہو گئی۔

اوکے! اس نے ہتھیار ڈال دیے۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°133

میٹنگ روم سے سب باہر نکل رہے تھے، سب اپنی چیزیں سمیٹ کر جانے لگے،

عاصم بھی جانے لگا۔

وکیل صاحب! افراء نے اسے آواز دی۔

وہ پلٹا، وہ اس وقت ایکوا بلیو فارمل شرٹ پہنے تھا، وہ جاذب تھا۔

جی محترمہ! اس نے اجنبیت سے کہا کوٹ ہاتھ پہ ڈالا۔

آپ کو برا لگا؟ اس نے احترام سے پوچھا۔

آپ کو برا لگ رہا ہے؟ اس نے جانچتی نگاہوں سے دیکھا۔

افراء نے ہاں میں سر ہلایا۔

اب مجھے اچھا لگ رہا ہے! وہ مسکرایا۔

سب کے سامنے معافی نہ مانگا کریں مجھے کمتر فیل ہوتا، وہ جانے لگا۔

معافی سے کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا معافی کا سب سے پہلا حقدار انسان خود ہوتا ہے کیا آپ نے خود کو معاف کیا؟ وہ اس کے ساتھ چلنے لگی۔

کیا آپ نے کیا؟ سوال پلٹ کر آیا۔

شاید ہاں! وہ شانے اچکا کر بولی۔

ویسے ہاشم اتنا بھی خاص نہیں تھا، وہ بے تکلف ہوا۔

آپ اس قابل نہیں ہیں کہ آپ سے گفت و شنید ہو سکے، وہ برا سا منہ بنا کر آگے ہوئی۔

ایک ناول کریکٹر کی وجہ سے لڑیں گی؟ وہ کہتا رہ گیا۔

مگر وہ ان سنی کرتی بڑھ گئی۔۔

اس ہاشم کی تو؛ وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°134

بزدلوں کی طرح نہیں بیٹھ سکتا میں کرنا ہے کچھ عوام کو کیا پتا جان بچانے والے انسان موت کے فرشتے بنے بیٹھے ہیں، حمدان کرسی پہ آگے کو ہو کے بیٹھا تھا چہرہ خشکی سے تر تھا۔۔

ہر چیز کا طریقہ کار ہوتا ہے جراح صاحب! شاکر نے تندہی سے کہا۔

ایک تو آپ مجھے رنگ برنگے نام دینا بند کریں! وہ تنگ ہوا۔

لے میرے تیس نک نیم ہیں مجھے تو کوئی مسلئہ نہیں ہوا کبھی، وہ ہنس کر بولا۔

آپ کی عزت نفس کہیں تیل لینے گئی ہو گئی اور یہ اسے بلی کرنا کہتے ہیں! ارزم نے مداخلت کیا۔

ہم اسے شغل میلا کہتے ہیں۔ Bully بیٹے ہوتا ہو گا تمھاری زبان میں زبان جو بھی ہو سر لفظ اثر رکھتے ہیں، کیا اسے شغل میلا کہتے جہاں کسی کے رنگ ،وزن، چہرے بالوں یا شخصیت کا مذاق بنایا جا رہا ہو۔

او کالے، موٹے گینڈے! ٹانڈ نے لمبے کھمبے! یہ سب دل آزاری کرتے ہیں بے شک انسان مذاق میں پٹری سے اتر جاتا مگر اس کے مذاق دل پہ نقش چھوڑ جاتے۔۔۔ ارزم نے تاسف سے کہا۔

عبدل باری نے بھی اس پہ نظریں جمائی۔ جو عمر میں ان سے چھوٹا تھا۔ دل میں عزت بڑھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مذاق کرنے سے منع فرمایا جس سے کسی کو تکلیف ہو، یا خلش پیدا ہوا۔

پر ہم تو کرتے رہتے یہ نارمل رہتا ہے! شاکر نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔

ہمیں مزاح اور مذاق میں فرق کرنا چاہیے ہر وہ لفظ زبان پہ نہیں لانے چاہیے جس سے کوئی محفل میں سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔ کوئی ہماری وجہ سے انسکیور نہ ہو، یہ صرف مردوں کے لئیے نہیں لڑکیوں کے لیے بھی، دوستیں حل نکالتی ہیں نا کہ نقص، تمھارا چہرہ اتنا خراب کیوں ہو گیا کہ بجائے سکن کیئر ٹریٹمنٹ بتانی چاہیے، بال کتنے برے لگ رہے ہیں کہ بجائے، اسطرح بال سیٹ

کروزیادہ اچھے لگتے ہیں، دوست انسکیورٹیز فیل نہیں کرواتے انھیں دبا کر رکھتے ہیں کیوں کہ وہ انسان کو کمزور بناتی ہیں۔ارزم نے تقریر مکمل کی۔

عبدل باری نے اس کا گال چھوا۔

جسٹ لائیک برادر بانڈ! اس نے بے ساختہ کہا۔

ارزم مسکرادیا۔

سچائی کڑوی ہوتی ہے مگر کڑواہٹ کبھی کبھی مفید ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°135

ہر چیز کرنے سے پہلے ایک پلان ہونا چاہیے، میں پلان بی کا کبھی نہیں بولوں گا کیوں کہ لائف میں پلان بی آپ کو ڈسٹریکٹ کرتا ہے، کوی کام کرنا ہو تو ایسے کرو جیسے بس اسی سے جیت ہے۔

دنیا شطرنج کا کھیل ہے جو جیت گیا جیت گیا جو ہارا وہ بری طرح ہارا۔

دنیا میں لوگ دو مقصد کے لئیے جیتے ہیں، کچھ حاصل کرنے کے لئیے یا پھر جو حاصل کیا ہے اسے محفوظ کرنے کے لئیے (تھامس ہابس) .

خوف انسان کو زندہ رکھتے ہیں ایک موت کا خوف اور دوسرا چھن جانے کا خوف آپ ان خوفوں سے نکل گئے مطلب آپ ڈیول بن گئے۔ خوف انسان کی انسانیت کو برقرار رکھتے ہیں۔۔

عبدل باری بول رہا تھا ارزم سمیت باقی ممبر اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔

دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا۔

سوری آلویز لیٹ! وہ باسم تھا جو بلیک ٹی شرٹ پہ بلیک کیپ پہنے تھا۔ وہ فرنٹ رو میں بیٹھ گیا۔

پولیس والوں سے اور گلا بھی کیا کیا جائے! شا کر نے ناک سے مکھی اڑائی۔

باسم نے بھنویں اکٹھی کر کے اسے دیکھا۔

جیسے کہہ رہا ہو شروع ہو گئے؟ وہ پھر سے عبدل باری کی طرف متوجہ ہوا۔

جاری رکھیں؟ عبدل باری نے پوچھا۔

یس سر! وہ فوراً بولا اس کی نظر اطراف میں گئی۔

افراء اس کے سائیڈ میں بیٹھی تھی۔

آپ؟ اس نے کہا۔

آگے دیکھیں! اس نے ناگواری سے کہا۔ وہ سٹپٹا کر آگے دیکھنے لگا پین کو انگلیوں میں مہارت سے گھمانے لگا۔

واہ بیٹے باسم! اچھی جگہ ملی۔ اس نے خود کو ڈھپٹا۔۔۔۔۔۔۔۔

oooo

136

تو یوں کچھ آپ سر عام مجر موں کو منظر عام پہ لائیں گے۔ لائحہ عمل طے ہو چکا تھا

۔

عبدل باری نے سارے پوائنٹ لکھ ڈالے تھے۔

وکیل صاحب کیس کی تیاری کیجئے! شاکر صاحب نے عاصم کا شانہ دبایا۔

ایم ریڈی، اس نے ہاتھ بلند کیا۔

کیا آپ سب تیار ہیں عبدل باری نے پوچھا۔

یس سر سب بیک وقت ایک اواز میں بولے، شیریں نے پیپر افراء کی طرف بڑھائے۔ وہ پڑھ کر سائن کرنے لگی یہی عمل سب نے دہرایا۔

باسم افراء کو مریں نقطہ کے تحت دیکھے جا رہا ہے وہ غیر آرام دہ ہوئی۔

عاصم ایک دم بیچ میں حائل ہوا۔

آپ کو نہیں لگتا آپ کسی لڑکی کو غیر آرام دہ محسوس کروا رہے، وہ چبا کر بولا تھا۔

اور آپ کی تعریف؟ وہ سلگ کر بولا۔

عاصم نے افراء کی طرف دیکھا۔ جو اسے دیکھ نظریں بچا گئی۔

ویل ان کا گائیڈ بھی کہہ سکتے ہیں! وہ زبردستی مسکرایا۔

..! افراء نے بامشکل ہنسی روکی۔ جیسے کہہ رہی ہو تیس مار خان کیا چول ماری ہے

نائس ٹو میٹ یو سر! باسم نے مصافحہ کے کیئیے ہاتھ بڑھایا۔

سیم انرجی مین! اس نے نظریں گہری کر کے جواب دیا۔

اچھا لگے گا ٹیم میں کام کر کے! ٹیم ممبرز کو جاننے کا موقع ملے گا، یہ ہانک افراء کے لئیے تھی۔

فیحال تو آپ مجھے جان لیں! وہ اس کے کندھے پہ بازو ڈال اسے اپنے ساتھ لے گیا۔

وہ کیا ہے ناں ٹیم ممبرز تک تو ٹھیک ہے، لیکن لڑکی ذات سے فاصلہ ضروری ہے! وہ اشارتا بولا۔

باسم نے تیوری چڑھا کر عاصم کو دیکھا۔

میری نصیحت (عاصم نے تپش بھری مسکان (my two cents bro

اچھالی۔

پاس رکھیں، وہ اس کا ہاتھ کندھے سے ہٹا کر بولا۔

وہ کچھ کہتا اس سے پہلے۔

عاصم ! افراء نے اسے بلایا وہ دروازے میں کھڑی تھی جبکہ باسم اور عاصم کمرے سے باہر کھلی جگہ۔

کالنگ می ! عاصم نے انکھ دبائی۔ پھر اس کی طرف بڑھ گیا۔

ایویں فلیکس مار رہا دو نمبری وکیل ! باسم نے ناک سکوڑا۔۔۔۔۔۔۔ 137

حمدان صاحب ! انسان کو سب سے زیادہ حریفوں کے بجائے ان سے بچنا چاہیے جو آپ کو پوری طرح جانتے ہوں ! شاکر صاحب نے کمپیوٹر کے سامنے ایک فیٹج چلائی۔

جس میں حمدان کا کولیگ اس کی ویڈیو بنا رہا تھا یہ تب کی وڈیو تھی جب وہ مریض کا معدہ واش کرنا بھول گیا تھا۔

دانش؟اس نے پھٹی پھٹی نظروں سے کمپیوٹر کی طرف دیکھا۔

جی دوست !اس نے تنفر سے کہا۔

وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے !وہ چونکا تھا اسے شاک لگا تھا۔

یہ دنیا ہے یہاں جس سے جتنی امید رکھی جائے اتنا ہی ڈاج ملتا،اس نے تاسف سے کہا۔

تب ہی کہتے دوست سوچ سمجھ کر بنانے چاہیں !شاکر نے کہا۔

دوستی کے مقابلے میں میں کافی ان لکی ہوں !وہ افسردگی سے سر تھام گیا۔

اور میں شاید رشتوں کے معاملے میں،وہ بے ساختہ کہہ گیا۔

آپ کی کیا کہانی ہے شاکر سر !حمدان نے یونہی پوچھ لیا۔۔۔۔۔۔138

!ماضی

ایک کلاس کا منظر ہے جہان ابھی تک ٹیچر کی آمد نہیں ہوئی۔سٹوڈنٹس آپس میں مصروف ہیں کچھ جہاز بنا کر اڑا رہے ہیں کوئی ڈیسک پہ چڑھ کر بیٹھے ہیں،ایک

گروپ ہے جو ہنسا جارہا ہے لڑکیوں کی آوازیں گھل مل کر فضا کو متاثر کر رہی تھیں۔

مارننگ سٹوڈینٹس! دروازے سے اندر ایک سفید کپڑوں میں ملبوس شخص اندر آیا بلیک واسکٹ پہنے تھا۔ کالی کھیڑیاں جو کہ پالش نہیں تھیں۔

کپڑے بھی تھوڑے تھوڑے سلوٹ زدہ تھے۔

آج پھر بیوی نے کپڑے نہیں استری کر کے دیئے ہوں گے! بیک بینچر کی چہ مگوئیاں ہوئیں تو ہنسی کا دور چلا۔

کیوں ہنس رہے ہیں آپ! وہ شاکر تھا لیکچرر شاکر محمود۔

آنکھوں پہ نظر کا چشمہ لگائے وہ اکتایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

کچھ نہیں سر! ایک لڑکی نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

پھر آواز نہ آئے لیکچر پہ توجہ دیں!۔ وہ اب باقاعدہ پڑھا رہا تھا مشکل سے اسے یہ نوکری ملی تھی وہ کانٹریکٹ پہ تھا۔ اللہ اللہ کر کے اس کی محنت رنگ لائی۔ اور ایک کالج میں اسے آفر آگئی۔ شاکر نوجوان تھا تقریباً انیتس سالہ۔ خوش شکل مگر

مرد کی کمائی نہ ہو تو اس کی شخصیت کی تصویر ماند پڑ جاتی (معاشرے کی نظر سے اور اس کی بیوی کی نگاہ سے).

شاکر نے لیکچر ختم کیا۔

بیس منٹ باقی تھے۔

نارمل ٹاکس! شاکر نے شانے اچکائے۔

بورڈ پہ لکھا۔

کیا بننا چاہتے ہیں؟ سوال دلچسپ تھا۔

سٹوڈینٹس ون بائے ون بتا رہی تھیں کہ انھیں کیا بننا ہے، کسی کو ماڈل بننا تھا تو کسی کو ڈاکٹر۔ وہ سنتا گیا آخری لڑکی مسکان بنی تھی۔

سر مجھے ہاوس وائف بننا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ باقیوں کے قہقہے بلند ہوئے اس لڑکی نے زخمی مسکان اچھالی۔

خاموش پلیز! شاکر نے کہا۔

کیوں مسکان باقیوں سے آپ کا گول الگ ہے وجہ؟ وہ انہماک سے اس کی طرف مڑا اور ٹیبل پہ بیٹھ گیا۔۔۔۔

°°°°°139۔

ہر انسان اپنی فطرت سے واقف ہے سر، عورت ذات ملٹی ٹاسک پرفام کرتی ہے اس کے برین سیلز مردوں سے زیادہ ہوتے ہیں، وہ چاہے تو گھر بار دونوں کو دیکھ سکتی مینج کر سکتی ہے مگر میں اس چکر میں وہ کئی چیزیں مس کر جاتی۔

مثلاا گر وہ ٹیچر ہے تو وہ گھر کی شادی مس کر دیتی، وہ ریزور ہو کے رہ جاتی ہے۔۔

تو تم کہہ رہی کہ عورت گھر میں بس جھاڑو پونچھا لگاتی رہے یا بی بی سی کی رپورٹر بنی محلے کی آنٹیوں کی طرف چغل بازی کرتی رہے ایماں تنک کر بولی تھی۔

میں وہی سمجھا رہی کہ سر میں اپنی فطرت سے واقف ہوں دو دن نوکری کے خواب دیکھو گی خواب پورا ہوا نوکری آئی دوسرے دن ٹاٹا بائے بائے، مجھ سے نہیں ہوتی نوکری۔ وہ شانے چکا کر بولی تو اس کی دوستیں ہنسی۔ وہ بھی ہنسی۔

ہاں اور کل کو شوہر بھی نہ کمار ہا ہو اتو بیٹھ کر روتی رہنا ایمان نے رکھائی سے کہا۔

شاکر کے دل کو کچھ ہوا۔

ایمان اس کی وائف تھی! یہ بات وہاں کسی کو معلوم نہ تھی۔

دیکھو مانے وہ بعد کی بات ہے میرے نزدیک میں اپنی ڈیوٹی پوری کروں گی۔

شوہر کی لانڈری گھر کے کام عورت کی ذمہ داری ہے مجھے تو کوئی مسلئہ نہیں ہے۔

مس ایمان ٹھیک کہہ رہی ہیں مسکان آپ کو کیریئر پہ بھی فوکس کرنا چاہیے،

مرد دربدر کتنی ٹھوکریں کھاتے ہیں نوکری کے لئیے شاید ہی کسی کو احساس ہو۔

اس نے سنا کر کہا تھا۔

بیل ہو چکی تھی ٹاپک آدھا وہیں رہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔140

مسٹر شاکر! پرنسپل بلا رہے ہیں۔ وہ دوسری کلاس لے کر نکلا تھا۔ جب اسے

پیون نے کہا۔

جی آتا ہوں! وہ فائل سٹاف روم رکھ کر پرنسیپل آفس گیا۔

مے آئی کم ان سر۔ وہ ناک کرتا بولا۔

او یس یس! ادھیڑ عمر پرنسپل بولے چشمہ نکال سائیڈ پہ رکھا۔

بیٹھیں شاکر! انھوں نے اسے پیش کش کی۔

وہ بیٹھ گیا۔

انھوں نے دراز سے ایک لفافہ نکالا۔

یور فرسٹ سیلری! وہ مسکرا کر بولے۔

شاکر نے انھیں دیکھا پھر لفافے کو پلٹا۔

شکریہ سر! وہ اپنے جذبات پہ کنٹرول کرتا بولا وہ خوشی سے آنکھیں نم کر بیٹھا تھا۔

گاڈ بلیس یو! واحد ینگ ٹیچر ہیں آپ کہ جس کی کوئی شکایت نہیں ایون سٹوڈنٹس آپ سے مطمئین ہیں یہ بہت اعزاز کی بات ہے۔وہ ستائش بھری نظروں سے بولے۔

شکریہ سر! اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

وہ پرنسپل آفس سے باہر نکلا آج اسے گھر جلدی جانا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

141

ایمان! ایمان! چھوٹے سے متوسط گھر میں شاکر داخل ہوا۔

وہ بے نیازی سے فائلر کی مدد سے ناخن تراش رہی تھی۔

تم یہاں بیٹھی ہو کب سے آوازیں دے رہا ہوں۔ وہ خوشی سے اس کے پاس آیا وہ پیچھے ہوئی، شاکر کی مسکراہٹ سمٹی وہ ہونٹ بھینچے فاصلے پہ بیٹھ گیا۔

!آواز آ رہی تھی مجھے

تو جواب دینا ضروری نہیں سمجھا؟ وہ خفا ہوا۔

بالکل! اعتراف نے اسے جیسے بھیڑ میں درہ مارا ہو۔

سیلری! اس نے لفافہ ایمان کی طرف بڑھایا۔

اوہ! وہ نظر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

ہمم ارے واہ آپ کے تو وارے نیارے ہو گئے کمانے لگے ہیں! پل بھر میں وہ میسنی ہوئی۔

دیکھوں تو میرے برائے نام شوہر کو کتنا معاوضہ ملا۔

پھر اسے نے لفافہ لیا اور کھولا۔

پینتالیس ہزار! اس نے لفظ دہرائے پھر قہقہہ مار کر ہنسی، پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر ہنسی۔

پینتالیس ہزار؟ وہ اس کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگی۔

ہاں ایمان شاید حلال کی کمائی اتنی ہی ہوتی ہے! وہ سنجیدہ ہوا۔

میرے کتے کا کھانا جانتے ہو ستر ہزار میں آتا ہے،اور تم مجھے بچی سمجھ رہے ہو، کیا لگتا ہے میرے باپ نے مجھے تمھارے پلے باندھ لیا اور تم نے سوچا میں س

ڈربے میں تمھاری پینتالیس ہزار سیلری میں تمھاری جوتیاں سیدھی کروں گی؟ وہ چیخی تھی۔

ایمانے!!!!!! وہ ہاتھ اٹھانے ہی لگا تھا کہ مٹھیاں بھینچ گیں۔

ایمان خان سواتی! آئیندہ مجھے اس نام سے پکارنے کی غلطی مت کرنا میرے لئیے تم میرے باپ کی طرف سے دیا گیا ایک سستا تحفہ ہو بس! وہ ناگواری سے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔ پیر پٹختی کمرے میں جا گھسی، دروازہ شاکر کے منہ پہ مارا گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔142

وہ سر تھام کر بیٹھ گیا! اتنا دکھ تو تب بھی نہیں ہوا تھا جب وہ یتیم ہوا تھا۔ سات سال کی عمر میں وہ اپنے چچا کے ساتھ سواتی ہاؤس ایک امیر کمبیر خاندان میں کام کرنے لگا، شاکر چھوٹا اور پیارا تھا، یوسف خان نے اس کی تعلیم کا ذمہ لیا۔

ان کی ایک نک چڑھی بیٹی تھی جو بچپن سے ہی اسے زچ کرتی، وقت گزرنے لگا اور وہ بڑھی ہو گئ، ایمان جو یونیورسٹی جاتا تھا، شاکر تعلیم مکمل کر چکا تھا، وہ ہر جگہ نوکری کے لئیے اپلائی کرتا رہا، دن دگنی رات چوگنی محنت کرنے کے باوجود اسے کوئی خاص مراعات نہ حاصل ہوئیں۔

اس اثنا میں خان ہاؤس میں ایک برا حادثہ پیش آیا، ایمان کو یونیورسٹی سے نکالا گیا تھا۔

کمپلینٹ کی لسٹ دیکھ یوسف صاحب کے دل کو کچھ ہوا، اس کی حرکتیں ہی کچھ ایسی تھیں وہ چپ چاپ کمرے میں بند ہو گئے تھے۔

انھیں اجنبی نمبروں سے کالیں موصول ہوتیں، دھمکیاں دی جاتیں۔

غصے میں آ کر انھوں نے ایمان کا رخسار تھپڑ سے لال کر دیا۔

حیا ہوتی ہے صرف لڑکی کے پاس حیا کی چادر سرک جائے تو خاندان اوندھے منہ گرتا ہے، یہ آخری جملہ انھوں نے کہا تھا۔

شاکر میرے کمرے میں آو، وہ سرد آواز میں بولے، وہ ہاں میں سر ہلا کے فوراان کے پیچھے گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔143

میں احسان گنوانے والوں میں سے نکل گیا شاکر، وہ کمزور معلوم ہوئے تھے۔

ایسی باتیں نہ کریں خان جی! وہ ان کے پاس بیٹھا۔

میرے احسانوں کا بدلہ مانگنے پہ مجبور ہوں میں بیٹے! وہ ہاتھ جوڑ رہے تھے۔

میں آپ کے احسان کبھی نہیں چکا سکتا خان جی ہاتھ نہ جوڑیں، وہ نرمی سے ان کے ہاتھ پکڑ گیا۔

میری بیٹی کو بچالو شاکر اس سے شادی کر کے دور لے جاؤ ورنہ میں گناہ کر بیٹھوں گا! وہ رونے لگے۔

شاکر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔۔۔۔

دو دن ایمان کے بھرپور احتجاج کے بعد بھی اس کا نکاح شاکر سے پڑھا دیا گیا تھا۔ وہ اسے دوسرے شہر میں لے آیا، وہ ضدی تھی شاکر کو لگا کہ وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا مگر یہ خام خیالی تھی۔۔۔۔۔؟۔۔۔۔ 144

ایمان اسے طعنے دینے سے نہ تھکتی روایتی عورتوں کی طرح اس نے شوہر کو بے روزگاری کے طعنے دینے شروع کیئے، شوہر کی عزت نفس مجروح کی ہر وہ کام کرتی جس سے شاکر کو دکھ ہوتا، مگر وہ صابر تھا ہر بار پیچھے ہٹ جاتا، کوئی مزاحمت کوئی سختی نہیں، ایمان کو کھانا نہیں بنانا آتا تھا وہ خود بناتا۔

یہ سبزی بھی یقینا میرے باپ کے پیسوں کی ہو گی رائیٹ، وہ توپ لیئے پھرتی تھی۔

مجھے ڈگری مکمل کرنی ہے بالآخر اس نے ایک اور ڈیمانڈ پیش کی۔

وہ چپ رہا، اللہ کے کرنے سے اسے جس یونیورسٹی میں آفر آئی وہیں اس نے ایمان کا داخلہ کروادیا کہ شاید اب وہ مطمئن ہو جائے، مگر وہ لڑکی سدھرنے والی کہیں نہیں تھی۔۔۔۔۔۔145

وہ گھر سے نکل کر بے مقصد روڈ پہ چلتا رہا۔

چائے والے کے پاس رکا وہاں دو آدمی بیٹھے تھے۔ وہ کچھ باتیں کر رہے تھے، شاکر نے بے دھیانی سے ادھر ادھر دیکھا۔

ہاں یار میں نے چار لاکھ رات کو ہی کمائے ہیں، اس گیم سے، ایک نے کہا۔

یار میں تو لیول ٹو میں اٹکا ہوا ہوں، شاکر کے کان کھڑے ہوئے۔

وہ ان کی طرف گیا۔

کیا آپ مجھے بھی بتا سکتے ہیں! میں مجبور ہوں، وہ ان کے ساتھ بیٹھا لڑکوں نے حیرت سے سامنے کھڑے سراپے پہ نظر ڈالی۔

کچھ دیر میں وہ گیم انسٹال کر چکا تھا۔

وہ گھر گیا، اس نے سب چھوڑ گیم سٹارٹ کی۔ وہ مسلسل تین دن گیم کھیل رہا تھا ایمان کو حیرت ہوئی۔ وہ تین دن سے اسے اگنور کیئے جا رہا تھا دل میں درد ہوا۔ وہ کھانا کھانے کی غرض سے کچن میں گئی، مگر ہاتھ جلا بیٹھی وہ پھر بھی اپنے کام میں مگن تھا۔

بلآخر وہ خوشی سے اچھلا وہ تین لاکھ جیت چکا تھا۔

ایمان کو حیرت ہوئی۔ ایمان اس کی طرف بڑھی، فون دیکھا۔

تمھیں یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے شاکر یہ فراڈ ہے! وہ اسے وارن کرنے لگی۔

چپ کرو کوئی فراڈ نہیں ہے، اور تم چاہتی تھی نا کہ دو چار پیسے کماؤں تو لو کما رہا ہوں اب کیا مسلئہ ہے، وہ تلملا اٹھی۔

ایمان نے پہلی بار اسے یوں دیکھا۔

وہ پریشان ہوئی تھی۔ انسان کو گمراہ کرنا کتنا آسان تھا، اسے بے اختیار کانٹے گلے میں محسوس ہوئے۔

اس نے یہ تو نہیں سوچا تھا کم از کم یہ تو ہرگز نہیں۔

تین لاکھ کمانے پہ وہ پھولے نہ سما رہا تھا مگر لالچ دل میں ڈیرا ڈال لے تو آسانی سے نہیں نکلتی۔

شاکر نے سارے واعظ و نصیحت پس پشت ڈال دیئے۔

مگر جھٹکا تو تب لگا جب وہ بارہ لاکھ ہار چکا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

146

مجھے لت لگ چکی تھی، وہ ضدی لڑکی میرے لئیے ضد چھوڑ چکی تھی مگر مجھے وقت کے چکر میں کچھ سمجھ نہ آیا میں جیت کے ہار جاتا کرتے کرتے مجھ پہ بیس لاکھ کا قرض ہو گیا۔ جاب چھوٹ گئی۔

میں نے ایمان کو والدین کے ہاں بھیج دیا۔

میں ڈپریشن میں چلا گیا تھا شکر ہے کوئی خاندان نہیں تھا میرا ورنہ کیا ہوتا مگر خاندان کے نام پہ جو ایک عورت میرے ساتھ منصوب تھی میں نے اسے آزاد کرنے کا فیصلہ کیا۔

ایک شام پھر وہ مجھ سے ملنے آئی۔

میں ساحل کنارے تھے وہ ابا کی گاڑی خود ڈرائیو کر کے آئی تھی مجھے اپنا آپ دو کوڑی کا محسوس ہوا۔

کیا تھا جو میں حلال پہ توکل اور توقف کر لیتا خود کو سو بار لعنت بھیج میں اس کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا تھا۔

ایمان کو او سی ڈی تھی۔

وہ آئی اس نے کالے رنگ کا فراک پہنا تھا، اس کے اوپر سرخ رنگ کا ایک سلیو لیس جیکٹ تھا، اس نے سنیکر پہنے تھے، کالے رنگ کا سٹالر گلے میں ڈالے وہ اس کی طرف آئی ساری لائیٹس آن کیں وہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھ گیا۔

میں رشتوں کے معاملے میں کتنا ان لکی تھا میں جانتا تھا مگر وہ عورت !!!

ائیششش۔

وہ گاڑی سے اتر کر میری طرف بڑھتی آئی، میں اس سے بڑا تھا مگر اس نے بڑھتے ہی جو پہلا کام کیا وہ میرا جبڑا ہلا یا تھا اس کے نازک ہاتھوں میں سختی کیسے آئی مجھے سمجھ نہ آیا۔

ہمت کیسے ہوئی مجھے آزاد کرنے کی؟ مانگی میں نے آزادی؟ وہ میرا گریبان پکڑے تھی۔

ایمان وہ! میں بوکھلاہٹ کا شکار تھا۔

ایک بار اور یہ نام لیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا! وہ سختی سے بولی۔

ایمانے! پلیز! میں اس کے سامنے جھک گیا۔اس سے پہلے میں اس کے پیروں پہ سر رکھتا وہ فوراً پیچھے ہوئی اور عین میرے سامنے بیٹھی۔

ہم مل کر بھی تو لڑ سکتے ہیں شاکر! وہ چہرہ ہاتھوں میں لیئے بولی۔

میں نے تعجب سے اسے دیکھا۔

کچھ دیر بعد اس نے اتنی دلیلیں میرے سامنے رکھیں کہ میں نے اپنے قدموں کو اس کے ساتھ اٹھتے دیکھا۔

اس نے گاڑی کی چابی اچھالی۔

بس اب فری نہ ہوں گاڑی چلائیں، وہ حق جتا کر بولی۔

تھپڑ بہت سخت تھا! وہ شکوہ کرنے لگا۔

الحمدللہ، سواتی ہوں، وہ اکڑا کر بولی۔

اچھی عورت تا نگی ہے! وہ صدمے سے بولا۔

کوئی بات نہیں اگر اگلی بار ایسا ارادہ ہوا تو بتایئے گا پھر سے دکھادوں گی وہ سیٹ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندھ گئ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔147

واؤ دیٹس گریٹ مطلب آپ کو آپ کی لائف لائن دوبارہ مل گئ، حمدان نے مسکرا کر کہا۔

کاش ایسا ہو جاتا، وہ مسکرایا نہیں تھا۔

مطلب؟ حمدان نے حیرت سے اسے دیکھا۔

سب اچھا چل رہا تھا مگر گردبار اکثر سب ساتھ لے جاتے ہیں۔

وہ امید سے تھی! میں خوش تھا قرضہ اتر گیا تھا زندگی واپس اپنی ڈگر پہ آچکی تھی۔

مگر تب میں یونیورسٹی میں تھا۔

مجھے فون آیا، ایمان کی ماں اسے ہسپتال لے کر جا رہی تھی۔

مگر کال کے دوران کچھ ڈاکوؤں کی آوازیں سنائی دیں۔

تم سوچ سکتے ہو ایک عورت کی وہ کنڈیشن اور ڈاکو! وہ کوفت سے بولا۔

کال بند ہو چکی تھی شاید فون چھینا جا چکا تھا۔

میں افرا تفری میں بائیک کو کک مارتا گوگل ٹریس کرتا جائے وقوعہ پہ پہنچا، بھاڑ میں جائے دولت میری بیوی۔

مگر جب میں پہنچا تو وہاں بھیڑ تھی۔ میں بھیڑ کو ہٹا رہا تھا۔

پھر میں نے اس وجود کو دیکھا جس نے میری زندگی بچائی تھی وہ خون میں لت پت تھی میری سانس زندگی کی آخری سانسیں لے رہی تھی میری اولاد کی پیدائش اس کی موت بن گئی۔

میں حواس کھو بیٹھا۔ ابھی اس واقعے کو بیس منٹ ہوئے تھے میں نے سڑک پہ کیمرہ دیکھا۔

میں جنونی ہو گیا تھا میرا خاندان مجھ سے دور چلا گیا۔

میں نے ایمبولینس سروس سے رابطہ کیا بیوی کی لاش انھیں سپرد کی ساس کو جلدی سے ہسپتال پہنچا دیا گیا مگر میں میں نے بائیک کو کک ماری۔

کچھ دیر میں مجھ سے دو لوگوں کا خون ہوا تھا۔

میرے خاندان کو چھیننے والوں کو میں نے موت کی نیند سلا دیا۔

پھر آ کر میں نے جنازہ پڑھایا۔

مجھے لگا سب مجھ سے نفرت کریں گے۔

میں تھانے گیا مجھے لگا زندگی ختم۔ میں نے ساری روداد بتا دی۔

مگر کرسی پہ بیٹھے اس شخص نے مجھے گلے لگایا۔

مجھے حوصلہ دیا میرا ضبط ٹوٹا میں بہت رویا، شدید رویا میں نے سب کچھ کھو دیا تھا ایسا سب کے ساتھ ہو مجھے منظور نہ تھا۔ ڈھونڈنے والوں نے مجھے ڈھونڈ لیا میں دو سال کے لئیے مسنگ پرسن تھا۔ پھر آج یہاں ہوں۔ وہ پھیکا سا مسکرائے۔

حمدان نے آوازوں کا سکتہ سنا۔

اس نے چپ چاپ شاکر کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا۔

کیا کریں ہم مرد ہیں نا عورت کی طرح چلا چلا کر دکھ بیاں نہیں کر سکتے! وہ زخمی سا مسکرایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔148

ویسے آپ کے لیڈر کون ہیں؟ عاصم نے شاکر سے سوال کیا جو ابھی ابھی کانفرنس روم ییں آیا تھا۔

لیڈر کون ہوتا ہے؟ سوال غیر جانبدارانہ تھا۔

جس کے پاس اتھارٹی ہو! وہ شانے اچکا بولا، جو آپ کو گائیڈ کرے۔

ہمم پھر تم مجھے کیوں نہیں مان رہے کہ میں لیڈر رہوں! وہ ہنس کر بولا۔

کیونکہ وہ لیڈر کوئی لیڈی ہے اتنا تو میں جانتا ہوں، وہ اس کے برابر کھڑا ہوا۔

گڈ تو پھر کیسی دکھتی ہے وہ؟ وہ آگے کو ہو کر اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ پوچھنے لگا۔

ان کے ناخن نوک دار تھے شاید تھوڑے لمبے تکون نما شکل تھی ناخنوں کی، وہ شاید پانچ فٹ چھے انچ کی تھیں، لمبے بال تھے، اور انکھیوں آلمنڈ آئیز! اس نے انکھیں بند کر کے یاد دہانی کی۔

بھائی تو آرام کر لگتا ہے کوئی مووی سین ریپیٹ میں بتا رہے ہو! وہ استھزائیہ انداز میں سر جھٹکنے لگا۔

میں ڈھونڈ لوں گا، وہ پر اعتماد ہوا۔

کیس لڑ لو میاں بعد کی بعد دیکھنا وہ کچھ جتا کر بولا۔

آپ کو کیا لگتا ہم وکلاء جھک مارتے رہتے ہیں یوں لفظوں کو ترکیب دیا من پسند لفظ اوپر رکھے اور تاش کا پتا پلٹا لے جج صاحب مبارک ہو کیس جیت چکے ہیں آپ ، وہ مغرور ہوا۔

توبہ توبہ! شا کر نے کانوں کو ہاتھ لگا یا۔

کسی دن شریف آدمی کے ہاتھ چڑھ گئے تو درے مارے گا درے، شاکر نے عبدل باری کا کہا۔

نوبت ہی نہیں آنی! وہ کھی کھی کر کے ہنسا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°149

پہرے دار کوئی بھی ہو ماسٹر مائینڈ سب کا باپ ہوتا ہے۔

سکرین کے اس طرف کوئی سیٹ پہ بیٹھی بول رہی تھی۔

پروگرام شیڈول کے مطابق چل رہا! ویسے آپ نے بیک اپ پلان یا پلان بی نہیں بنایا؟ عبدل باری نے سوال کیا۔

زندگی میں جتنے کم آپشن ہو زندگی سہل ہوتی ہے پلان بی میرے نزدیک پلان اے سے فوکس ہٹا دیتا ہے میں ایک چیز کے ساتھ رہتی ہوں، وہ کرسی گھما کر بولی

۔

گریٹ میم! اس نے احترام سے کہا۔

کیا کر رہی ہیں اجکل کوئی نئی پارٹی اٹھانے کا ارادہ ہے؟ وہ مسکرایا۔

ارے نہیں فلحال ان پنوں کو جوڑنا ہے جو مختلف ڈائیری کے ہیں! وہ آنکھیں موندھے بولی۔۔

ہمم گڈ، چلیں پھر آپ کے شوہر کو برا الگ جانا ہے! وہ ہنسا تھا۔

ڈونٹ وری وہ بتائے بغیر تمھیں اوپر پہنچا دے گا وکیل صاحب کو بولو زرا فلرٹ بچا کر رکھیں خوامخواہ وہ منہ بنا گئی۔

ضرور! وہ ہنسا۔

خدا حافظ سکرین بجھی نہیں تھی مگر وہ منظر سے ہٹ چکی تھی۔۔۔۔150

سر حمدان سر کے خلاف جتنے بھی غلط الزامات تھے میں سب مٹا چکا ہوں، باسم سر نے دانش نامی اس شخص کے ڈھیلے پرزے فٹ کر دیئے ہیں وہ گواہی دینے کے لئیے تیار ہے۔

اس کے علاوہ ہسپتال کا کچھ عملہ بھی تعاون کرے گا۔

ایک اور لڑکی وکٹم ہے، اسے ٹارچر کیا گیا ہے وہ ثبوت بھی ساتھ لائی تھی۔ارزم ایک سانس میں اپڈیٹ کر رہا تھا۔

کمال کا بچہ پے ہماری ٹیم کا، ہے ناں شا کرنے اس کی ٹانگ کھینچتے کہا۔

گود لینا چاہ رہے ہیں؟ وہ تپ کر بولا۔

ضرور! مرحبا اھلا و سہلا، پر پتر پاکٹ منی خود کہیں اور سے لے لینا میں انٹر نیشنل غریب ہوں، شاکر نے اس کا گال کھینچا۔

افف شاکر انکل! وہ گال پہ ہاتھ رکھ بولا۔

بچے میری داڑھی سفید کیا ہو گئی تم نے تو میرا رتبہ بڑھا دیا کل ہی کلر کروا کے بھائی والے فیز میں آتا ہوں! وہ چبا کر بولا۔

تو سب ہنس دیئے۔

بڈھی کوڑی لال لگام، عاصم نے لقمہ دیا۔

سب اللہ کے فضل سے شکل سے ہی جہنم کی مخلوق معلوم ہوتے ہیں! وہ برا سا منہ بنا کر کام میں لگ گیا۔

اب سب اس کے کرسی کے گرد جمع تھے اسے تنگ کرتے ہنساتے۔ مختلف خیالات کے لوگ ایک حادثے کے کارن اکٹھے اور خوش دکھائی دے رہے تھے یہ بہترین منظر تھا۔۔۔

○○○○○

ہم اثاثے جمع کرتے ہیں اس لیئے نہیں کہ ہم نے زندگی جینی ہے پر اس لیئے ہم دوسروں کی زندگی جی سکیں ان جیسی لگژری لائف مگر بھول جاتے ہیں ذہنی سکون نہ ہو تو ریشم کے تکیے بھی چبھنے لگتے ہیں.

زندگی برانڈڈ کپڑوں سے آگے کسی چیز کا نام ہے کھانا پینا سونا یہ زندگی نہیں ہے ،زندگی کو کھوجنا زندگی ہے، کچھ لوگ مشن پہ ہوتے ہیں وہ کھوجتے ہیں تب وہ حاکمیت کے درجے پہ پہنچتے ہیں۔

اصل لکھاری ہماری قسمت کا صرف خدا ہے، وہ جو چاہتا ہے ہم وہ پاتے ہیں نا کہ جو ہم چاہیں، چاہتیں اور خواہشات ہزار طرح کی ہوتی ہیں مگر ہر خواہش کا احترام ضروری نہیں ہے۔ خواہشات کی پیروی کرنے والے بہک جاتے ہیں

مگر یہ تو خود پیدا ہوتی ہیں؟

ظاہر ہے خود پیدا ہوتی ہیں مگر ان کی پیروی کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے.

ہم اپنی خواہشات کی سیڑھیاں چڑھنے کے لئیے نہ جانے کتنے لوگوں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اس بات کو پس پشت ڈال کر کی اونچائی پہ پہنچنے کے بعد کہیں اوندھے منہ ہی نہ گر جائیں۔

اس لئیے کہتے ہیں عقلمندی کا تقاضہ ہے حلال خواہشات کا پر وقار طریقے سے استقبال کیا جائے اور ناجائز خواہشات کو دل میں ہی مار دیا جائے ورنہ یہ گلے کا طوق بننے میں دیر نہیں لگاتیں۔۔۔۔۔۔۔152

گاڑی میں اس وقت تین لوگ موجود تھے۔

ڈاکٹر حمدان، عبدل باری اور شاکر۔

گاڑی بھیڑ والی سڑکوں سے ہوتی راستے بدلے جا رہی تھی۔ عبدل باری نے چشمہ ٹکایا ہوا تھا۔

بھابھی اب کیسی ہیں ؟ شاکر کا سوال، تھا عبدل باری سوچوں میں گم تھا شاکر ڈرائیو۔ کر رہا تھا۔

ٹھیک ہیں ! وہ آہستگی سے بولا۔

وہ ہمیں جوائن کر رہی ہیں ؟ شاکر نے گاڑی کی سپیڈ کم کی۔

سچ بتاؤں تو میں کبھی نہیں چاہتا وہ اس فیلڈ میں آئیں! اور اب وہ خود بھی چاہتی ہیں، وہ ڈر گئی ہیں اور ڈراچھے ہوتے ہیں بعض اوقات انسکیورٹیز پیدا کرتے ہیں مگر پھر ان کے تحفظ کے لئیے سامان مہیا کرتے ہیں اور میں اپنی بیوی کو رسک میں نہیں ڈال سکتا۔ وہ سامنے دیکھ کر بولا۔

ہمم! پر ان کی خواہشات کا احترام بھی ضروری ہے! وہ ہلکا سا مسکرایا۔

اہاں! اس نے نفی میں سر ہلایا۔

جائز خواہشات کا! اس نے جیسے تصدیق کی۔

ہمم پوائنٹ ہے، اب کی بار حمدان نے مداخلت کی۔

مجھے لگتا ہے ہمیں خود کے ساتھ منسلک لوگوں سے اگر پیار ہے تو ہمیں ان کی دنیا کے بجائے آخرت کی تیاری کروانی چاہیے، ہم دس دس گھنٹے آفس میں لگاتے ہیں اس لئیے کہ ہمیں بدلے میں کچھ ملے گا اگر ہر انسان یہ سوچ کر عمل کرے کہ اس کام کے بدلے جنت میں یہ ملے گا وہ ملے گا تو زندگی کتنی سہل ہو جائے ناں! شاکر نے کہا۔

کتنے لالچی ہیں جنت کی لالچ! حمدان نے ٹانگ کھینچ کر کہا۔

ایسی نیک لالچیں ہونی چاہیں دوست ! وہ مسکرا کر بولا۔۔

اب سفر خوش گپیوں سے ہو رہا تھا۔۔۔۔153

گاڑی ایک ہسپتال کے آگے رکی تھی، وہ تینوں ماسک میں تھے۔

عبدل باری نے پرچی لی اور بلڈ ٹیسٹ کروانے کے بہانے اندر لیب میں چلا گیا۔

دونوں کیپ کو نیچے کرتے ایک طرف کو بڑھ گئے انھیں حمدان کے آفس تک پہنچنا تھا ایک چابی حمدان کے پاس موجود تھی۔

ڈاکٹر حمدان نظر بچا کر اپنے کیبن کی طرف بڑھا۔

اس نے جاتے ہی سسٹم آن کیا فائلز کاپی کرنی شروع کیں، وہ بار بار دیکھ رہا تھا کوئی آنہ جائے، شاکر اس کے دروازے کے آگے پہرے کے لئیے کھڑا فون پہ مصروف تھا سر پہ کیمرہ تھا، وہ ایسا ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ایک عام شہری ہے۔

میں آرہا ہوں باہر ! حمدان نے آلے کی مدد سے کہا۔

شاکر وہاں سے ہٹ گیا۔

کیمرے کا رخ دوسری طرف مڑ چکا تھا، حمدان جلدی سے نکلا۔

پھر تینوں بھیڑ میں الگ الگ ہو گئے تھے۔

عبدل باری اپنا کام کر چکا تھا اس نے ایک ڈاکٹر کے کیبن میں کیمرہ چھپا دیا تھا۔اور اس کے ساتھ گلدستے میں ایک مائیکرو سافٹ ڈیوائس جس سے آواز سنی جا سکتی تھیں۔

تینوں اپنا کام کر چکے تھے۔

وہ تینوں اس وقت سفید شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے تھے،ایک جیسے جوتے اور منہ پہ فیس ماسک۔

وہ الگ الگ نکل کر ہسپتال کے گیٹ پہ ایک ساتھ ہوئے ایک نظر ہسپتال کو مڑ کر دیکھا۔پھر تینوں نے ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ملائے۔

حق آئے گا باطل مٹے گا باطل کو مٹنا ہی ہے،تینوں نے ایک آواز میں کہا اب وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اسٹریچر پہ مریض لے جائے جا رہے تھے،نرسز مریضوں کو سلواتیں سنا رہی تھیں،ڈاکٹروں کا عملہ تفریح میں مصروف تھا۔یہ حال تھا سرکاری ہسپتالوں کا۔۔۔۔۔۔۔۔

154°°°°

یو آرنر! مخالف ٹیم یہ بات ثابت کرنے سے قاصر ہے کہ زمین ان کی تھی پچھلے پچیس سالوں سے وہ زمین کورٹ ادو کے زمیندار کسانوں کی ہے، یہ رہے ان زمیندار کسانوں کے نام جنھیں جہانگیری فیملی ہتھیانے کی کوشش کر رہی ہے۔۔۔ عاصم آج اپنے جوبن پہ تھا۔ وہ بول رہا تھا سب کے سروں پہ پرندے بیٹھے تھے۔

مائی ڈئیر وکیل صاحب آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زمینں کسانوں کی ہیں!
مخالف وکیل بولا تھا۔

ویسے ہی عامر صاحب جیسے آپ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ زمین جہانگیری فیملی کی ہے! وہ یک ٹکا بولا۔

جج نے دونوں وکیلوں کو دیکھا، مونچھوں والا جہانگیر خان غصے سے عاصم کو دیکھ رہا تھا۔

یو آرنر! عاصم صاحب کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے جو ثابت کرے کہ وہ زمین کسانوں کی ہے! مخالف وکیل نے بھرپور مسکراہٹ اچھالی۔

عاصم نے لحظہ بھر اسے دیکھ کر مسکراہٹ دبائی پھر مسکرایا۔

جہاں دلیلیں ختم ہوتی ہیں وہاں گواہی سے کام چلا لیا جاتا ہے رائٹ ؟ وہ بے نیازی سے جج کی طرف مڑا، دائیں طرف کسانوں نے اسے امید کی نگاہ سے دیکھا اس نے آہستہ سے سر کو جنبش دی۔

اس نے فائلز جیوری کی طرف بڑھائیں۔

میں بلانا چاہوں گا اپنے گواہ لقمان غازی کو، مجھے اجازت دی جائے، وہ احترام سے بولا۔

اجازت ہے جج نے فورا کہا اور پھر چشمٹ اتار لئیے۔

کورٹ روم کا دروازہ کھلا اور ایک تھری پیس سوٹ میں ملبوس ایک آدمی ان کی طرف بڑھنے لگا سب کی نظریں اس کی طرف تھیں، وہ لگ بھگ پچاس سال کے قریب تھا۔ وہ کٹھرے میں کھڑا ہوا اس کے گلے میں رومال سا کچھ تھا انکھوں پہ گہرا چشمہ اس نے چشمہ اتارا انکھیں بادامی تھیں۔ پل بھر کو عاصم کو کرنٹ لگا مگر اس نے بات جاری رکھی۔

کورٹ روم میں افراء رو عیل بھی موجود تھی جو عاصم کی پچھلی رو میں تھی اور ساری کاروائی غور سے دیکھ رہی تھی

تو آسلام علیکم! غازی صاحب! عاصم مسکرایا۔

وعلیکم السلام! وہ بھاری مردانہ آواز میں بولے جج نے غور سے دیکھا۔

پھر اٹھ کھڑا ہوا، غازی صاحب کچھ یاد آنے پہ وہ کھڑا ہوا غازی مسکرایا کورٹ روم میں موجود سارے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

جی تو کیا تعلق ہے آپ کا کورٹ ادو کے زمینوں سے! عاصم بازو باندھے پوچھنے لگا۔

وہ زمینں ہماری آباؤاجداد کی ہیں پشتوں سے یہ کسان وہاں کام کر رہے ہیں اور یہ کام میری زیر نگرانی ہوتا رہا ہے مگر پچھلے سال مجھے باہر شفٹ ہونا پڑا تو میرے پرانے دوست جہانگیر صاحب نے دوست کی زمین خیرات سمجھ کر ہتھیالی،

غازی نے تیر چھوڑا تھا۔

جھوٹ بول رہا یہ میں اسے جانتا بھی نہیں! جہانگیر اٹھا۔

بیٹھے رہیں! جج نے فورا ہتھوڑا مار کر کہا۔

جاری رکھیں! عاصم سے کہا گیا۔

جی تو غازی صاحب جہانگیر صاحب تو آپ کو دوست نہیں کہہ رہے تو کیا اس چیز کا کوئی ثبوت؟ عاصم نے مسکرا کہ پوچھا۔

دوستی کے لئیے ویسے دوست ہوں اضروی ہے نا کہ ثبوت پر! انھوں نے فون نکالا کچھ تصاویر سامنے کیں۔۔

عاصم نے فون جیوری کی طرف بڑھایا۔

فون کا بڑھانا تھا کے چلتے چلتے ایک ویڈیو جیوری نے کھولی جس میں جہانگیر اعتراف کرتا دکھائی دیا کہ وہ کیسے کورٹ ادو کی زمین پہ قبضہ لے کر رہے گا۔

سب کے قفل کھلنے لگنے ،افراء مسکرا کر عاصم کو دیکھ رہی تھی عاصم نے ایک نظر اس پہ ڈالی اور لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے دل میں لڈو پھوٹے۔

او معافی چاہتا ہوں لگتا ہے کوئی پرائیویٹ ویڈیو کھل گئی، عاصم نے فون اچکنا چاہا مگر جیوری نے منع کر دیا۔

مجھے پھنسایا جا رہا ہے، جہانگیر چلایا تھا۔

اوور رول! جج نے سختی سے کہا۔

وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

عاصم اپنی جگہ پہ جا بیٹھا افراء اس کے بالکل پیچھے تھی۔

اس کے بعد لنچ پہ چلیں، وہ سر زرا پیچھے کر آہستہ سے بولا۔

افراء نے فوراً انکھیں دکھائیں تو وہ برا منا گیا وہ مسکرا دی۔۔۔۔۔۔

156

تمام ثبوتوں اور گواہوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ عدالت جہانگیر خان پہ تین ماہ کی قید اور بھاری جرمانہ عائد کرتی ہے جبکہ کورٹ ادو کے حق میں فیصلہ سناتے ہوئے زمینیں انھیں لوٹاتی ہے، اور پولیس کو ہدایت کرتی ہے کہ بنا کسی جانی مالی نقصان کے زمینوں پہ موجود ڈیمپو ہٹوائے جائیں، آج کی عدالت برخاست کی جاتی ہے۔جج اپنی کرسی سے اٹھا سب لوگ بھی اٹھے۔

عاصم فوراً افراء کی طرف مڑا، اور مسکرایا۔

مبارک ہو وکیل صاحب وہ اسے ستائشی نظروں سے دیکھ بولی۔

میٹ مائی فادر! افراء نے لقمان غازی کی طرف دیکھ کر کہا۔

عاصم کو جھٹکا لگا۔

ہیلو سر! اس نے ہچکچاہٹ سے ہاتھ بڑھایا۔

نائیس ٹو میٹ یو مسٹر عاصم! وہ استحقاق سے مسکرائے۔ عاصم اب بھی جز بز تھا۔

ڈیڈ ہی واز اسکنگ فار لنچ ووڈ یو لائک ٹو جوائن! وہ معصومیت سے بولی۔

عاصم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

پھر لقمان غازی کو۔ وہ زبردستی مسکرایا۔

افراء اس کی حالت سے محظوظ ہوئی۔

چلیں سر! اس نے ٹائی ڈھیلی کرتے ہوئے کہا۔

شیور! وہ مسکرائے۔

وہ اب ان کے پیچھے چل رہا تھا جب کہ افراء باپ کے ہم قدم تھی

ہوٹل میں افراء باپ کے ساتھ بیٹھی تھی جب کہ عاصم تھوڑا نروس سا سامنے بیٹھا تھا۔

ریلکس رہیں وکیل صاحب! غازی نے کہا۔

جی سر وہ بس! عاصم ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔

آپ افراء کے ڈیڈ آئی مین روعیل؟ وہ تھوڑا کنفیوز لگا۔

روعیل لقمان غازی! وہ الفاظ پہ دباؤ دیتے مسکرائے تھے۔

اوہ سوری سر وہ مجھے پتا نہیں تھا! وہ جبڑے کھینچ کر بولا۔

پر مجھے آپ کے بارے میں کافی کچھ معلوم ہے! وہ سنجیدگی سے بولے تھے،

عاصم کے گلے سے گلٹی معدوم ہوئی افراء کھانے میں مصروف تھی وہ بھی سنجیدہ تھی عاصم نے ایک نظر اس پہ ڈالی۔

- سر جو آپ جانتے ہیں وہ شاید سب جانتے ہیں جو آپ نہیں جانتے شاید وہ فیملی

عاصم حسن ولد حسن احمد، کاسٹ خان، ڈیڈ، نیب آفیسر، مدد ہاؤس وائف، سسٹر آکسفورڈ میں بار ایٹ لاء کی ڈگری لے رہی آپ کے گھر سے آپ کا رابطہ نہیں ہے کیونکہ آپ بھٹک گئے تھے تو بابا آپ سے ابھی تک ناراض ہیں پچھلے ماہ آپ تین ماہ میں ایک بار گھر گئے تھے، آپ کو شطرنج کا کھیل پسند ہے، آپ کا زندگی میں یہ دوسرا افئیر ہے شاید یا تیسرا؟ انھوں نے اسے دیکھا افراء نے سر اٹھایا تھا۔

وہ چپ تھا، کیونکہ وہ جو کہہ رہے تھے سچ تھا۔

اگر آپ میری بیٹی کے معاملے میں سنجیدہ ہیں تو اپنے والدین کے ساتھ پہلے راضی ہوں، فیملی کو جوڑیں کیونکہ وہ مرد میرے نزدیک مرد نہیں جو باہر ایک شہرت لیئے بیٹھا ہو اور اس کا گھر میں کوئی رول نہ ہو۔۔۔

عاصم پھیکا سا مسکرایا۔

شکریہ سر کاش ایسے کسی اور نے پہلے کان کھینچے ہوتے تو میں شاید آج آپ سے نظر ملا پاتا۔۔ وہ شرمندہ ہوا۔

خسارے سب کی زندگی میں ہوتے ہیں آپ ان کے ساتھ کیسے ڈیل کرتے ہیں آپ پہ ہیں، ویل کھانا کھائیں، اب وہ اسے حوصلہ دے رہے تھے افراء البتہ چپ تھی۔۔۔۔۔۔۔۔158

عاصم سدھ بدھ سا عبدل باری کے سامنے بیٹھا تھا۔ شاکر اس کو ہر اینگل سے دیکھ رہا تھا۔

باسم بامشکل ہنسی روکے تھا۔

مطلب لڑکی پٹانے سے پہلے ابا منانے ضروری ہیں! ارزم نے ادھر ادھر چکر لگاتے جملہ کہا تو سب نے اسے گھورا۔

تو؟ایسے نہ دیکھیں میں تو مستقبل کی پریڈکشن کر رہا، خود کو نظروں میں محصور ہوتا پا کر وہ فورا بولا۔

عبدل باری اور شاکر اٹھے ارزم کی طرف ائے وہ گڑ بڑا کر پیچھے ہوا۔

عمر کیا ہے تمھاری؟عبدل باری نے اس کا کندھا پکڑ کر پوچھا۔

ان انیس سال!وہ فٹ سے بولا۔

تو تم ہر پانچ مہینے بعد عمر بڑھاتے رہتے ہو؟دوسرے شانے پہ شاکر نے ہاتھ رکھا۔

اب دونوں مجھے ڈرا رہے ہیں سر!وہ سٹپٹا کر بولا۔

حنزلہ کے بابا کون تھے تم جانتے تھے؟رائیٹ اب کی بار باسم آگے آیا۔

کیا مطلب بچے کی جان لوگے؟وہ سہم کر بولا۔

او ابھی آپ انیس کے تھے!اور آئین پاکستان کے تحت اٹھارہ سال سے کم عمر کا انسان بچہ ہوتا اب آپ بڑے ہو گئے ہیں!شاکر نے لفظوں پہ زور دیتے کہا۔

عاصم چپ چاپ اسے دیکھ رہا تھا۔

عاصم بھائی وہ ایک دم اس کی طرف گیا۔

کون بھائی ؟اس نے اجنبیت سے کہا۔

ارزم نے پھٹی پھٹی رحم طلب نظروں سے سب کو دیکھا۔

اچھااب ڈرانا بند کریں! بتاتا ہوں سچ کیا ہے ؟۔وہ چلا کر بولا۔

سچ یہ ہے کہ! وہ لمبا سانس لیکر بولا۔

کہ ؟آگے بڑھو؟شاکر نے بازو سینے پہ باندھ اسے گھوری دیتے پوچھا۔

ہر سچ کی قیمت ہوتی ہے! وہ ایک دم بگڑا تھا۔

تمھیں فلا حال بخش رہے کافی نہیں؟ باسم بولا۔

سوچ لیں،وہ طمع دیتے ہوئے بولا۔

سوچ لیا ہم اپنے ذرائع سے معلوم کروالیں گے آپ کی ضرورت نہیں عاصم نے اٹھتے ہوئے شرٹ سیدھی کی اور جیبوں میں ہاتھ ڈال کر بولا۔

مطلب آپ میرے پیٹ پہ لات ماریں گے اب! وہ صدمے سے بولا۔

بالکل سب نے اس کو لعنت کالو گو دکھایااور ایک ساتھ باہر چلے گئے وہ دم بخود رہ گیا۔۔۔۔۔۔۔159

لقمان غازی! کو آپ میں سے ایک انسان جانتا ہے وہ ہے!! کمپیوٹر سکرین کے آگے سب جھکے ہوئے تھے جب ارزم نے کہنا شروع کیا۔

کون؟ باسم نے پوچھا۔

میں! عبدل نے شانے اچکائے۔

بالکل آپ کے بابا اور لقمان غازی اچھے دوست تھے، لقمان غازی کیا کرتے ہیں سب خفیا ہے وہ سب کی نظروں میں صرف ایک بزنس مین ہیں، لیکن یہ خفیہ تنظیمیں چلاتے ہیں، آئی ایس آئی، آئی بی! ایس ایس جی! یہ صرف علانیہ تنظیمیں ہیں، اس کے علاوہ کتنے ادارے ہیں جو ملک کے اثاثوں یعنی انسانوں کو بچانے میں مصروف ہیں! ارزم نے کہا۔

مثلا! عاصم نے پوچھا۔

مینٹل ہیلتھ کیئر! انسان پہ سب سے زیادہ بوجھ اس کے ارمانوں کا ہوتا ہے وہ اتنا سٹریس لیتا ہے کہ وہ ڈپریشن میں چلا جاتا ہے اس کی ساری صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ اور وہ اپنا ہنر تک فراموش کر دیتا ہے ایسے میں یہ تنظمیں ان کی مدد

کرتی ہیں پھر ان سے مدد لیتی ہیں، لقمان غازی کا بھی یہی معمہ ہے! وہ پیچھے ہوا، آنکھوں پہ چشمہ پھر سیٹ کیا۔۔۔۔۔۔

160۔°°°°

وکیل صاحب کیسا فیل ہو رہا! شاکر نے پھر محظوظ ہوتے، پریشان وکیل کو دیکھا۔

سردی میں جیسے ٹھنڈا پانی ڈال دیا ہو؟ عبدل باری بھی شامل ہوا۔

نہیں جیسے صحرا میں آپ کے پیروں میں سانپ رینگتا رینگتا یہاں پہنچ گیا ہو!

باسم نے اس کی کمر پر ہاتھ لے جاتے جاتے اچانک گردن پہ رکھا تو وہ جھٹکے سے دور ہوا۔

کیوں ڈرا رہے ہو بچارے کو یار! اب کی بار حمدان نے خاموشی توڑی۔

شادی ہی کرنی ہے ناں تو کسی سے بھی کر لو، میں تو کہتا ہوں وہ شیریں بی بی بھی تو ہیں ان سے کر لو! روانگی میں وہ ایسے ہی بول گیا۔

جبکہ شاکر نے ادھ کھلے منہ سے دیکھا۔

عبدل باری پیٹ پہ ہاتھ رکھ ہسنے لگا۔

ڈاکٹر صاحب ہڈیاں ٹوٹنے کے بعد کوئی ایسا مساج کریم ہے جس سے افاقہ ہو جائے! عبدل باری نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

شاید! اس نے اثبات میں کہا۔

پھر آن لائین آڈر کر لینا! وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔اب کمرے میں صرف حمدان اور شاکر تھے۔

واٹس رانگ ؟اس نے حیرت سے دیکھا۔

! بتاتا ہوں

اب ڈشم ڈشم کی آواز آرہی تھی کمرے سے عبدل باری نے کانوں میں انگلیاں دے دیں بچوں کان بند کرو ماموکلاس لے رہے اس نے باقی لڑکوں سے کہا سب نے اس کا عمل دہرادیا۔۔۔۔۔۔۔

161

تھکا ہارا، عبدل زینت کے گھر کیں طرف جارہا تھا ہاتھ میں اسٹابری کا شاپر پکڑا تھا۔ماتھے پہ بال پسینے کی وجہ سے چپکے ہوئے تھے۔

دروازے پہ دستک دینے پہ زینت نے دروازہ کھولا۔

اسلام و علیکم آپا! شاپر اس کے ہاتھ میں تھما کر بولا۔ کیسی ہیں؟

وعلیکم السلام باری! ٹھیک ہوں! وہ دروازہ بند کر کے اندر آئی موسم خراب تھا بارش کا امکان تھا۔

عبدل باری نے نیچے کھڑے ہو کے اوپر منزل پہ نظر ڈالی وہ رخ موڑ کر کھڑی تھی شاید اسے تھنڈر اسٹر وم پسند ہو گا۔

زینت کا شوہر عبداللہ آیا ہوا تھا۔ وہ پولیس میں تھا باسم۔ کے انڈر کام کرتا تھا چھٹی آیا تھا، زینت اسے کھانا دینے لگی۔

میں اوپر ہی جا کر کھالیتا ہوں آپ یہاں کھائیں! وہ ان کے ذاتی لمحات میں وہاں نہیں بیٹھنا چاہتا تھا سیڑھیاں چڑھ کر وہ اوپر والی چھت پہ چلا گیا یہ ایک بڑا کمرہ تھا جس میں دو دو کھڑکیاں تھیں جن پہ لائٹ پرپل پردے گرے تھے۔

وہ آنکھیں بند کر بجلی کڑکنے کی آواز سن رہی تھی، وہ اسے محو دیکھ رہا تھا وہ آہستہ آہستہ بیڈ کی طرف گیا کھانا ڈھک کر وہ اس کی طرف بڑھا اس نے کانوں میں ہینڈ فری لگائے تھے، وہ چپ چاپ اس کی طرف گیا۔

آہستہ سے اپنی ٹھوڑی اس کے کندھے پہ رکھی اس کے ہاتھوں کو اس کے سامنے کیا پھر کھلے آسمان کے آگے رکھ دیا دو بوندیں اس کے ہاتھوں سے مس ہوئی تھیں وہ مسکرا دی۔ وہ پلٹی نہیں تھی، اس نے دونوں ہاتھوں کو یونہی کانوں تک لے جا کر ہینڈ فری نکالے۔

اھلا و سہلا! وہ دھیمی آواز میں بولی۔ کچھ دیر وہ یونہی بارش کو محسوس کرنے لگے۔ وہ پانی کی بوندیں باری کے چہرے پہ چھڑکا گئی۔

وہ مسکرا دیا۔

کھانا کھائیں ٹھنڈا ہو جائے گا؟ اس نے بھوک کی شدت کو محسوس کرتے کہا۔

حنزلہ نے اثبات میں سر ہلا دیا

162------

کھانا کھا کر وہ خاموشی سے وہیں بیٹھی رہی برتن وہ نیچے رکھ کر واپس آئی تو وہ انگھٹوں پہ بازو رکھے شاید سو چکا تھا، وہ ہلکا سا مسکرائی۔

پھر کھڑکیاں بادل گرجنے اور تیز ہوا سے ہلنے لگیں تو اس نے فورا کھڑکیاں بند کر دیں۔

اس نے بیڈ کے سائیڈ دراز سے ٹارچ کی مدد سے موم بتی نکال کے جلائی اور خود صوفے پہ بیٹھ گئی۔ وہ مسلسل عبدل باری کو دیکھے جا رہی تھی نرم جذبات سے وہ سوتے ہوئے حسین لگ رہا تھا۔

آپ ایسے مجھے دیکھتی رہیں گی تو نیند خاک آئے گی مجھے! وہ اسے گھور ہی رہی تھی جب وہ اچانک بولا اس نے ایک دم آنکھیں میچ لیں۔

اب آپ ایسے شرمائیں گی پھر تو میں ساری رات جاگ سکتا ہوں! کمال کی فلرٹنگ سکلز تھیں۔

آپ سو جائیں تھکے ہوں گے! وہ نرمی سے بولی۔

وہ اٹھا اور چلتے چلتے اس کی طرف آیا وہ صوفے پہ لیٹی تھی اٹھ بیٹھی۔

کیا ہوا؟ وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

خسارے بہت ہوئے ہیں مجھے جانتی ہو! وہ کہہ کر صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

پھر آہستہ سے اس نے گردن اوپر کی حنزلہ کو دیکھا آہستہ سے اس کے ہاتھ تھامے، پھر مسکرایا اوراس کے ہاتھوں کو آنکھوں تک لے گیا شاید اسے ٹھنڈک محسوس ہوئی تھی۔

حنزلہ نے ہتھیلی نم محسوس کی۔

آپ رو رہے ہیں؟ وہ اٹھ کر نیچے آئی اس کے ساتھ بیٹھی۔

ایٹلیسٹ میں تمھارے سامنے رو دوں _ تو بعد میں مجھے شرمندگی تو نہیں ہو گی، وہ ہلکا سا مسکرایا۔

آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے مرد کا رونا، اسے کمتر نہیں بناتا اور میں آپ کو جج نہیں کرنے لگی! وہ اس کے ہاتھوں کو تھام کر بولی۔

تب ہی تو رونے کا دل کرتا ہے تم سے ہر بات کرنے کا دل کرتا ہے، جانتی ہو نا کتنا انٹروورٹ تھا کوئی دوست نہیں تھا تم تھی! وہ اس کا گال چھو کر بولا۔

جانتی ہوں، آپ کو بولنا کتنا پسند تھا، وہ مسکرائی۔

نہیں صرف تمھارے ساتھ! انسان صرف وہاں زیادہ بولتا ہے جہاں اسے لگے اسے سنا جائے گا میری ساری بکواس سننے والی تم تھی، پچھلے پانچ سالوں میں

زندگی میں بہت سے لوگ آئے، مگر شاید سب کا متبادل نہیں ہوتا دوستوں کا تو بالکل نہیں! وہ سرد آہ بھر کے بولا۔

میری یاد پھر بھی نہیں آئی تھی؟ وہ ایک دم خفا ہوئی۔

یاد نہ آئی ہوتی تو تمھارے پیچھے پہرے لگاتا؟ وہ چڑ کر بولا۔

مطلب؟ وہ حیران ہوئی۔

میڈم! یہ جو باڈی گارڈ ہیں ناں آپ کے جو ابھی نہیں ہیں، میری ہی ایجنسی کے لوگ ہیں، پچھلے کتنے سالوں سے میری تنخواہ ان کو جا رہی ہے ورنہ اب تک تاج محل بنالیا ہوتا، وہ معصومیت سے بولا۔

آئی اللہ! وہ ہنسی۔

آپ کا تو بہت نقصان ہو گیا؟ وہ منہ پہ۔ہاتھ دھرے بولی۔

کوئی بات نہیں میڈم میں سود سمیت نقصان کا بدلہ لینے میں ماہر ہوں! وہ انکھ مار کر بولا تو وہ شرما کر اس کے کندھے سے ٹیک لگا گئی۔۔۔۔۔۔

میں شروع سے انٹروورٹ تھا، مگر بابا کی سکینڈ میرج کے بعد اور خاموش ہو گیا تھا۔ سپین میں ان کے دوست کے ذریعے ماریہ آنٹی سے بابا کی ملاقات ہوئی اور شادی بھی ہو گئی مگر وہ ٹاکسک تھی مجھے ان سے کبھی پیار نہ ملا نہ ہی انھیں مجھ سے لگاؤ تھا۔

عورت یہ کیوں سوچ لیتی ہے کہ اس کی ذمہ داری صرف شوہر ہے اس کا اہل و عیال نہیں، خدیجہ علیہا السلام، عائیشہ عمر رضی اللہ عنہا، فاطمہ علیہ السلام بھی تو تھیں کیا انھوں نے کنبے نہیں سنبھالے۔

وہ بے تاثر بول رہا تھا وہ اسے سن رہی تھی۔

ماریہ کو صرف بابا سے لین دین تھا ان کی وجہ سے بابا دادی سے دور ہو گئے اور میں چاچو اور پری خالہ سے، مجھے سکول میں بلی کیا جاتا تھا جب مدر ڈے پہ سب کی ماں ساتھ جاتی ماریہ کہیں پارٹی کر رہی تھی۔

تم پھر میری دوست بنی، بہتریں دوست، you are blessing and i am blessed۔ وہ بھرپور مسکرایا، تو وہ اس کے کندھے پہ سر رکھ گئی۔

مجھے لگا تھا ایم کرسڈ! وہ شاید روئی تھی۔

ایسا نہیں ہے منحوس کہنا غلط بات ہے آپ کسی کے لئیے کیا ہیں آپ اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے اس لیے آپ کو حق نہیں ہے خود کو ایسے لفظ کہنے کا، وہ اسے ڈانٹ رہا تھا۔

ہمم پھر!!! وہ دوبارہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ مجھ سے شادی نہ کرنے کی وجہ؟

وہ اب مدعے پہ آئی۔

ماریہ! ایک لالچی خاتون تھیں بابا نہیں جانتے تھے، وہ ایک گدھ تھیں، وہ نہیں کیا، میرے assault ہیں مگر مجھے افسوس نہیں ہے شاید! انھوں نے مجھے بابا نے پہلی بار تھپڑ مارا تھا، کبھی وہ سگریٹ ڈال دیتی میرے بیگ میں کبھی پاوڈر

۔

میں نے پوچھ لیا وہ چاہتی کیا ہیں مجھ سے۔

تو انھوں نے کہا تم زندہ کیوں ہو تم نکل کیوں نہیں جاتے میری زندگی سے، شاید انھیں مجھ میں مما نظر آتی تھیں۔

تم سے شادی کی خبر پہ سب سے زیادہ جو خوش تھا وہ میں تھا اور یہ بات ماریہ جانتی تھیں، وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھیں کہ تم میری زندگی میں نہ آؤ، وہ تمھیں

نقصان پہنچا سکتی تھیں، میرا ایک دوست ایکسپرٹ تھا میں نے ماریہ کے بارے میں انفارمیشن نکلوائیں تو پتا چلا وہ بلیک ہینڈ سوسائٹی کے ساتھ لنک ہے، میں حیران تھا کہ بابا کو کیسے نہیں پتا چلا۔

میں نے ہر ممکن کوشش کی تمھیں خطرے سے دور کروں، پر تم ہڈ حرام! اس نے حنزلہ کے گال کھینچے۔

آئی! اسے درد ہوا۔

توبہ ہے لڑکی! وہ معصومیت سے اس کا گال ملنے لگا۔

پھر؟ وہ پوچھنے لگی۔

پھر تم نے مجھ سے زبردستی نکاح کر لیا، وہ ہنسا تھا۔

اب اتنی بھی کوئی ترسی ہوئی نہیں تھی! وہ منہ بنا کر بولی۔

توبہ! عبدل نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

ہاں تو؟ وہ شانے اچکا کر بولی

ڈھیٹ ہڈی ہے تمھاری وہ تمھیں کچھ کر دیتی پر نہیں تم نے تو مجھ سے نکاح پڑھنا ہی تھا! وہ نرمی سے ڈانٹ رہا تھا۔

الحمدللہ ! وہ تصدیق کر رہی تھی۔وہ ہنس دیا۔

اب رخصت بھی کروا کے لے جائیں ! وہ معصومیت سے بولی۔

مہنگائی بہت ہے لڑکی تمھارے ارمان بھی تو ہوں گے تمھارا دلہا بڑی گاڑی میں

آئے !

سنت پوری کر لیں ؟ وہ جلدی سے بولی۔

ہیں ؟اس نے شاید غلط مطلب نکالا تھا۔

مطلب کے سمپل ولیمہ ! کوئی ڈانس شانس نہیں سادگی سے۔وہ ایکسائٹیڈ تھی۔

شرم کرلو لڑکی کیسے فری باتیں کر رہی ہو ! وہ مصنوعی اداکاری کر کے بولا۔

ٹھیک ہے پھر بیٹھے رہنا یو نہی ! وہ خفگی سے بولی۔

اچھا اب خفا نہ ہو آگے کی کہانی سنو ! وہ اسے پچکارتے ہوئے

بولا۔۔۔۔۔۔۔۔164

جانتی ہوں گل ! خدا پردے رکھتا ہے جب تک وہ چاہے کوئی انسان غیب کو نہیں

پہنچ سکتا مگر لوگ ،لوگ پردے نہیں رکھتے ان کی دل کا بغض کبھی کبھی بڑھ جاتا

ہے کہ وہ لوگوں کے رازوں کو افشا کرنے لگتے ہیں انھیں خوشی محسوس ہوتی

ہے۔

اس کی سب سے بڑی مثال جانتی ہو کیا ہے؟ اس نے حنزلہ کے ہاتھ کی لکیریں

پوروں سے چھوئیں۔

کیا؟ وہ آہستگی سے بولی۔

سورہ یوسف! وہ ہلکا سا مسکرایا۔

اس میں ایسا کیا ہے! وہ نا سمجھی سے بولا۔

عزیز مصر کا واقعہ، وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

قرآن میں زلیخہ کا لفظ کہیں نہیں ہے، خدا نے اس عورت کا پردہ رکھا مگر لوگ

دیکھو کہاں یوسف علیہ السلام کا دور اور کہاں اج کا دور لوگوں نے زلیخہ کا نام اتنا

اچھالا کہ وہ آج بھی اس لئیے جانی جاتی ہیں کیونکہ انھوں نے یوسف علیہ السلام کو

اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔۔ یہ لوگ ہوتے ہیں گل جو پردہ نہیں رکھتے، اسلئیے خدا

فرماتا ہے کہ تم اپنے راز کسی کو نہ بتاؤ کوئی تمھیں نقصان پہچانے میں پیچھے نہیں

رہتا، اور اس بات کا احساس مجھے تب ہوا جب ماریہ (سوتیلی ماں) کو بتایا کہ میں

نے رپورٹ کارڈ پھاڑ دیا کیونکہ میں بری طرح فیل ہوا تھا، مجھے لگا وہ میرا راز رکھیں گی پر میں غلط تھا، تب انھوں نے مجھے میرے ٹیچر سے پٹوایا تھا۔
وہ زخمی سا ہنسا۔ حنزلہ کو اس سے ہمدردی ہوئی، وہ چپ چاپ سر جھکا گئی

165--------

بابا کی ڈیتھ ایک ایکسیڈینٹ تھا میں جانتا تھا، کچھ دن پہلے جب ان سے بات ہوئی تھی تو وہ پریشان تھے وہ کچھ بتانا چاہتے تھے۔ میں بے دلی سے ٹرینگ لے رہا تھا مجھے لگا تھا کہ یہاں سے نکل کر یونان یا اٹلی بھاگ جاؤں گا، پھر میرے ساتھ اٹلی میں دھوکا ہوا کچھ دیر کیلیۓ افسوس ہوا بعد میں پتا چلا وہ تو شروع سے ہی دھوکے باز رہے ہیں 1915 میں جنگ عظیم کے دوران انھوں نے اپنے بلاک کو دھوکا دے دیا، چلو شارٹ سٹوری بتاتا ہوں! وہ جلدی سے سیدھا ہوا۔
حنزلہ نے جمائی روکی۔
اچھا چھوڑو سو جاؤ پھر کبھی سناؤں گا! وہ اس کے آرام کا خیال کرتا جٹ پٹ بولا۔
نہیں نہیں بولتے رہیں اچھا لگ رہا! وہ مسکرائی۔
ہمم، وہ دل میں خوش ہوا-----

جنگ عظیم اول کی بات ہے، یہ جنگ بظاہر صرف دو ریاستوں کے بیچ تھی مگر اس نے پورے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا۔

اب ہوا کچھ یوں کہ سپر پاورز نے مل کر ایک قسم کا بلاک بنایا تھا جسے ایکس پاور بھی کہہ سکتے ہیں اور دوسری طرف سنٹرل پاور تھیں جن میں جرمنی، اسٹریا، اٹلی شامل تھے، پہلی طرف روس، فرانس، انگلینڈ شامل تھے۔

جب اسٹریا کا گورنر سربیا میں قتل کر دیا گیا تب اسٹریا نے جرمنی سے مدد چاہی جرمنی نے اس سے اکتفا کیا اور کہا کہ ہم ہر حال میں آپ کی مدد کریں گے۔

جرمنی جنگ نہیں چاہتا تھا، جرمنی نے روس کو کہا کہ جنگ مت کرو مگر روس نہ مانا جب جنگ ہوئی تو جرمنی طاقتور تھا، ایک طرف وہ فرانس، روس اور انگلینڈ سے لڑ رہا تھا یہاں وہ سب پہ بھاری تھا، جب اسٹریا پہ سربیہ نے حملہ کیا تو چونکہ وہ تین جنگوں پہ لڑ رہا تھا سو دوست کی مدد کے لیئے اس نے اٹلی کو بولا، اٹلی خفیہ طور پہ فرانس سے الائنس بنا چکا تھا اس نے بجائے سربیہ کے الٹا اسٹریا پہ دھاوا

بول دیا یہ سب سے بڑا دھوکا تھا، جرمنی نے پھر کمان سنبھالی اور اٹلی اور سربیا دونوں کو شکست دے دی۔۔وہ کہہ کر رکا تو اس نے دیکھا وہ سو چکی تھی۔

اُفف! وہ ہلکا سا مسکرایا اور پھر اسے بیڈ تک لے جا کر کمبل اوڑھا دیا۔

وقت دیکھا ڈیڑھ بج رہا تھا اس نے ماتھا پیٹا۔ بیچاری کب سے سن رہی تھی۔ میں بھی چپ کہاں رہ سکتا تھا۔ اس نے خود کو کوسا۔ اور پھر صوفے پہ آ کر سو گیا۔۔۔۔۔۔۔167

!کہانی سیدھی سیدھی چلتی رہے تو اس میں نہ لچک رہتی ہے نا تجسس

کوئی موڑ تو ایسا آتا ہے جب کہانی میں جھول آتا ہے،

وہ صفحہ پہ جھکی ہوئی کچھ لکھ رہی تھی۔

آپ کی ایجنسی کا نام کیا ہوگا انکل! اس نے منظر دہرائے۔

آنکھوں پہ نقاب اب بھی موجود تھا۔

الخیام! وہ مسکرائے تھے،

خیام مطلب؟ وہ ناسمجھی سے پوچھنے لگی۔

!الخیام عربی کا لفظ ہے جس کا معنی ہیں پردہ نشیں یعنی چھپا ہوا پوشیدہ

ہم تو آپ چھپ کر کام کرتے ہیں انکل! وہ دس سالہ بچی تھی۔ وہ دلخیز مسکان لئیے پوچھ رہی تھی۔

اینجل ایوری وئیر! وہ اس کا گال چھو کر بولے۔

اینجل کیا کرتے ہیں انکل! بچی کے سوال ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

پروٹیکٹ! وہ اس کے سامنے بیٹھے تھے اب وہ اٹھے۔

کیا ہم دوبارہ ملیں گے؟ وہ ان کو جاتا دیکھ بولی۔

یس خدا حافظ ہمیشہ کے لئیے نہیں ہوا کرتے ناں! وہ الٹا چلنے لگے، تب اس کے بابا اسے ساتھ لے گئ۔

اینجل ایوری وئیر۔ اس نے زیر لب دہرایا۔

عبداللہ انکل کتنا جلدی بائے کہہ گئے آپ، لڑکی نے تاسف سے کہا تھا۔

168------

کیوں عاصم کیا پریشانی ہے یار؟ خضر خان اس کے سامنے کیفے میں بیٹھا تھا۔

یار کیس میں پھنسا ہوا ہوں بری طرح سے! وہ منہ پہ ہاتھ پھیر کر بولا۔

عاصم حسن اور پریشان وہ بھی کیس کی وجہ سے، وہ ہنسا۔

ال لوجکیل !اس نے نفی میں سر ہلایا۔

بھائی لاجک سے آگے بھی ایک دنیا ہے وہاں تک بھی دیکھ تو! عاصم خفا ہوا تھا۔

اچھااب چھوڑو بتاؤ مسلئہ کہاں ہے ! وہ سنجیدہ ہوا۔

حمدان کیس ! وہ دانت جما کر بولا۔

ہمم وہ ڈاکٹر ؟اس نے سوالیہ پوچھا۔

عاصم نے ہاں میں سر ہلایا۔

جھول کہاں ہے ؟ حضر قابل تھا وہ جانتا تھا جہاں جسٹیفائی نہ کر سکو وہاں مینوپلیٹ کرو۔

عاصم نے شروع سے کہانی سنائی۔

ہمم وہ غور سے سنتا رہا۔

پھر وہ چپ ہوا، خضر مسکرایا۔

تم مسکرا کر تپ چڑھا رہے ہو ! وہ خفا ہوا۔

دوست پلان سنو اب ! وہ سنجیدہ ہوا۔اب وہ بول۔رہا تھا اور عاصم سن رہا تھا

دس۔منٹ کی پلاننگ اور کیس سالو۔۔۔۔۔۔۔

آج لیٹ ہو عبدل! شاکر نے ویسٹ پہنتے عبدل کو مخاطب کیا جو لاکر سے شرٹ پہن رہا تھا۔

آج آنکھ لگ گئی تھی؟

واٹ! شاکر کو جیسے کھانسی لگی۔

تو کیا نہیں لگ سکتی! وہ حیران ہوا۔

نہیں مطلب تم آج سو گئے تھے تم کو نیند آگئی تھی واقعی گڈ یار، وہ دل سے خوش ہوا۔

عبدل نے بھی خود کو معائنہ کیا۔ وہ نائٹ آؤل جانا جاتا تھا اسے نیند نہ آنے کی وجہ سے۔

مطلب وہ لڑکی سب میں بلسینگ تھی۔ وہ۔ خوش ہوا۔۔ اور سر پہ ہاتھ پھیر گیا

۔۔۔۔

››››››››

ہیلو حنزلہ کیا لانا ہے آج؟ کچھ چاہیے تو نہیں! عبدل باری فون پہ پوچھ رہا تھا۔

نہیں بس ایسے ہی یاد آرہی تھی تو سوچا کال کرلوں ! وہ لاکر میں چیزیں سیٹ کرتے بولا۔

توکیاہوااب اتنا بھی مصروف نہیں ہوں کہ بیوی کو وقت نہ دے سکوں ! وہ مسکرایاتھاتب ہی اس نے ارزم کو دیکھاجو بازو باندھی کر ترچھی نظروں سے اسے دیکھارہاتھا، عبدل باری ایک دم کھانسا۔

اچھابعد میں بات کرتاہوں جو چاہیے ہوابتادینا۔وہ کال کاٹ چکا تھا۔

اخلاقیات بھی کوئی چیز ہوتی ہیں سنگل لوگوں کے درمیان رہ کر مینگل پنتی نہیں کرنی چاہیے، وہ منہ بنا کر بولا۔

سوری بھائی، وہ بامشکل ہنسی روک کر بولا۔

نیوٹاسک ! ارزم اس کی طرف فائل بڑھا کر بولا۔

سبحان اللہ ! وہ میسنی شکل بنا کر بولا۔۔۔۔

۔۔۔

کیاہواکام میں دل نہیں لگ رہا؟. شاکر نے نکمے بیٹھے عبدل کو دیکھاتو پوچھا۔

نہیں وہ بس کچھ موڈ نہیں ہے سستی ہے ! وہ جمائی لے کر بولا۔

کچھ دن چھٹیاں لے لو ! شا کر نے کہا۔

ہم سوچیں گے اس بارے میں، وہ آرام سے بولا۔

چلو فالحال زرا یہ کیس دیکھو ورنہ مجھے میری زوجہ سے صلواتیں سننی پڑیں گی۔ وہ۔ بیچارگی سے بولا۔

ہم کوئی اتنی بھی ظالم نہ ہیں وہ ! ہمیشہ سے طرف دار۔

ہاں تمھیں بڑا پتا ہے ! وہ چڑ گئے۔

مائیک آن ہے آپ کا سن نہ لیں ؟ عبدل نے وارن کیا۔

سنے گی تو کیا ہو جائے گا اس کے منتوں کی مراد ہوں میں ! وہ اکڑ کر بولا۔

وہ تو ہے ! عبدل نے تصدیق انداز میں کہا۔

چلو اب کام پہ لگو۔ وہ اس کے سر میں فائل مارتے بولا۔

اوکے باس جیسا آپ کا حکم وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

کچھ خسارے ساری زندگی یاد رہتے ہیں وہ ذہن سے زرا ادھر ادھر نہیں ہلتے۔

حمدان باسم کے ساتھ تھانے کی طرف جارہا تھا، وہ جو چاہ رہا تھا ہو چکا تھا ایجنسی کے ہاتھ ٹھوس ثبوت اور گواہ لگ چکے تھے، اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کاروائی کی جاتی۔

آج دل مطمئن ہوا ہے تھوڑا یوں لگتا ہے بوجھ سرک رہا ہو! بوجھ سرکنے لگتے تو کیسا محسوس ہوتا ہے یہ ناقابل بیان ہے، حمدان نے ہلکے نیلے رنگ کا کرتا شلوار پہنی تھی وہ آج خوش تھا۔

باسم مسکرایا، ہم صیحیح کہتے ہیں آپ خسارے ہمیشہ یاد رہتے ہیں بھلائے نہیں بھولتے۔

میں جب چھوٹا تھا مجھ سے کسی کی دی ہوئی چیز کھو جاتی مجھے اتنا دکھ نہ ہوتا تھا جب میری ذاتی دس روپے بھی ادھر ادھر ہو جاتے میں رو رو کے پورا آرفن ہاؤس سر پہ اٹھالیتا تھا۔

وہ ہنسا۔

آرفن ہاؤس؟ حمدان چونکا۔

وہ پھیکا سا مسکرایا، ہم عجیب لگ رہا ہے سن کے؟

::: نہیں ایسی بات نہیں ہے آئی مین مجھے نہیں لگا تھا کہ

کہ مجھ جیسا لڑکا اتنی بڑی پوسٹ پہ کیسے ؟اس نے خود جملہ مکمل کیا اور گاڑی کی سپیڈ کم کرتے ایک ہاتھ سے گاڑی چلانے لگا۔

سنانا چاہو گے اپنی کہانی ؟حمدان نے اچٹتی نظر اس پہ ڈالی۔

کہانی تو خیر نہیں آپ اسے خسارہ کہہ سکتے ہیں۔وہ تاسف سے بولا۔

ہمم، شروع کریں صفحہ زیست کو الٹا پلٹنا ؟حمدان نے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔172

باسم باسم بیٹے ایسے نہیں کرتے دیکھو ارسلان کی چیز اسے واپس کرو! ہاؤس میں باسم کے پیچھے بھاگتی ایک موٹی بھر کم لیڈی اب تھک کر گھٹنے پکڑ گئی تھیں۔

ھاھا ایشی ماں، پکڑیں ناں! وہ سات سالہ بچہ تھا خوبصورت پیارا نٹ کھٹ سا۔وہ عورت کو پیچھے بھگا رہا تھا۔

میں نے پکڑا تو سزا ملے گی! وہ اسے وارن کرتے بولی۔

وہ زبان نکالتا بھاگنے لگا۔

آخر کچھ دیر بعد وہ پکڑے گیا تھا۔اب ایشال اسے ڈانٹ رہی تھی چھوٹی سی رسی سے باندھ کر اب وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

کتنا تنگ کرتے ہو باسم! وہ لمبا سانس لے کر بولی۔

نہیں تو میں تو اچھا بچہ ہوں۔ وہ بالکل منکر ہو گیا۔

ہاں ہاں تم تو بہت معصوم ہو، کسی کو اتنا بھگا یا نہیں کرتے کہ وہ تھک جائیں اور آپ تک پہنچنے کا خیال تک ترک کر دیں وہ اس کا کان کھینچ کر بولی۔

او کے سوری! وہ معصومیت سے بولا۔

نو! سزا ملے گی! سزا ملنی ضروری ہے ورنہ یہاں سارے بچے تم جیسے ہو جائیں گے! وہ بالکل سنجیدگی سے بولی۔

اپنی بہن کا خیال نہیں کرتے تم بالکل دیکھو! وہ تمھاری کتنی قدر کرتی ہے چار سال چھوٹی ہے مگر تم ہو! وہ صدمے سے بولی۔

وہ رسیاں کھولنے میں مصروف اسے سننے کی اداکاری کر رہا تھا۔

بہنوں کا کام نہیں ہوتا بھائیوں کا سایہ بننا بھائیوں کا کام ہوتا! وہ تلخی سے بولی تھی شاید اس کی بھی کوئی کہانی تھی مگر بچہ تھا اسے کیا سمجھ۔

خیر کچھ دیر میں وہ رسیاں کھول پھر سے پھدک کر بھاگ چکا تھا

میرے پیچھے بھاگتے ہوئے انھوں نے خاصا وزن کم کر لیا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ مجھے کم ڈانٹنے لگی تھیں، اور پھر انھوں نے مجھے سزا دینی بند کر دی۔ میں بگڑ گیا۔ میری بہن عمیرہ! میرا پر تو تھی۔ ماں باپ کے نام پہ ولدیت کے خانے میں اکرم لگا دیا تھا۔ میری بہن کو شروع سے ایک ہی شوق تھا ڈاکٹر بننا، آرفن ہاؤس میں جب کوئی بیمار ہوتا ڈاکٹر چیک اپ کے لیئے آتے وہ انھیں فرشتہ ماننے لگتی، آہستہ آہستہ ہم بڑے ہو گئے۔

مجھے میں باقی بچوں کے مقابلے تھوڑی میچورٹی تھی، آرفن ہاؤس میں مجھ جیسے بچوں کو سکلز سکھائی جاتی تھیں کوئی امیر لوگ ہمارے لیئے ایکسٹرا فنڈ بھیجتے تھے۔ بس جب اٹھارہ سال میں پہنچا تو ایک سیٹھ کے انڈر کام کرنے لگا۔ وہ مجھ سے خوب فائدہ اٹھاتے لوگوں کو بلیک میل کر کے اپنا کام نکلواتا تھا، an evil is production of its environment، میں بھی ویسا ہی سیکھنے لگا، ایک چیز جو مجھے پتا تھی وہ یہ تھا کہ یہ غیر قانونی ہے، بس پھر میں نے حربے استعمال کر کے سیٹھ کے گردن پہ لات رکھی (کمزوری کا فائدہ اٹھانا). اور اس کی مدد سے سرکاری کرسی حاصل کر لی، مگر بھول گیا تھا مرد کی ہزار کمزوریوں میں

سے سب سے بڑی کمزوری اس کے گھر کی عورت

ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔174

سرپہ سرپرست کا ہونا کتنا ضروری ہے مجھے وقتی طور پہ سمجھ نہیں آئی۔

ہم نے قانون کی آڑ میں غیر قانونی ہتھکنڈے استعمال کئیے پیسا بنایا، اس دوران میں اپنی بہن سے کئی حد تک دور ہو چکا تھا، فاصلے رشتوں میں گرہ لگا دیتے ہیں نا؟ وہ جب بھی کوئی موضوع لے کر آتی میں چائے پانی کے بارے میں لگا رہتا وہ چپ رہنے لگی تھی، اس کا میڈیکل ٹیسٹ میں ٹاپ ٹو میں نام آیا تھا مگر میں اس کے پاس نہیں تھا میں نے پیسا اس تک پہنچایا مجھے لگا پیسے سے سب کچھ آ جاتا ہو گا پر میں غلط تھا۔

غیر قانونی لوڈنگ میں ہم نوٹر کوں کو جانے دے کر ایک ٹرک پکڑ کر اخبار میں تصاویر چھپوا دیتے، بس ہو گئی پبلسٹی! پیسا بھی آ گیا شہرت بھی، دولت تو قارون کے پاس بھی تھی یہ بھول گئے تھے کہ رجوع بھی ہونا ہے۔

وقت بیتتا گیا پیٹ بھرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

رشوت کھاتے کھاتے، خود کا کاروبار بھی کھول لیا تھا حلال رہنے کے لئیے خیرات بھی دے دیتے تھے، جو زیادہ ایماندار ہوتا اسے یا ٹریفک پولیس میں بھیج دیا جاتا یا دور دراز گاؤں میں، وہیں رہے کیا ضرورت تھی ایمانداری کی پتا نہیں تھا کہ یہ دنیا ہے یہاں جھوٹ سے سب چلتا! وہ طنزیہ ہنسا، اس نے اسٹرینگ پہ سر جھکا لیا۔ حمدان سمجھ سکتا تھا کہ اس پہ کیا بیت رہی تھی۔۔۔۔۔۔

°°°175

بھائی؟ ہمت جتا کر وہ باسم کی طرف آئی جو لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔

ہاں میرو! وہ اپنی دھن میں بولا۔

بھائی وہ میں نے سارے ٹیسٹ پاس کر لئیے تھے یو نو! وہ اس کے پاس صوفے پہ بیٹھ اس کی طرف مڑی۔

ہاں تو! وہ بے نیازی سے بولا۔

آئی گاٹ جاب! وہ ٹھہر کر بولی۔

وہاٹ؟ وہ لیپ ٹاپ چھوڑ کر اس کی طرف مڑا۔ اس کی خوشی آنکھوں سے ٹپک رہی تھی۔

یس ! وہ چہکی۔

ایم پراوڈ آف یو بچے ! وہ اس کے ماتھے پہ بھوسہ دے کر بولا۔

سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے سچ ہے حلال کی کمائی میں برکت ہے ! اس کا کہا جملہ باسم کو کھانسنے پہ مجبور کر گیا۔

وہ زبردستی مسکرایا،

آپ خوش ہیں ؟ وہ میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

بہت زیادہ، وہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر بولا۔

بس اب سے میں مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی اور ایمانداری سے فرض نبھاؤں گی۔ وہ خوش ہو کر بولی۔

وہ پھیکا سا مسکرایا۔

چند دن بعد فئیر ول ہے تو مجھے جانا ہے آرفن ہاؤس، آپ آئیں گے مجھے لینے، میں آپ کو کال کر لوں گی مجھے پک کر لینا !

اوکے باس، وہ کہہ کر مسکرا دیا۔

اب وہ اسے لیپ ٹاپ پہ اپنے نیو پروجیکٹ کے بارے میں بتارہا تھا ذہن اب بھی حلال کی کمائی پہ اٹکا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔

176

کاش ہر دن انسان کو نئی لالچ نہ ہوا کرے، کاش ہر دن انسان کو نیا صدمہ نہیں ہوا کرے، کاش ہر دن انسان نیا پچھتاوا لے کر نہ بیٹھا کرے، کاش ہر دن کوئی نئی چاہ نہ جنم لیا کرے۔۔۔۔۔

اس کی کمزوری اب تک نہیں ڈھونڈ سکے تم لوگ! سیٹھ غصے میں فون پہ لگا ہوا تھا

۔

کیا مطلب بہن! وہ شیطانی مسکان مسکرایا تھا۔

اٹھالو اسے! وہ خباثت سے ہنسا تھا۔

تب ہی اس کے دروازے پہ دستک ہوئی، لاونج میں وہ صوفے پہ بے نیازی سے بیٹھا تھا۔

اب مزہ آئے گا کہانی میں، سیٹھ نے مونچھوں کو تاؤ دیا۔

باسم صوفے کی پشت پہ بازو پھیلا کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ بیٹھا تھا۔

آ گئے باسم صاحب! سیٹھ نے اسے ناگواری سے دیکھا پھر زبردستی مسکرایا۔

ارے سیٹھ جی آپ بلائیں اور ہم نہ آئیں؟ وہ ہنسا۔

کتنا اچھا ہوا اس بار آپ جا ہی نہ پائیں! وہ ہنسا تھا، باسم کو کچھ غیر آرام دہ محسوس ہوا وہ پہلو بدل گیا۔

سیٹھ! آگے کو ہو کر بیٹھا۔

کس لئیے بلایا ہے کوئی کام تھا؟ وہ سنجیدہ ہوا۔

کام تو تھا مگر اب میں تمھاری حالت دیکھنا چاہوں گا! اس نے اب ٹانگ پہ ٹانگ رکھی۔

میں سمجھا نہیں! اس کو گلے میں لٹکن محسوس ہوئی۔

سمجھاتا ہوں بچے! وہ اٹھا اس کی طرف آیا۔

تمھاری ایک عدد خوبصورت بہن ہے ناں! اس نے باسم کے گرد بازو رکھا۔

خبردار کمینے اگر ایک نظر بھی میری بہن کو دیکھا آنکھیں نکال لوں گا۔

ارے ارے گریبان چھوڑو بچے! تمھاری بہن کہاں ہے باسم؟ وہ ہنسا۔

کہاں ہے باسم کی بہن؟ اس نے ارد گرد آدمیوں کو دیکھ کر ہنس کر پوچھا۔

باسم کو آسمان خود پہ گرتے محسوس ہوا۔

چھپن چھپائی کھیلیں گے، جاو نامرد بنو ڈھونڈو بہن کو۔ وہ اس کی طرف دیکھ خباثت سے ہنسا۔

میری بہن کو کچھ ہوا، تو اپنے ہاتھوں سے تجھے قبر میں زندہ دفناوں گا۔ وہ پیچ تاؤ دکھاتا وہاں سے نکلا۔

اس کا تنفس پھول رہا تھا تھانے سے کالز آ رہی تھیں۔۔۔۔

°°°177

حمزہ ایک تھانہ نہیں دیکھ سکتے تم لوگ مجھے کام ہے سر نہ کھاؤ۔

سر اوپر سے آڈر ہیں! فون پہ آواز ابھری۔

آڈر گیا بھاڑ میں خود کرو کچھ، یہ نمبر ٹریس کرو پہلے! وہ گاڑی کو سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

عزت اور جان جانے کا خوف آج اسے پہلی بار ہوا تھا اس نے ماتھے پہ آیا پسینہ صاف کیا اس نے عمیرہ کا نمبر ڈائل کیا بند آ رہا تھا۔ اس نے فون سیٹ پہ اچھال اور ایک سو بیس کی رفتار سے گاڑی دوڑانے لگا۔۔ وہ آرفن ہاوس جانے لگا۔

گاڑی روکی دروازہ کھلا ہی رہنے دیا اور اندر کی طرف بھاگا۔

وہ تو چلی گئی انھیں آپ ہی تو کال آئی تھی، خبر سن کر اس پہ ہتھوڑے برسے۔

میں نے تو کال نہیں کی؟ وہ بھاگ کر گاڑی کی طرف آیا۔

اس نے سیٹھ سے رابطے کرنے کی کوشش کی مگر وہ نمبر نہیں اٹھا رہا تھا۔اس کا دل چاہا زمین پھٹے وہ اس میں دھنس جائے۔

اس کو رہ رہ کر سب یاد آنے لگا کیسے عورتیں اس کے پاس گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے آتیں اور وہ اپنی ٹیم کے ساتھ ان پہ ہنستا کہ بھاگ گئی ہوں گیں، کتنی بدعائیں لگ رہی تھیں اسے۔وہ سر پیٹ رہا مگر مکافات کا وقت تھا گنتی کے دن شروع ہو گئے تھے۔۔۔۔۔۔178

وہ لوگوں کو تصویر دکھا کر پوچھ رہا تھا وہ ہسپتال بھی گیا۔

اسے عمیرہ کا چہرہ یاد آ رہا تھا وہ کتنی خوش تھی، عورت پیدا ہی کیوں ہوئی تھی ظالموں کے ہاتھ چڑھنے کے لیئے اس نے گاڑی کے بونٹ پہ ہاتھ مارا۔

اس کو درد نہیں ہوا کیونکہ بڑے مناظر ابھی دیکھنے باقی تھے۔

ایک کال نے اس کو متوجہ کیا۔

ہیلو! اس نے کان سے جنجھلا کر فون لگایا۔

اسے عمیرہ کی ہچکیاں سنائی دینے لگیں۔

میرو! اس نے روتے ہوئے اسے پکارا۔

کہاں ہو میرے بچے! وہ ایک دم بولا۔ اسے سانس آیا تھا اسے نے طے کیا تھا وہ سب ٹھیک کرلے گا وہ رشوت نہیں لے گا مگر دیر ہو چکی تھی، بعض اوقات ہماری غلطیوں کی تلافی اپنوں کے ذریعے ہوتی ہے۔۔

کچھ دیر میں وہ ایک پل پہ تھا اس نے جلدی سے گاڑی کو وہیں چھوڑا، منظر یہ تھا کہ وہاں ایک گاڑی تھی، گاڑی کا دروازہ کھلا اس سے ایک ہاتھ دکھا، وہ پہچان سکتا تھا وہ اس کی بہن تھی اس کا کل اثاثہ اب کچھ مرد پل سے دور جارہے تھے وہ کچھ سمجھ پاتا ایک تیز رفتار گاڑی اس سامنے سے آئی وہ ایک سکینڈ میں سمجھ چکا تھا وہ ایک کنارے پہ تھا، درمیان میں وہ گاڑی جس میں اس کی بہن تھی، سامنے سے آتی گاڑی جو اسے ٹکر مارنے آرہی تھی! وہ اس سے پہلے وہاں بھاگتا وہ گاڑی دوسری گاڑی کو اڑا چکی تھی اس نے چیخ ماری ڈرائیور بھاگ چکا تھا، اس کے پیر

ساکت ہوئے۔ معلوم ہوا اس کا سانس نکل گیا، اس نے ہمت کی وہ سنسان جگہ تھی۔

وہ گاڑی الٹ چکی تھی۔اس نے گاڑی کی طرف قدم بڑھائے۔وہ مر جانا چاہتا تھا !!!!!اس وقت اس کی بہن

وہ گاڑی کو سیدھا کرنے کی کوشش کر رہا تھا اس نے کسی طرف دروازہ توڑا کئی کانچ اس کے ہاتھ میں لگے۔

وہ بے جان وجود کو نکال چکا تھا۔

اس نے عمیرہ کا خون بھرا چہرہ گود میں رکھا اس کا چہرہ دیکھنے لائق نہیں تھا۔

اللہ وہ چلایا تھا اس نے بہن کو خود میں بھینچا۔

کیوں اللہ !اس کی کیا غلطی تھی !وہ چلا رہا تھا۔

شام کا وقت تھا۔

اس کئی ٹارچ اپنی طرف آتے محسوس ہوئے۔

وہ بہت سے لوگ تھے۔

انھوں نے اس دیوانے کو دیکھا۔

پھر ایک مرد نے اپنی چادر اتار کر لڑکی کے وجود پہ ڈالی۔

باسم بے سدھ تھا۔وہ اب احتجاج نہیں کر رہا تھا۔

اس نے بہن کا مردہ وجود اٹھایا۔

اب وہ ان لوگوں کے ہمراہ جا رہا تھا۔

پاس ہی میں ایک گاؤں تھا۔وہ ایک مجسمے کی طرح بس چل رہا تھا اسے قصاص لینا تھا مگر ابھی وقت درست نہیں تھا۔۔۔۔

°°°°°179

گاؤں میں عمیرہ کی تدفین کروادی گئی۔

اس نے قبر پہ ایک دروازہ لگایا، درندوں کا زمانہ تھا۔گاوں کے لوگ اس کے ساتھ تھے۔

آج اسے کوئی نصیحت بری نہیں لگ رہی تھی۔لوگوں نے اس کی دل جوئی کی۔

وہ دو ماہ تک روپوش رہا پھر ایک سال تک چپ رہا۔

پھر انھی گاؤں کے لوگوں کی مدد سے اس نے سیٹھ کو جنگل میں گھسیٹا تھا، وہ پہلا قتل تھا جو اس نے بہن کی وجہ سے کیا تھا۔ اس نے بڑی بے دردی سے سیٹھ کو مارا۔ پھر پسٹل اپنی کنپٹی پہ رکھ دی۔

بدلے میں گاؤں کے سردار نے اسے کھینچ کر تھپڑ مارا۔

جو بگاڑا ہے سدھارو، زمین تم پہ تنگ نہیں ہوئی ہجرت کرو، وہ اس کا جبڑا پکڑ کر بولے۔

وہ رو رہا تھا۔

سب ختم ہو گیا۔ کچھ نہیں بچا میرے ہاتھ خالی ہیں۔

غلط تمھارے ہاتھ میں قانون ہے! وہ اس کا منہ دبوچ کر بولے۔

اب کی بار تم نے غلط کیا تو گولی تمھیں ہم ماریں گے، وہ جھٹکے سے اس کا منہ چھوڑ کر بولے۔ پھر اسے کھڑا کیا، خود سے لگایا۔

تمھیں موقع ملا ہے، جاؤ اور جو گناہگار دندناتے پھر رہے ہیں انھیں گھسیٹو تا کہ کل کو کوئی عورت بے آبرو نہ رہے تا کہ کل کسی عورت کی قبر کو نہ کھودا جائے وہ اس کے بازو جنجھوڑ کر بولے۔

اس نے ہاں میں سر ہلایا، وہ کچھ نیا نہیں کر سکتا تو کیا ہوا وہ فکس تو کر سکتا تھا پھر اس نے کیا۔ گناہ کرنے سے بڑھتے ہیں قدم کھنچنے سے نہیں

_______180

ہم حمدان نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔

اللہ تمھیں صبر دے! وہ ہمدردی سے بولا۔

صبر آہی جاتا ہے سر! آپ کو دیکھ مجھے میری بہن یاد آئی تھی۔

نہ جانے کیوں ہم مال و متاع کی طرف گھوڑے دوڑانے لگتے ہیں جب کہ وہ خود کہتا ہے یہ دنیا آخرت کے بدلے کچھ نہیں۔ وہ پھیکا سا مسکرایا۔

اللہ ہم سب کو ہدایت دے بس! حمدان نے کہا۔

آمین! وہ مسکرایا۔ وہ تھانے پہنچ چکے تھے۔

اب حمدان رپورٹ لکھوا رہا تھا۔

______

دو ماہ بعد عاصم کورٹ سے خوشی خوشی نکل رہا تھا۔ حمدان اور باسم بھی اس کے ہمراہ تھے۔ وہ کیس جیت چکا تھا وہ سب خوش تھے۔

عبدل باری کورٹ کے آگے گاڑی لگائے کھڑا تھا وہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

گاڑی میں حنزلہ بھی تھی۔

وہ سب مل رہے تھے، ہنس رہے تھے مگر کوئی انھیں یوں دیکھ زرا بھی خوش نہ تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

181

وہ تھری پیس سوٹ پہنے لقمان غازی تھے جو سگریٹ پہ سگریٹ پھونکے جا رہے تھے۔

کیا اب بھی گلٹ میں ہیں بابا؟ افراء ان کے پاس آئی تھی۔ ہاتھ سے سگریٹ لے کر ڈبے میں پھینکا۔

وہ چپ تھے انکھیں بند تھیں۔

آپ خوش نہیں ہیں وہ سب سدھر رہے ہیں؟ افراء نے پھر سے پوچھا۔

کیا تم کہانی کا پلاٹ بدل نہیں سکتی فری! وہ اس کا چہرہ چھو کر بولے۔

آپ کیوں ولن بننا چاہتے ہیں؟ کیوں آخر تھک گئی ہوں میں پلان لکھتے لکھتے، خود بھی اداکاری کرتے کرتے پاگل ہو گئی ہوں کب سچ بولنا ہے کب اداکاری کرنی ہے سمجھ نہیں آتی؟ وہ زکام زدہ آواز میں بولی۔

راہ راست پہ لانے کا طریقہ یہی تھا بچے! سب کو خدا نے ایک عہدہ دیا ہے سب اس کے لئیے جواب دہ ہیں! مگر ہم جو ایجنسی چلا رہے ہیں وہ قانونی نہیں ہے اسی لئیے اس کا نام خیام ہے تم بھی جانتی ہو۔

بس کر دیں بابا، میرے پیروں کو دیکھیں، ان میں سکت نہیں ہے میری بنیادیں مضبوط نہیں ہیں، میں صرف لکھاری ہوں جسے خود سے نفرت ہے جو ایک خیالی زندگی گزارتی ہے بس وہ پلاٹ لکھتی ہے اس کے بابا لوگوں کو اٹھوا کر ان سے نیک کام کرواتے ہیں اور وہ بھی ایسی ایجنسی میں جس کا پرمٹ ہی نہیں واؤ، میری زندگی میری خوشیوں کا کیا؟ وہ صدمے سے بولی تھی خود کی طرف اشارہ کر کے اس نے آنسو نکلنے سے روکے تھے۔

صرف آخری پلاٹ تحریر کر دو فری، مجھے یہ ایجنسی بچانی ہے پلیز! پلان؟ وہ التجائیہ لہجے میں بولے۔

آپ کو لگتا ہے جیسے میں لکھتی ہوں سب ویسے چلتا ہے بابا اصل لکھاری نے ان کی تقدیریں پہلے ہی لکھ ڈالی ہیں میں، آپ ہماری ٹیم صرف مہرہ ہیں، ہم کیا کسی کو ہدایت دیں جنھیں خود ہدایت نہیں! وہ تلخی سے بولی۔

افرا اگر ایسا ہوتا تو خدا کبھی ایسی جماعت کا نہیں بولتا جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

آپ پھر سے مجھے بلیک میل کر رہے ہیں۔

نہیں میں تمھیں گائیڈ کر رہا ہوں۔ وہ اس کے جملے درست کر کے بولے۔

ٹھیک ہے بس ایک شرط پہ۔ وہ کچھ دیر بعد بولی۔

کیا؟ انھوں نے اسے سر اٹھا کر دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔182

وہ لاونج میں بیٹھا تھا، مہمانوں کی طرح! اجنبی کی طرح۔ اس کے ارگرد جیسے سب مائیک پکڑے بیٹھے ہوں اور اس کا منہ کھلنے کا انتظار ہو کہ کوئی اسٹیٹمنٹ سننے کو ملے گی۔

سب خیر ہے عاصم؟ اس کی ماں اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھی تھیں۔

آپ سب ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے میں نے کچھ غلط کہہ دیا ہو! وہ خفا ہوا تھا۔

برخوددار، آپ بتائیں کیا لینے آئے ہیں؟ حسن اقبال نے کف موڑتے طنز کیا تھا۔

زیادہ کچھ نہیں آپ سے جھانپڑ کھانے آیا تھا آخری بار، وہ اٹھا باپ کی طرف گیا۔

وہ چونکے۔

کہتے ہیں والدین کے دل بہت بڑے ہوتے ہیں بابا! معاف کر دیں۔ وہ ان سے لپٹ گیا بہت خسارے مول لیئے ہیں میں نے اب ہمت نہیں رہی پلیز! وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا، ماں کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

انھیں کچھ سمجھ نہ آیا بس عاصم کی پیٹھ تھپتھپا دی۔

ایم سوری بابا سوری امی بھٹک گیا تھا۔ وہ دونوں اس حوصلہ دے رہے تھے۔

اس نے سن لی میری، والدہ خوشی سے دعا گو ہوئیں۔

بس اب معافی ایک شرط پہ ملے گی بہو آنے پہ، روایتی ماں کی طرح وہ بھی اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ گئیں۔

اگر دلہن میری پسند کی ہو تو؟ وہ ان کے کان میں بولا۔

چلے گی! مصنوعی آنکھیں دکھانے کے بعد وہ اس کا اتراچہرا دیکھ ایک دم بولیں تو وہ کھل اٹھا۔۔۔۔۔؟۔

یہ ایک بہت بڑی پریس کانفرنس تھی میڈیا قطاروں میں بیٹھا کسی کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔

انتظار ختم ہوا، باڈی گارڈز کے سنگ وہ داخل ہوئی آج کافی وقت بعد وہ میڈیا میں آئی تھی، سبز رنگ کا فل کرتا شلوار پہنے ڈوپٹہ سائیڈ میں ڈالے ہیل سے ٹک ٹک کرتی وہ آگے بڑھ رہی تھی۔

حال میں فلیش لائیٹس اس کے چہرے پہ پڑنے لگیں۔

وہ میز کی طرف بڑھی وہاں ایک مائیک سیٹ تھا وہ بیٹھی تو ہجوم بھی بیٹھا وہ حنزلہ گل تھی خوبصورت ہمیشہ کی طرح۔

گڈ ایوننگ ایوری بڈی! اسلام و علیکم اس نے کہنا شروع کیا۔

شروع سے شروع کرتے ہیں،

تھامس ہابس کہتا تھا ہر انسان پاور سیکنگ ہے اس کے ساتھ دو چیزیں لازمی ہوتی ہیں اسے خوف ہمیشہ رہتا ہے کھونے کا اور پانے کی جستجو، سننے میں آیا تھا جہاں چاہ ختم ہو وہاں زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر کسی نے یہ نہیں بتایا کہ دنیاوی زندگی ختم ہوتی ہے، وہ مسکرائی تھی۔

میڈم آپ نے جو ٹویٹ کیا تھا اس کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گی ؟ کوئی جرنسلٹ شاید بور ہوا تھا۔

مطلب کی بات نہ ہو تو ہم کتنا جلدی اکتا جاتے ہیں ناں، سارا ہال ہنسا تھا۔

وہ مسکرائی۔

میں نے انسٹا گرام پہ ایک بار ایک پوسٹ لکھی تھی جس میں میں نے اپنی تصویر لگائی سر پہ دوپٹہ اور سائیڈ پاز تھا۔ ساتھ لکھا your modesty should never replace by modernization۔

تو مجھے ایک کمنٹ آیا کہ کس حیا کی بات کر رہی ہیں آپ خود کی تصویر ڈال رہی ہیں اور حیا کا بول رہی ہیں، وہ میرے منہ پہ تھپڑ تھا، میں اتنی آسانی کے ساتھ مشہور ہوئی مجھے فالورز ملے مگر وہ کمنٹ مجھے بے چین کر رہا تھا، میں نے پوسٹ ہی ڈیلیٹ کر دی۔ حال پھر سے ہنسا۔

ہوپ آپ بور نہ ہو رہے ہوں، وہ مائیک نزدیک کر کے بولی۔

ہجوم نے کہا نو!

پتا نہیں انسان ایک دم کیوں بھٹک جاتا ہے، جسے ہم عروج سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ کئی دفع زوال ہوتا ہے، میرے ساتھ بھی یوں ہو رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی۔ سب اسے سن رہے تھے۔۔۔۔

°°°184

ٹی وی کے سامنے ارزم شاکر، شیریں، حمدان، باسم اور عبدل بیٹھے تھے، عبدل مسکرا رہا تھا۔

ارزم نے شاکر کو ٹھوکا مارا۔

شرم کرو ارزم! شاکر نے اسے ڈانٹا۔

میں حنزلہ گل کامیابی کی اتنی سیڑھیاں چڑھ چکی ہوں کہ اب مجھے کوئی منزل نہیں دکھ رہی، میں شکر گزار ہوں اس شخص کی جو میرا سایہ بنا رہا ہے جو میرے سامنے ہو نا ہو بس میرے ساتھ ضرور ہے، آل تھینکس ٹو مائی ہیسبنڈ! وہ مسکرائی تھی اس کے گال سرخ ہوئے تھے۔

عبدل زیر لب مسکرایا، ارزم، شاکر شہریں باسم عاصم سب اسے دیکھ رہے تھے۔

کیا آپ میریڈ ہیں ! سب رپورٹر حیران تھے، اچانک سے کیمرے ہوا میں بلند ہوئے۔

جی بلکل فخر سے بتا رہی ہوں، وہ سوشل نہیں ہیں، وہ ہنسی۔

اس لئیے اب میں ان سب سے بریک چاہ رہی ہوں، لانگ بریک، اس نے مدعے کی بات کی۔ میڈیا کوریج ہو رہی تھی۔۔

انڈسٹری میں بہت غلط کام ہو رہے ہیں، ہم اکثر راستے سے بھٹک رہے ہیں، ہمارے ڈراموں میں ساڑھیاں پہنائی جا رہی ہیں جن میں معدے سے نیچے سب برہنہ ہے، آئیٹم سانگ، وہ تو عرب میں جاہلیت کی نشانی تھی یہ ماڈرنزم نہیں تبرج ہے۔

میں حنزلہ گل اس انڈسٹری کا بائیکاٹ کرتی ہوں۔

مگر میڈم بہت سے لوگوں کی روزی روٹی، ایک لڑکی بولی تھی۔

میں ڈرامے بنانے سے منع نہیں کر رہی میں فحاشی بند کرنے کا بول رہی ہوں انڈونیشیا ملائشیا کے ڈرامے کی ہیروئین ساڑھیاں نہیں پہنتی حجاب کرتی ہے تو

ہم کیوں نہیں۔ ہم نرم پڑ جاتے ہیں تب ہی ہمارا فائیدہ اٹھایا جاتا ہے۔ وہ اعتماد سے بولی۔

آپ کو نہیں لگتا اب آپ یہ لگژری کھو دیں گی جو مقام ملا ہے سب چلا جائے گا، ایک اور جر نسلٹ بولی تھی۔

مجھے لگتا ہے عزت وزلت رب کے ہاتھ ہے اور رہی بات لگژری کی تو ہم اپنی ضرورت سے دس گناہ زیادہ کپڑے جوتے خریدتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ اگلی اپایمنٹ عزرائیل علیہ السلام سے نا ہو، وہ مسکرائی۔۔ عبدل باری شرٹ جھاڑتا اٹھا، اور گاڑی کی چابی اٹھا کر نکل گیا۔ سب نے مسکرا کر اس کی پشت دیکھی۔

ایک گھنٹے کے بعد وہ میٹنگ ختم کر چکی تھی۔۔۔۔ء

°°°185

وہ ڈیم لائٹ کی مدد سے کچھ لکھ رہی تھی، میز پہ نوٹ پہ جھکی وہ لکھتی پھر سیدھی ہوتی پھر سوچتی اور پھر لکھنے لگتی۔

اس نے صفحہ پلٹا، سب وہ آخری جملہ لکھ رہی تھی۔

خسارے بھلائے نہیں بولتے، نقصان پورے نہیں ہوتے

مگر کسی اور کو خساروں سے بچانا ہمارے ہاتھ میں ہے۔

۔۔۔۔پھر اس نے موبائل نکالا۔

اس نے لکھنا شروع کیا ایم ایس ورڈ کھولا۔

لکھاری ہونا آسان نہیں ہے، ہمیں ہر کردار کو لکھتے خود کی اصلیت کو پردہ نشین کرنے لگتے ہیں، نئی کہانی، suffer رکھنا پڑتا ہے اس سفر میں ہم بہت ڈھونڈنے میں کئی دفعہ ہم گم ہو جاتے ہیں دنیا سے کٹ کے رہ جاتے ہیں ہم جھوٹ کی دنیا گھڑ کر لوگوں کو سچ کا سبق دیتے ہیں کتنے دوغلے ہیں ہم، کبھی کبھی دل کرتا ہے بہت لمبی زندگی ملے، کبھی کبھی اس ملی ہوئی زندگی سے بھی تنگ ہو جاتا ہے انسان، ہر انسان کوشش میں لگا ہے کچھ دنیا کے لئیے، کچھ آخرت کے لئیے، اور پھر ہم لکھاری لوگ وہ تو چاہتے ہیں، کہ ہم لوگوں کو راہ راست کی طرف لانے کی کوشش کریں، انشاءاللہ جلد آپ کی خدمت میں خاضر ہوں گی نئی کہانی کے ساتھ۔

افراءروعیل، پوسٹ کے آپشن پہ کلک کر کے اس نے فون پرے رکھ دیا۔

کرسی کھسکائی اور قدم اٹھاتی دوسرے کمرے کی طرف جانے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

186

سب تمھیں مس کر رہے ہیں مما بابا میں سب ٹھیک ہو چکا ہے، تم سچے ثابت ہوئے ارزم، سب بدل رہا ہے لگتا ہے بہار کا موسم ہے، کوئی شور نہیں کوئی فکر نہیں، اب مما مجھے کزن کا طعنہ نہیں دیتی بابا میرے گریڈز پہ سر پہ ہاتھ رکھ دیتے ہیں اب مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے اور تمھاری کمی بھی۔

!جلدی سے گھر آجاؤ

!تمھاری بڑی بہنا

ای میل پڑھ کر ارزم مسکرایا تھا، آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

اس نے فون سے کسی کو میسج لکھا۔

شکریہ لکھاری صاحبہ۔

اپنی کہانی کے لکھاری کو کہو شکریہ. جواب جلد موصول ہوا۔

جزاک اللہ، وہ مسکرا دیا۔۔۔۔۔۔187

کاغذ پہ اڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر انھوں نے فون اٹھایا۔

کسی کو کال کی! وہ لقمان صاحب تھے۔ہاں پلان تیار ہے، پلاٹ بھی تیار ہے، یہ سرپرائز ہو گا، مجھے امید ہے وہ ایک ٹیم کی طرح کام کریں گے! گڈ، وہ کال بند کر چکے تھے، جھک کے دراز سے ایک سرخ رنگ کہ ڈائیری نکالی۔

ہمارے خسارے! عنوان تھا۔

انھوں نے ڈائری کے صفحوں کو پلٹا کچھ درج کرنے لگے۔

کون جانتا ہے ہمارے خسارے کیا ہیں۔

لقمان غازی! عبداللہ انھوں نے یہ تصویریں دیکھیں وہ دونوں ساتھ کھڑے تھے۔ مسکرا رہے تھے، یہ جوانی کی تصویریں تھیں۔

!وہ مسکرائے

آپ نے مروایا نا انکل کو، افراء کی آوازیں کئ پردوں کے پیچھے سے آئیں۔

تم غلط سمجھ رہی ہو افراء وہ اسے گواہی دے رہے تھے جسٹیفائی کر رہے تھے، کوئی ان سے پوچھتا سب سے مشکل کام کیا ہے؟ تو وہ کہتے کہ صفائی دینا ان گناہوں کی جو وہ کبھی کیئے ہی نہیں تھے۔

.انھوں نے صفحہ پلٹا

آپ نہیں چاہتے تھے کہ میرے بابا گھر سنبھالیں تب مروایا ناں آپ نے؟

عبدل کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

تلخی سے صفحہ پلٹا، آپ نے اپنی بیٹی کے ساتھ غلط کیا ہے! یہ ان کی پہلی بیوی کی آواز تھی۔

کیا اچھے لکھاری کا استعمال کیا جانا جائز ہے؟

مسکراہٹ سمٹتی گئی۔ صفحے پلٹنے لگے۔

ماریہ کو آپ لائے تھے بابا کی زندگی میں؟ ایک اور صفائی مانگی گئی۔

صفحہ پلٹنے ہوا۔

کیا عبدل آپ کے پاس ہے؟ کیا وہ بھی عبداللہ انکل کی طرح!! وہ حنزلہ تھی۔

انھوں نے پین نکالا اب وہ کچھ لکھ رہے تھے، خسارے وہ روز گنتے تھے روز کوئی نیا خسارہ سامنے آجاتا۔۔۔۔۔۔۔

°°°°188

باسم تھانے میں بیٹھا تھا حمدان اس کے سامنے بیٹھا چائے پی رہا تھا۔

وہ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ تب ہی کوئی ہٹ دھرمی سے اندر آئی۔

خیریت؟ وہ زینب تھی وہی لڑکی جس نے اسے چائے کی وجہ سے رد کیا تھا۔

باسم وہ! وہ گھبرائی ہوئی تھی۔

باسم نے حمدان کو دیکھا اس نے سر کو جنبش دی اور اٹھ کر چلا گیا۔

کیا مسئلہ ہے، وہ سوالیہ لہجے میں بولا۔

چلو میرے ساتھ۔ وہ جلدی سے بولی وہ چادر میں تھی سوائے اس کی آلمنڈ آئیز کے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

کیا مطلب او میڈم میں سرکاری ملازم ہوں آپ کا نہیں! وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔

جانتی ہوں پلیز چلو! وہ التجائیہ بولی۔

ایسی بھی کیا مجبوری ہے؟ وہ حیران ہوا ٹوپی پہننے لگا۔

تب ہی اسے عاصم آتا دکھائی دیا۔

سر خیریت۔ وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا کہ عاصم ہڑبڑا کر اس کی طرف بڑھا اس کا بازو پکڑ کر باہر لے گیا۔

تمھیں کچھ دکھانا ہے! عاصم جلدی سے ماتھے پہ ہاتھ مار کر بولا۔

کیا بات ہے سب اتنی جلدی میں کیوں ہیں؟ وہ حیران ہوا۔

عاصم نے فون نکال کر اس کے سامنے کیا۔

وہ تصویر زینب کی تھی۔

لیڈی باس وہ تھی؟ یہ حیران کن انکشاف تھا۔اس کی انکھیں پوری کھلیں۔

وہ غصے سے زینب کو دیکھنے لگا جواب اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔بے تاثر انکھیں۔

کتنا دھوکا ہوا ہے میرے ساتھ! وہ تاسف سے بولا۔

میں نے دھوکا نہیں دیا میرا جو کام تھا وہ کیا۔

کچھ دیر میں ہماری ٹیم ساری پکڑی جائے گی ہم پہ کیس ہوں گے! تم بیک اپ پلان کرو کچھ ،وہ سنجیدگی سے بولی۔

اس نے ایک خونخوار نظر زینب پہ ڈالی۔

میں کیوں کروں جاؤ اپنی ٹیم سے بولو میں تو خوش ہوں گا تم سب اندر ہو گئے۔

تمھارا دماغ ہل گیا ہے کیا ہم پھنسے تو تم سب کے قصے چھٹے کھلیں گے! وہ اس کے برابر آ کر بولی۔

وہاٹ عاصم نے اور باسم نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
جی! وہ پیر پٹخ رہی تھی۔

تو روپوش ہو جاؤ ناں! عاصم تجویز دیتے بولا۔

میرے ابا نے بینگلور کل ہی خریدا ہے وہاں چلی جاؤں؟ وہ طنزیہ بولی۔

اوبی بی پاکستان اتنا بڑا ہے کہیں بھی چلی جاؤ، باسم جھلا کر بولا۔

تو تم مدد نہیں کرو گے! وہ بازو باندھے پوچھنے لگی۔

ادلے کا بدلہ۔ وہ منہ بنا کر بولا۔ نفی میں منڈھی ہلائی۔

چلیں عاصم سر آئیس کریم کھانے چلتے ہیں، وہ عاصم کے شانے پہ بازو پھیلا کر بولا۔

بیٹا تھانہ سنبھالو اپنا! اور مدد کرو اس کی ورنہ گئے ہم۔ وہ اس کو ڈانٹ کر بولا۔۔۔۔۔۔

°°°°189

باسم کی اچانک ٹرانسفر غیر متوقع تھی۔

سر مجھے کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ وہ سنئیر کے سامنے ٹسوے بہا رہا تھا۔

اوپر سے سخت آڈر ہیں، ہم کچھ نہیں کر سکتے، اسے صاف انکار کر دیا گیا۔

کیا مصیبت ہے، اس نے باہر آ کر گاڑی میں بیٹھتے عبدل کو فون کیا۔ مگر وہ نہیں اٹھا رہا تھا۔

ایجنسی کے آفس میں جانا خطرے سے خالی نہ تھا۔

اس نے حنزلہ کو کال ملائی۔

ہیلو کہاں ہیں آپ؟

ہم مل سکتے ہیں؟

عبدل سر کدھر ہیں؟

وہاٹ؟ ہر جملے پہ اس کے تاثر بدل رہے تھے۔

اچھا کب؟ پولیس؟ آپ ٹھیک ہیں؟

صیحیح ہے میں ملتا ہوں آپ کو، کہہ وہ کال کاٹ کر گاڑی دوڑا چکا تھا۔

کیا کرنا چاہیے؟ وہ کنپٹی مسل رہا تھا۔ اس نے اسٹرینگ گول گھمایا۔ اور تھانے کی طرف چل دیا۔۔۔۔۔۔۔

وہ بھاگ کر سیڑھیاں چڑھتا تھانے کی طرف گیا، شاکر اور عبدل حوالات میں تھے۔ان پہ غیر قانونی ایجنسی چلانے کا مقدمہ درج تھا۔

آئین پاکستان کے تحت آپ کو کوئی بھی ایجنسی بنانے کے کیئیے پرمٹ کی ضرورت ہے جبکہ ملزمان پہ الزام ہے کہ وہ بنا کسی پرمٹ کے ایجنسی چلانے آرہے ہیں، ناظرین دیکھا جائے تو ان کا کام پس پردہ ہے حقائق کیا ہیں فالحال اس پہ کام کیا جارہا ہے! مزید خبروں سے جڑے رہنے کے ہمارا چینل سبسکرائب کریں۔۔۔

باسم نے فون بند کیا۔

کیا کر سکتے ہیں اب۔ حنزلہ نے کہا تو عاصم ارزم افراء نے اسے دیکھا۔

چھے ماہ کی سزا ہوسکتی ہے اور جرمانہ بھی، ارزم نے افسردگی سے کہا۔

نو وے ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔ حنزلہ بولی۔

ہمیں ٹیم۔بن کر کام کرنا ہے گائیز ہمیں اپنے دوستوں کو بچانا ہے سب سے بڑھ کر اپنے ملک کے ایسے لوگوں کو بچانا ہے جو فلاح چاہتے ہیں۔ارزم نے کہا۔

کیا ہم ساتھ ہیں؟ عاصم نے کہا۔

یس ! حنزلہ بولی، باسم۔نے ہاں میں سر ہلایا۔ارزم نے یس کیاافراء نے بھی شانے اچکادئے۔

وہ تیار تھے اب خسارہ نہیں ! وہ سب اٹھے ایک ساتھ کیفے سے نکلے وہ ایک خاندان معلوم ہو رہا تھا۔۔۔۔۔

191

حنزلہ زینت کے گھر کے سامنے کھڑی تھی اس نے دستک دی۔

زینت نے دروازہ کھولا۔وہ تھکے ہارے لہجے میں اس کے گلے لگ گئ۔

حنہ کیاہوا بچے !اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔اوراسے اندر لے جانے لگی۔

وہ کمرے میں گئ زینت نے اسے پانی لا کر دیااس نے سر ہاتھوں میں گرایا تھاوہ اٹھی، پانی منہ سے لگایا۔ہاتھ کانپ رہے تھے۔

کیاہوا، ؟وہ اس کے آگے بیٹھی۔

عبدل اوراس کی ٹیم کو پولیس لے گئی ہے کسی نے ان پہ کیس کر دیا کہ وہ غیر قانونی طورپر ایجنسی چلارہے ہیں۔کوئی پرمٹ نہیں ہے ! وہ روہانسی ہوئی۔

تم سے کس نے بولا کوئی پرمٹ نہیں؟ وہ اچھنبے سے بولی۔

سب بول رہے ! وہ اداسی سے بولی۔

زینت نے سسے حیرت سے دیکھا۔

تم ابھی آرام کرو میں صبح بات کرتی ہوں ! وہ اس کی تھکی کیفیت دیکھ کر بولی۔

ٹھیک ! وہ جوتے اتار کر اوپر والے کمرے میں گئی دروازہ بند کر کمرے میں لیٹ گئی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا رہ رہ کہ عبدل باری کی یاد آرہی تھی۔۔۔۔۔۔192

صبح پورے آب و تاب سے سورج اس کے کمرے کے اندر جھانک رہا تھا وہ خاموشی سے اٹھی۔ نماز رہ گئی تھی۔ اسے خود پہ غصہ آیا۔

لوگ راز نہیں رکھ سکتے گل ! اسے عبدل کی سماعت سنائی دی۔

اس کی تو خفیہ ایجنسی تھی پھر کس نے یہ کیا! وہ پنے جوڑنے لگی تھی۔ دماغ خالی تھا وہ جوتے پہن کر واشروم گئ چینج کر کے باہر نکلی۔

کوئی راز دار یا ممبر ! دانت صاف کر کے وہ سوچنے لگی۔

دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی۔

زینت نے اسے چائے دی۔ وہ چپ چائے چائے پینے لگی۔

زینت نے ٹرے اٹھایا اس پہ سیون نائین لکھا تھا اچانک حنزلہ کی نظر وہاں ٹک گئی۔ اس نے زیر لب دہرایا

اچانک دماغ پہ کلک ہوا۔

وہ فورا اٹھی چائے کا ایک بار کپ سارا انڈیلا کر حلق سے اتارا۔۔

آرام سے حنہ! وہ جوتے پہن رہی تھی تب وہ بھاگ کر سیڑھیاں اترتی نکل رہی تھی۔

دروازہ۔ بند کر دینا! وہ ہانک لگا کر بولی۔

شی از انٹیلجنٹ! زینت نے کہا۔

شی از! عقب سے اس کے شوہر کی آواز آئی وہ مسکرادی، تو وہ ہنٹ تھی

193:::ء

!آپ نے کیا یہ سب؟ وہ لقمان غازی کے آفیس میں تھی

ان کے سامنے۔

آؤ بچے بیٹھو ! وہ اٹھے تھے۔

جواب ! وہ سنجیدگی سے بولی۔

اگر میں کہوں ہاں ؟ وہ کرسی پہ بیٹھ کر آگئے ہوئے۔

تو میں حنزلہ ہوں، اپنے شوہر کے لئیے مر سکتی ہوں، ہر وہ چیز کر سکتی ہوں جو آپ کی سوچ سے بالاتر ہے۔ میں بری کرواؤں گی اسے آپ دیکھتے رہیں گے۔ وہ چٹکی بجاتی وہاں سے غصے میں چلی گئی وہ مسکرا دیئے۔

اینجل ایوری وئیر ! باریک سا تبصرہ تھا۔۔۔؟194

وہ تھانے کی طرف جا رہی تھی اس کے ساتھ ارزم تھا۔

وہ گئی اور انسپکٹر کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

مجھے عبدل باری سے ملنا ہے، اس نے کہا وہ کالی قمیض کے نیچے کھلا فلیپر پہنے تھی جو سفید رنگ کا تھا۔

انسپکٹر نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

حمزہ میڈم کو چائے پانی دو ! وہ عجیب سا مسکرایا تھا۔

سر مجھے میرے شوہر سے ملنا ہے، وہ زور دے کر بولی۔

میڈم وہ کیا ہے کچھ دیر بیٹھیں تھانے کی ہوا محسوس کریں اور پھر مل لیجیئے گا۔

ارزم نے اس کو پیچھے کیا۔

سر کیا آپ جانتے ہیں کہ کورٹ آف جسٹس کے تحت اگر آپ کسی کو ملزم سے نہیں ملنے دیتے تو یہ انسانی حقوق کے خلاف ہے، آپ پہ حبس بے جا کو مقدمہ بھی درج ہو سکتا ہے آپ کی نوکری بھی جا سکتی ہے، وہ ڈرانے والے انداز میں بولا۔

تم ہمیں قانون سکھاؤ گے، وہ دانت کچکاتے بولا۔

ضرورت پڑی تو ضرور! وہ مسکرایا۔

ویل میرے انکل ڈی ایس پی ہیں اس ایریا کے میں ان کا لاڈلا ہوں تو مجھے لگا ہی تھا آپ جیسے لوگوں سے ٹاکرا ہو گا تو۔

اس نے فون نکال کر ایک وائس اوپن کی جس میں ڈی ایس پی کی طرف سے ہدایات تھیں۔

انسپکٹر کے تاثرات ڈھیلے پڑے۔

آپ مل سکتے ہیں حوالدار میڈم کو لے کر جاؤ، حنزلہ نے فخر سے ارزم کو دیکھا اور پھر حوالدار کے ساتھ عبدل کی طرف جانے لگی۔۔۔۔۔۔۔

195°°°°

ارزم کے ساتھ چلتے ہوئے اس نے محسوس کیا سارے قیدی اسے دیکھ رہے تھے، ارزم اس کو کور کیئیے تھا۔

عبدل پش اپس کر رہا تھا شاکر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ بے نیازی سے لیٹا ہوا تھا۔

حنزلہ کو دیکھ ایک دم وہ آگے کو آیا حنزلہ رو دی۔

روئیں مت! وہ نرمی سے بولا۔

وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

کب نکلیں گے آپ، وہ ٹھٹھری ہوئی بولی۔

جب میری بیوی ثبوت لائے گی! وہ اس کا گال چھو کر بولا۔

میں کیسے لاؤں کچھ سمجھ نہیں آرہی! وہ حیران ہوئی۔

آپ کے گلے میں لاکٹ بہت پیارا ہے ہمارے بابا کے گھر کا دروازہ اس رنگ کا ہے اور اس کے آگے جو گملا ہے وہاں تو ایک ایسا ہی لاکٹ دیکھا تھا، وہ کوڈ ورڈ استعمال کر رہا تھا۔ ارزم نے فوراڈی کورڈ کر لیا۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا۔

عبدل نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

کورٹ میں ملتے ہیں، اس نے حنزلہ کا ہاتھ تھام کر کہا۔

خیال رکھیئے گا، وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

°°° وہ مسکرادیا۔۔۔۔۔۔

196

وہ ایک بڑی گاڑی میں تھے، عاصم ڈرائیو کر رہا تھا ارزم اس کے ساتھ تھا، حنزلہ زینت کو ساتھ لائی تھی اس نے گھر کا دروازہ لاکٹ میں موجود چابی سے کھولا۔

وہ اندر گئی مین ڈور کے پاس گملا تھا اس نے اٹھایا ارزم نے چابی نکالی۔

گھر تو کافی شاندار ہے، ارزم نے ستائش بھری نظروں سے دیکھا۔

ہم کام کے لئیے آئے ہیں، عاصم نے اسے ڈانٹا۔

باقی کا کام زینت نے کر دیا۔

اس نے خفیہ کمرہ کھولا۔

سسٹم آن کیا پاسورڈ مانگ رہا تھا۔

حنزلہ کو اچانک یاد آیا۔ حنزلہ باری وہ جھٹ سے بولی۔

میرے سسر نے بتایا تھا خود کو گھورتا پا کر حنزلہ نے کہا۔۔

ہمم باقی بحث بعد میں چلو کام پہ لگو۔

کچھ دیر میں وہ کاغذات کے پرنٹ نکال چکے تھے، یہ آخری کام جو عبداللہ انکل نے کیا تھا وہ یہ تھا، انھیں ساری اجازت مل چکی تھی مگر آفیشل اناوسمنٹ نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس سے ایجنسی کی شہرت متاثر ہوتی۔۔۔

زینت سب کے لئیے جوس لائی، سب اڑھے ترچھے بیٹھے کام میں مصروف تھے ،۔ارزم چشمے لگائے ہیک کر کے ڈیٹا نکال رہا تھا۔ سب اس وقت یک جان تھے،

تھینک یو! جوس کا گلاس تھام ارزم۔نے کہا۔

فائنلی! وہ ایک دم اچھلا سب اس کی طرف آئے لیپ ٹاپ کو دیکھا، تب جا کر کلمہ شکر پڑھا۔

کڑھی محنت کے بعد وہ آخر تیار تھے۔۔۔

°°°197

بس کل کا دن پر سو کورٹ میں سنوائی ہے، ہم کامیاب ہوں گے، عاصم نے سب کو اعتماد میں لے کہا کہا۔

وہ اسی کے گھر پہ تھے۔اس کے والدہ نے ان کے کھانے کا اہتمام کیا۔

ارزم اپنے گھر گیا تھا، حنزلہ اور زینت اور باسم اس کے گھر ٹھہرے تھے۔۔

مجھے اچھے کی امید ہے! حنزلہ بولی۔

چلو بچو بس بہت کر لی محنت جاؤ جا کر سو جاؤ! عاصم کی والدہ نے انھیں ایسے سوچوں میں گم دیکھا تو فورا بولیں۔

جی آنٹی! حنزلہ نے مسکرا کر کہا۔

وہ عاصم کی بہن کے کمرے میں ٹھہری تھیں۔

حنہ! زینت نے اسے بلایا۔

جی! وہ بیڈ پہ بیٹھی تھی۔

سامنے صوفہ تھا جس پہ۔زینت بیٹھی تھی۔

تمھیں لقمان انکل کے خلاف جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور کرنی چاہیں ! وہ تمہید باندھے بغیر بولی۔

کیا مطلب ؟

مطلب یہ کہ حنہ ! وہ جانتی ہو کیس کیوں کر رہے ہیں ان پہ کیونکہ وہ سچ میں چاہتے ایجنسی لیگلائز ہو جائے تاکہ آگے جا کر نقصان نہ ہو وہ ہمیشہ سے چاہتے تھے مگر عبداللہ انکل اس کے خلاف تھے ماریہ نے انھیں ورغلا کر اپنے ساتھ کر لیا تھا یہ بات عبدللہ انکل کو بعد میں پتا چلی۔

تب ہی اس نے پیش قدمی کی اور احتجاج کیئے بغیر لقمان انکل کے زیر نگرانی کام کرنے لگا۔

ہم پہ جب کڑھا وقت آتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ آزمائش ہے جب کے وہ ہماری کرنی ہی ہم پہ پلٹ کر آرہی ہوتی ہے ہم عقل نہیں رکھتے ! زینت نے کہا۔

عبداللہ انکل کو لقمان انکل نہیں مروایا تھا انھیں بچانے کی کوشش کی تھی انھوں نے مگر وقت گزر چکا تھا وہ تب باہر تھے، ہمیں حق نہیں پہنچتا ہم کسی پہ بہتان لگائیں۔

مگر حنزلہ کو زینت کا صرف ایک جملہ سمجھ میں آیا تھا۔ ہر انسان اپنی کرنی میں مبتلا ہے۔

اسے یاد آیا جب وہ مصر میں تھی تب وہ مائیز تھی اس نے آنٹی کی گاڑی سڑک پہ نکالی تھی، مگر بریک وقت پہ نہ لگانے سے اس سے دو جانوں کا ضیاع ہوا تھا اور اس کی آنٹی نے یہ بات سب سے چھپائی تھی۔ کچھ وقت ٹراما میں رہ کر وہ نارمل ہو گئی تھی۔ وہ کیسے بھول گئی اس سے بھی کسی کا خاندان مرا تھا۔ وہ سر تھام کر رہ گئی۔

اس نے واشروم کا رخ کیا۔

زینت سے دوپٹہ لیا اور جائے نماز پہ بیٹھ گئی۔

یااللہ مجھے معاف کر دے، میں نے ظلم کیا میں ظالم۔ ہوں اللہ! وہ رو رہی تھی زینت کو اس پہ ترس آیا مگر اسے رونے دیا۔ وہ دل ہلکا کر رہی تھی آج اس کے دل پہ ایک اور بوجھ بڑھ گیا تھا، آج ایک اور رات قفس کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

°°°°198

کورٹ میں سب جج اور وکیلوں کو سن رہے تھے، وکیل دلائل دے رہے تھے افراء ناخن چبا رہی تھی، حنزلہ بس عبدل باری کو دیکھ رہی تھی، ایک پل بھی اس نے نظر نہیں ہٹائی وہ کٹھرے میں تھا وکیل کیا بول رہے تھے اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ چپ تھی، شرمندہ تھی۔

جناب ایجنسی کا پرمٹ کورٹ کی طرف سے ایشو ہو چکا تھا، سپریم کورٹ آف پاکستان نے اس ایجنسی کو نافذ کرنے کا عندیہ دے دیا تھا۔

اب حریف پارٹی اگر یہ بول رہی ہے کہ یہ ایجنسی غیر قانونی ہے تو اسے میں سوائے غلط فہمی کے کچھ نہیں بولوں گا۔

یہ رہے پرمٹ پیپر، یہ ایجنسی کے ہیڈ کے سائین، یہ رہی ان کیسز کی معلومات جو ایجنسی نے حل کیئیے ہیں۔ عاصم دھر ادھر ادلیلیں پیش کر رہا تھا۔

آدھے گھنٹے کی سماعت کے بعد کورٹ نے ان کے حق میں نا صرف فیصلہ سنایا تھا بلکے اس کام کو سراہا بھی تھا۔

پوری ٹیم خوش تھی۔ افراء نے نم انکھوں سے عاصم کو دیکھا جو اس کی طرف دیکھ مسکرایا۔

لنچ کریں ! وہ واپس اپنی سیٹ پہ آکر بیٹھا تو ہمت کر کے وہ بولی۔

ایک دھوکے باز کے ساتھ بالکل بھی نہیں، وہ بے رخی سے بولا۔

افراء کے دل کو کچھ ہوا۔

وہ اٹھا اور باہر جانے لگا۔افراء کے آنسو ٹوٹ کر گرے۔

ایک رائیٹر کے ساتھ بالکل نہیں جاؤں گا وہ بھی ایسی لڑکی جس نے صرف کرداروں کو منیوپلیٹ کیا ہو، وہ پلٹ کر اس کی طرف آیا وہ ہاتھوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

وہ کورٹ بازو پہ پھیلائے، بینچ سے نیچے بیٹھا عین اس کے قدموں میں۔ وہ کھسک کر پیچھے کو ہوئی۔

یہ کیا کر رہے ہیں پیروں میں نہ بیٹھیں۔ وہ آنسو صاف کرتے بولی۔ کورٹ روم میں کوئی نہیں تھا۔

کوشش کی تھی دل کیا تمھیں تھپڑ رسید کروں کہ تم کیسے پوری کہانی کی طرح کرداروں کو منیوپلیٹ کر سکتی ہو وہ بھی ایک رائیٹر مجھے لگا تم ولن ہوا گر تم خود

کال کر کے سب نہ بتاتی تو آج میں تمھاری شکل دیکھنا گنوارہ نہ کرتا،اس کے یوں کہنے پہ بے اختیار اس نے نظریں اٹھائیں۔

وہ مسکرایا۔

گلٹی ہو؟عاصم نے پوچھا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

عاصم نے چونک کر اسے دیکھا۔پھر وہ فورا سر ہلا گئی, ہوں میں گلٹی مگر مانوں گی نہیں! وہ جانے لگا تھاوہ فورا بولی۔وہ مسکرادیا مطلب لنچ پکا تھا۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔199

وہ پلٹا! وجہ؟

کیوں کہ میں لڑکی ہوں آپ کا حق نہیں بنتا مجھے ڈانٹنے کا ہمارا کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جس کی بناء پہ آپ ڈانٹیں،وہ پھر سے اپنے روپ میں آئی تھی۔آنسو ڈل ڈل کر رہے تھے۔

اب آپ بات بات پہ روئیں گی تو کیسے چلے گا،وہ معصومیت سے بولا۔

رائیٹر اتنے ایموشنل ہوتے ہیں مجھے نہیں پتا تھا،

رہی بات رشتے کی تو ہونے والے شوہر کی اطاعت تم پہ فرض ہے ورنہ کیسے اچھی بیوی بنو گی آخر کو کرمنل کانٹینٹ میں ہی لا کر دوں گا ناں ؟ وہ تھوڑا جھک کر بولا تو افراء نے اسے ملے جلے جذبوں سے دیکھا۔

روایتی طور پہ پرپوز کرنا پسند نہیں آیا محترمہ اب کیا گھٹنوں پہ جھکوں،؟ وہ ہنس کر بولا۔

افراء کے کان سرخ ہوئے۔

چلیں وہ سب انتظار کر رہے ہوں گے، وہ جلدی سے آگے بڑھ گئی۔

وہ ہنس دیا۔

کھانا پکانا سیکھ کر آنا کہانیوں سے پیٹ نہیں بھرے گا میرا۔

کام چلا لینا مجھے کوکنگ دو نمبری آتی ہے، وہ بنا پلٹے بولی۔

وہ اب کی بار زور سے ہنس دیا۔۔۔۔۔۔۔200

تو آخر ثبوت لے آئی تھی میری بیوی ! گاڑی میں بیٹھ کر پہلا جملہ کہا تھا۔

آپ کے لئیے دنیا سے لڑ سکتی ہوں۔

اور میں تمھارے لئیے دنیا جلا سکتا ہوں، وہ اس کا ہاتھ تھام کر بولا۔

شکریہ باری ہر اس چیز کے لئیے جو آپ نے کی! وہ اس کے ہاتھ کو انکھوں تک لے گئی۔

اور ہر اس چیز کے لئیے معافی جس سے آپ کا دل دکھا ہو۔

پرانی باتیں نہیں دہراتے، کل ہمیں نئی زندگی شروع کرنی ہے! وہ مسکرا کر بولا۔

ہمم انشاءاللہ! وہ مسکرائی تھی۔۔۔۔۔

حمدان ائیر پورٹ پہ تھا۔

وہ کب سے بیوی بچوں کا انتظار کر رہا تھا۔

اچانک اسے اپنی بیٹیاں آتی دکھائیں دیں وہ بھاگ کر ان کی طرف گیا۔

پاپا، وہ انھیں خود میں بھینچ گیا، پھر کھڑا ہوا مسکرا کر بیوی کو دیکھا اسے ساتھ لگایا، آنکھیں نم تھیں، مگر دل سے بوجھ اتر گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

یہ ارزم کے گھر کا منظر ہے جہاں فٹبال میچ چل رہا ہے سب ٹی وہ کے آگے بیٹھے تھے یہ کیا رونالڈو نے گول ارزم باپ کے پاس بیٹھا تھا وہ خوشی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ گئے۔ ارزم نے ہاتھ کو دیکھا باپ بیٹے کی نظر ملی وہ ان سے لپیٹ گیا اسے اپنا خاندان مل گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

چھے ماہ بعد۔

سٹیج پہ تین دلہن، تین دلہے تھے، باسم عاصم اور عبدل باری، حنزلہ افراء اور زینب۔

وہ شادی کے بندھن میں بندھے جا چکے تھے۔

ارزم نے لقمان صاحب کے ساتھ کرسی جوڑی۔

کیا سوچ رہے ہو برخودار، وہ اسے یوں دیکھ کر بولے۔

سوچنا کیا ہے انکل ہر سنگل بندے کا دل جل رہا ہے یہاں۔ وہ منہ پھلا کر بولا تو وہ ہنس دیئے۔۔۔۔۔

''''''''''''

''''''''''''

کوئی ہالی ووڈ موی چل رہی تھی حنزلہ کے ہاتھوں میں مہندی تھی وہ اس کا ہاتھ ٹریس کر رہا تھا۔

کتنا ہینڈسم ہے ناں، خنزلہ کے تبصرے پہ اس نے حیرت سے اسے دیکھا پھر ایکٹر کو اس نے فوراً گندا سا منہ بنایا

ہینڈسم نہیں ہے وہ زرا بھی اور کتنا برا ایکٹر ہے اس سے اچھا تو میں پرفارم کرلوں ،وہ جیلس ہوا تھا۔

عبدل باری تم ایسے کیسے جج کر سکتے ہو۔ وہ خفا ہوئی۔

ایسے دیکھنا بند کرو ورنہ میں موی نہیں دیکھ رہا پھر! وہ آنکھیں دکھا کر بولا۔

کیا تم میرے لئے ایک فلم نہیں دیکھ سکتے ،وہ معصومیت سے بولی۔

ہاں ہاں میں فلم دیکھوں اور تم اس باگڑ بلے کو دیکھنا بی بی اب اتنا بے غیرت نہیں ہوں کہ بیوی کے ساتھ بیٹھ اس کا کرش دیکھوں! اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

باری! اس نے پیار بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

نو وے مسز باری! اس نے دانت کچکچا کر کہا۔

پلیز! وہ معصومیت سے بولی۔

سر میں چمپی کرو میری شوہر کی اطاعت فرض ہے تم پہ،وہ جھٹکے سے صوفے سے اٹھ کر نیچے بیٹھا اس کے دونوں ہاتھ اپنے بالوں میں رکھے۔

وہ بیچاری منہ بناتی اب اس کے سر میں انگلیاں چلا رہی تھی۔

وہ زیر لب مسکرا رہا تھا۔

بڑا آیا ہینڈ سم! اس نے زیر لب کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ڈائیری کا آخری صفحہ تھا لقمان صاحب نے اس پہ تصویر چپکائی۔

ان خساروں سے کہو کہیں اور جا بسیں۔

ابھی ابھی آنگن میں بہار اتری ہے۔

وہ ڈائیری بند کر چکے تھے۔ کہانی ختم ہو چکی تھی مگر مشن جاری تھا، انسانیت کی فلاح، ضمیر کی آواز سب نے سننی تھی۔ الخیام اب بھی مصروف ہونے والا تھا ہاں اب لقمان غازی کے ریٹائرمنٹ کے دن تھے اور پھر سے کہانی کو لکھاری ترتیب دینے والا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ختم شد